سوانح اعلیٰحضرت

بدرِ ملت حضرت

علامہ بدر الدین احمد صاحب قادری رضوی

RAZA ACADEMY
26, KAMBEKAR STREET, BOMBAY-3

رضا اکیڈمی بمبئی ۳

سلسلۂ اشاعت : ۳۰۳ ۷۸۶/۹۲ سن اشاعت شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

بفیض حضور مفتیٔ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوانح اعلیحضرت

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ

مرتبہ

بدر ملت علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری علیہ الرحمۃ

شائع کردہ

رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ ممبئی ۳

فون: ۳۷۰۲۲۹۶، فیکس: ۳۷۳۷۶۸۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ وحزبہ نجوم الھدیٰ

پیش لفظ

از

رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب

مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور

مکرمی حضرت علامہ مولانا بدرالدین احمد صاحب قادری رضوی گورکھپوری زید مجدہم اپنی جماعت کے متدین علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ موصوف کا قلم اس درجہ محتاط ہے کہ شریعت کے آداب کی نزاکتوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ غافل نہیں ہوتا۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ پر "سوانح اعلیٰحضرت" کے نام سے حضرت ممدوح کی یہ پہلی کتاب ہے جو قبول عام کی عزت سے سرفراز ہوئی اور ملک ہی میں نہیں بیرون ملک بھی دنیا کے کروروں افراد کو اعلیٰحضرت کے دینی اور علمی کارناموں اور ان کے عظیم مقام مجدد شرف سے نہایت موثر طریقے پر روشناس کرایا فجزاھم المولیٰ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ صلوٰۃ المصلین وسلام الاکرمین اس کتاب مستطاب کی ثقاہت اور مقام اعتبار کا اندازہ لگانے کے لئے یہ واقعہ

بہت کافی ہے کہ اعلیٰحضرت پر لکھنے والے سارے اہل قلم نے اسے پورے اعتماد کے ساتھ ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا اور آئندہ بھی جب کوئی اعلیٰ حضرت پر قلم اٹھائیگا تو اس کتاب سے استفادہ کئے بغیر وہ اپنے موضوع کا حق کامل طور پر نہیں ادا کر سکے گا۔

ہند و بیرون ہند میں یہ کتاب کئی بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ لیکن اس بار حلقہ بگوش حضور مفتی اعظم ہند، نقیب رضویت، فخر اہل سنّت صوفی علاؤالدین صاحب رضوی بانی مدرسہ گلشن رضا احمد نگر (ڈمرو) بوکارو اسٹیل سٹی دھنباد بہار کے زیر اہتمام فوٹو آفسٹ پر نئے آب وتاب کے ساتھ چھپنے جا رہی ہے۔ فاضل جلیل حضرت مولینا محمد نورالدین صاحب نظامی حبیبی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور شہزادۂ حضور شمس العلماء شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور اپنی نگرانی میں ایک ماہر فن اور نہایت کہنہ مشق کاتب سے اس کی کتابت کروا رہے ہیں۔ اور سب سے زیادہ مسرّت کی بات یہ ہے کہ کتاب کے مصنف نے اس پر نظر ثانی کر کے اُسے اتنا سنوار دیا ہے اور اتنی نئی گراں قدر معلومات کا اضافہ کر دیا ہے کہ اب یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اپنی پرانی کتاب کو انھوں نے ایک نئی تصنیف کا جامہ پہنا دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے ناشر و طابع جناب صوفی علاءالدین صاحب رضوی کا اصرار ہے کہ میں اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے ساتھ اپنا ایک پیش لفظ منسلک کر دوں۔ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مجھے موصوف کی خواہش کی تکمیل کے لئے وقت نکالنا پڑا کہ میرے نزدیک وہ ایک سراپا اخلاص مردِ مومن کی خواہش تھی۔ ویسے اس دور میں دین حق کے خدام کی کمی نہیں ہے لیکن دل کی ایسی والہانہ وارفتگی جو اپنا سب کچھ لٹا کر بھی دین کے لئے جذبے کی تشنگی کو آسودہ نہ ہونے دے، خال خال نظر آتی ہے۔ اس طرح کا دل دیوانہ اگر کہیں مل جائے تو وہ دل نہیں نگار خانۂ رحمت و قدرت کا آبگینہ ہے جسے ٹوٹنے سے بچانا دل ہی کی نہیں

دین کی بھی خدمت سمجھتا ہوں۔

اسی جذبے کی تحریک پر سوانح اعلیٰحضرت کے سلسلے میں اپنے احساسات کا ایک مختصر سا مرقع ذیل میں پیش کر رہا ہوں اسے کتاب کا پیش لفظ کہئے یا میرے نامۂ اعمال کا بہرحال اپنے لئے ذخیرۂ آخرت سمجھتا ہوں کہ ایک پیکر عشق و وفا کی معطر اور کیف بار زندگی کے ساتھ اپنی عقیدت کا پیوند جوڑ رہا ہوں۔

فطرت انسانی کا یہ رُخ بھی بڑا ہی عجیب و غریب ہے کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو لوگ دیکھ لیتے ہیں لیکن خود اپنی آنکھ کی شہتیر انھیں نظر نہیں آتی۔ اسی طرح کا واقعہ بریلی کے خانوادے کی اس عظیم شخصیت کے ساتھ بھی ہوا۔ خاندان کے لوگ امتیاز و تعارف کے طور پر اپنی بول چال میں انھیں "اعلیٰحضرت" کہتے تھے۔ معارف و کمالات اور فضائل و مکارم میں اپنے معاصرین کے درمیان برتری کے لحاظ سے یہ لفظ اپنے ممدوح کی شخصیت پر اس طرح منطبق ہو گیا کہ آج ملک کے عوام و خواص ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی زبانوں پر چڑھ گیا۔ اور اب قبول عام کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کیا موافق کیا مخالف، کسی حلقے میں بھی "اعلیٰحضرت" کہے بغیر شخصیت کی تعبیر ہی مکمل نہیں ہوتی۔ لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اعلیٰحضرت کے لفظ پر ہمارے مذہبی حریفوں نے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ذہن و فکر کی کتنی نیچی سطح پر وہ اتر آتے ہیں۔

کٹک کے تاریخی مناظرہ میں اعلیٰحضرت کے لفظ پر بحث

کئی سال ہوئے اڑیسہ کے دارالخلافہ کٹک میں دیوبندی حضرات کے ساتھ ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا۔ میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو یہ واقعہ ۱۳۹۹ھ کا ہے اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مرجع المناظرین، سند المتکلمین، امام العاشقین حضرت مجاہد ملت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

سرپرست اور بانیٔ مناظرہ کی حیثیت سے اہل سنّت کے اسٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی طرف سے جلسۂ مناظرہ کے صدر فقیہ النفس، نائب مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی مقرر ہوئے تھے جبکہ مناظر کی حیثیت سے حضور مجاہد ملت نے مجھ فقیر کو نامزد فرمایا تھا۔ اور دوسری طرف دیوبندی فرقہ نے اپنے مناظر کی حیثیت سے مولوی ارشاد احمد فیض آبادی مبلغ دارالعلوم دیوبند کو پیش کیا تھا۔

مناظرہ کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیٰحضرت کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف "حضرت" کہا جاتا ہے اور آپ لوگ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو "اعلیٰحضرت" کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے پیشوا کو حضور سے بھی بڑھا دیا ہے۔

میں نے ان کے اس مہمل اعتراض کا ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ پورے دیوبندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔

میں نے کہا کہ تنقیص رسول کے ناپاک جذبے میں آپ حضرات کے قلوب اس درجہ مسخ ہو گئے ہیں کہ اہانت کا کوئی موقعہ بھی آپ لوگ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس بات کا شکوہ تو اپنی جگہ پر ہے کہ جن کی دسوں انگلیاں اہانت رسول کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں وہ دوسروں کے سفید و شفاف دامن پر سرخ دھبا تلاش کر رہے ہیں۔ فی الحال آپ سے شکایت یہ ہے کہ اس واقعہ سے آپ بھی بے خبر نہیں تھے کہ سلف سے خلف تک امت کے مشاہیر حضرات کو جن القابات سے بھی موسوم کیا گیا ان کا تقابل ان کے صرف معاصرین کے ساتھ تھا کسی نے بھی امام اعظم کے لفظ سے یہ نہیں سمجھا کہ انہیں امام اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے مقابلے میں بولا جا رہا ہے لیکن یہ آپ حضرات کے دلوں کے نفاق کی کاریگری ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ حضرات سلف کی روایات اور عرف کے مطابق اعلیٰحضرت کے لفظ کے مفہوم کو ان کے معاصرین تک محدود سمجھتے زبردستی کھینچ تان کر

اس لفظ کے اطلاق کا دائرہ عہد رسالت تک وسیع کر دیا تاکہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہ بھی تنقیص شان کا حامل ہو جب بھی تقابل کی راہ سے تنقیص کے معنی پیدا کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد میں نے گرجدار آواز میں دیوبندی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ حضرات کے یہاں القابات کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ عہد رسالت تک کو حاوی ہے تو اب آپ بریلی سے دیوبند آیئے اور اپنی شقاوتوں کی یہ بھیانک تصویر دیکھئے کہ خود آپ کے گھر میں تنقیص شان رسالت کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں۔

دیکھئے! یہ مرثیہ رشید احمد گنگوہی ہے۔ جس کے مرتب آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب ہیں۔ انھوں نے بالکل سرورق پر گنگوہی صاحب کو ان القابات سے ملقب کیا ہے۔

مخدوم الکل، مطاعُ العالم، یعنی سب کے مخدوم اور سارے عالم کے مطاع و مقتدا۔۔

اب آپ اپنی ہی منطق کی بنیاد پر یہ الزام قبول کیجئے کہ آپ حضرات گنگوہی صاحب کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین مخدوم العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والے سارے بنی نوع انسان کا مخدوم سمجھتے ہیں۔

میں نے کہا کہ مخدوم الکل کا یہ مفہوم آپ کی طرح میں کھینچ تان کر نہیں پیدا کر رہا ہوں بلکہ موجبہ کلیہ کا سور ہونے کی حیثیت سے لفظ کل کے وضعی اور اصطلاحی معنیٰ ہی یہ ہیں کہ اس کے دائرہ سے نسل انسانی کا ایک فرد بھی خارج نہ ہو۔ خوب غور سے سن لیجئے کہ دائرۂ اطلاق کی یہ وسعت خود لفظ کے اندر موجود ہے باہر سے یہ معنیٰ نہیں پہنائے گئے ہیں جب کہ اعلیٰحضرتؒ کا لفظ اپنے وضعی معنیٰ کے اعتبار سے دائرۂ اطلاق کی وسعت کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا اپنی بدنیتی کے

زیر اثر زبردستی آپ لوگوں نے اُسے غلط معنی پہنا دیا ہے۔

یوں ہی "مطاعُ العالم" کی ترکیب میں "عالم" کا لفظ بھی اپنی وضع ہی کے اعتبار سے زمان و مکان کی ہمہ گیر وسعت کو چاہتا ہے جس میں نہ کسی فرد کا استثنا ہے اور نہ کسی وقت کا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور مطاعُ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو معاذ اللہ گنگوہی صاحب کا محکوم اور اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر میں نے دیوبندی مناظر کو للکارتے ہوئے کہا کہ اعلیٰحضرت۔ کے لفظ پر آپ کے اعتراض کے جواب میں یہ ساری بحث میں نے صرف اس لئے اٹھائی ہے کہ آپ حضرات کو اپنی کج فہمی اور غلط اندیشی کا اندازہ ہو جائے۔

اب سنبھل جایئے! کہ آپ ہی کا اعتراض آپ پر الٹ رہا ہوں اب اپنی ہی تلوار سے آپ اگر لہولہان ہو جائیں تو میرے اوپر خون ناحق کا کوئی الزام نہیں ہے۔

بریلی کے ایک "اعلیٰحضرت" پر تو آپ لوگوں کے یہاں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے لیکن خود دیوبند کے بت خانے میں کتنے "اعلیٰحضرت" آپ لوگوں نے تراش کر رکھے ہیں شاید اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ قوت ضبط باقی ہو تو اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے اکابر پرستی کی یہ عبرت ناک داستان سنئے۔

یہ دیکھئے! میرے ہاتھ میں آپ کے گھر کی مستند کتاب تذکرۃ الرشید ہے جس کے مصنف آپ کے عظیم پیشوا مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ہیں۔ اس کی جلد دوم کے صرف چار صفحے میں انھوں نے اپنے خانوادے کے مرشد اعظم حاجی امداد اللہ صاحب کو گیارہ جگہ اعلیٰحضرت لکھا ہے ص ۲۳۷ پر چار جگہ، ص ۲۳۸ پر چار جگہ، ص ۲۳۹ پر ایک جگہ اور ص ۲۴۱ پر دو جگہ۔ خود گنگوہی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو تذکرۃ الرشید جلد اول کے ص ۱۲۸ پر چھپا ہے اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کو دو جگہ اعلیٰحضرت

لکھا ہے۔ اور جلد اوّل کے صفحہ ۱۳۰ صفحہ ۱۳۲ اور صفحہ ۱۳۶ پر آپ کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب نے خاص اپنے قلم سے حاجی صاحب کو تین جگہ "اعلیٰ حضرت" تحریر فرمایا ہے۔ اب دوسری کتاب ملاحظہ فرمائیے! ۔

تحفۃ القادیان، یہ کتاب بھی دیوبند سے شائع ہوئی ہے اس کے مصنف ہیں مولوی سیف اللہ صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند۔ اس کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

"بحکم سیدی و مولائی قطب ربانی حکیم الامۃ اعلیٰحضرت قاری طیب صاحب مدیر دارالعلوم دیوبند"

میرا وقت ختم ہو رہا تھا اس لئے حوالہ کی کتابیں بند کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو مخاطب کیا۔

آپ نے اپنے گھر کے "اعلیٰحضرتوں" کو سُن لیا۔ اب زحمت نہ ہو تو ان عبارتوں کے حوالے سے ذرا وہی الفاظ پھر دہرا دیجئے کہ ــــــ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا گنگوہی، اور مولانا تھانوی اپنے پیر و مرشد کو اعلیٰحضرت کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے . . . .

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور دارالعلوم دیوبند کے لوگ اپنے مہتمم صاحب کو "اعلیٰحضرت" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے . . . . .

ہم نہ کہتے تھے کہ اے داغ تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو . .

جب میں پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت کی خدا ترس آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ رہے تھے وہ مقدس لمحے میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا جب غوث الوریٰ کے دربار گہر بار کے ایک وارفتہ جگر درویش اور مسلک رضویت کے ایک پرسوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ کر میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں مچل مچل کر نہار رہا تھا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اعلیٰحضرت کے لفظ پر ایک ضمنی بحث کافی لمبی ہو گئی۔ اب چند سطریں خراجِ عقیدت کے طور پر بارگاہ اعلیٰحضرت میں نذر کر رہا ہوں۔

یہ داستان سننے کے قابل ہے کہ آج دنیا کے کروروں سنی مسلمان اعلیٰحضرت پر اپنی جان کیوں چھڑکتے ہیں اور مسلک اعلیٰحضرت کیا چیز ہے جس کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی ہے اعلیٰحضرت کے اندر دین وایمان کی وہ کون سی خوبی تھی جس کی وجہ سے "بریلوی" کا لفظاب سنی۔ صحیح العقیدہ حق پرست طبقے کا علامتی نشان بن گیا ہے۔

آپ گہرائی میں اتر کر فطرت انسانی کا جائزہ لیں گے تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائیگی کہ کسی کو ماننے کے لئے دو ہی طرح کے جذبے محرک ہوا کرتے ہیں۔

(۱) سیاسی مالی اور مادی اقتدار کی خواہش (۲) یا عقیدہ اور دینی قدروں کے ساتھ ہم آہنگی

مثال کے طور پر قادیانی مذہب کو لے لیجئے جو انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ایک باطل، جھوٹی اور مصنوعی نبوت کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا۔ اس کا باطل ہونا اتنا واضح اور روشن تھا کہ یہ مذہب جہاں سے شروع ہوا تھا وہیں اسے دفن ہو جانا چاہئے تھا لیکن انگریزی حکومت کے کاسہ لیس مادی اقتدار کی لالچ میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ دیدہ ودانستہ ایک سرتاسر جھوٹی اور مصنوعی نبوت پر وہ ایمان لائے اور ایک ایسے صریح کفر کو انھوں نے اپنے حلق کے نیچے اتار لیا جس کے کفر ہونے پر عہد صحابہ سے لے کر عہد حاضر تک پورے تسلسل کے ساتھ ڈیڑھ ہزار برس کی بوجھل شہادتوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

لیکن برطانوی حکومت کے بطن سے پیدا ہونے والا ایک بالکل جھوٹا مذہب صرف اسی لئے دنیا میں پھیل گیا کہ اس کے پیچھے مادی آسائش اور مادی منفعت کا جذبہ پوری طرح کارفرما تھا۔

یہی تاریخ تبلیغی جماعت کی بھی ہے۔ اس کی بنیاد بھی حکومت برطانیہ ہی کے سایۂ عاطفت میں رکھی گئی اور اسی کی مالی سرپرستی میں پروان چڑھی۔ یہ الزام نہیں ہے

کہ کوئی انکار کر دے بلکہ یہ سربستہ راز فاش ہی ان لوگوں نے کیا ہے جو تبلیغی جماعت کے اکابر کی حیثیت سے آج بھی اپنے گروہ میں جانے اور مانے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس خفیہ تعلق کی خود انھوں نے گرہ نہ کھولی ہوتی تو کسی کو بھی اس اسلام دشمن سازش کا سراغ تک نہیں ملتا۔ اور اب سعودی عرب کے ریال اور امریکہ و برطانیہ کی ہمنوا حکومتوں کے سیاسی اثر و رسوخ نے تبلیغی جماعت کو زمین کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ آپ تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام کا اگر غیر جانبداری کے ساتھ جائزہ لیں تو آپ کو پتہ چل جائیگا کہ ہوائی جہازوں کی پروازوں، دنیا کی سیر و سیاحت اور چلّے کے نام پر طویل طویل سفروں کے پیچھے مادی کشش کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں۔ دینی بے حسی کے اس دور بلا خیز میں عوام کی بھیڑ یونہی نہیں لگ رہی ہے۔

مادی اقتدار و سائنس اور مالی منفعتوں کی تحریک پر لوگوں کی پیش قدمی کے نمونے آپ کے سامنے ہیں۔ اب آیئے تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے۔ اب حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یہ منظر بھی دیکھئے کہ عقیدہ اور دین کی ہم آہنگی کی بنیاد پر کسی کے گرد لوگ کس طرح جمع ہوتے ہیں۔ مذہب اہل سنت اپنی پوری روایات و تفصیلات کے ساتھ چودہ سو برس سے منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں امت کے اکابر ائمہ، علماء عرفا، اور مشائخ و صالحین نے اس شجرۂ طیبہ کی آبیاری کی، اسے بادصرصر کے جھونکوں سے بچایا، اسے ہر طرح کے حوادث سے محفوظ رکھا تب جاکر آج دین کا یہ چمن ہرا بھرا نظر آ رہا ہے۔ اس کے گل بوٹے کھلے ہوئے ہیں اور اس کی خوشبو سے دل و دماغ معطر ہو رہے ہیں۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں جہاں دین حق کے نگہبان تھے، اس کی رگوں کے لئے خون فراہم کرنے والے جاں نثار تھے اس کے چہرے کا گرد و غبار صاف کرنیوالے محافظین تھے وہیں اس کے شفاف دامن پر گرد اڑانے والے بداندیش بھی تھے۔ اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ سازباز رکھنے والے منافقین بھی تھے جو ہمیشہ اس کوشش میں

لگے رہتے تھے کہ اسلام کے عقائد و روایات کا چہرہ مسخ کر دیا جائے۔ ماضی سے دین کا رشتہ منقطع کر دیا جائے تاکہ دین کے اندر ملحدانہ خیالات کے داخل ہونے کا دروازہ کھل جائے سلف صالحین نے کتاب و سنت کے نصوص احکام کی جو تشریحات کی ہیں ان کے خلاف امت میں بے اعتمادی پیدا کر کے خود اپنا سکہ چلایا جائے تاکہ امت کا شیرازہ بکھر جائے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور کے حق پرست علماء و عرفاء نے دین متین کے خلاف اٹھائے جانے والے فتنوں کا اس طرح سر کچل کر رکھ دیا کہ دین کا سرمایہ آج تک محفوظ ہے۔ ماضی کے ساتھ مربوط رہنے والی امت آج بھی موجود ہے لیکن فتنوں کے علمبردار فنا کے گھاٹ اتر گئے یہ بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ان کی راکھ اڑ کر کس شمشان گھاٹ میں دفن ہوئی۔ جبکہ دین حق کے محافظین رحمت الٰہی کے جوار میں دلوں پہ حکومت کر رہے ہیں۔ جہاں وہ لیٹ گئے ہیں ہر وقت پروانوں کے ہجوم میں۔ خزانۂ رحمت سے نور و سرور کی ایسی خیرات بٹ رہی ہے کہ ایک آن کے لئے بھی بارش نہیں تھمی۔

وہابیت نے بھی انگریزوں ہی کے ظل عاطفت میں جنم لیا ہے۔ یہ فتنہ اس وقت جوان ہو چکا تھا جب اعلیٰحضرت مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔ تقویۃ الایمان کے ذریعہ سارے ملک میں وہابیت کا فتنہ پھیل چکا تھا۔ اعلیٰحضرت کے پیدا ہونے سے پہلے سینکڑوں اکابر اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد و ابطال میں بیشمار کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ہندوستان کے صحیح الاعتقاد مسلمانوں نے وہابی مذہب کے خلاف اپنی نفرت و بیزاری کا بھرپور مظاہرہ کیا جب اس فتنہ کے علمبرداروں نے محسوس کیا کہ زمین تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ کتابوں اور مواعظ کے ذریعہ اب ہندوستان کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں کو بدلنا ممکن نہیں ہے تو انھوں نے دیوبند میں ایک بہت بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی تاکہ دینی تعلیم کے نام پر مسلمانوں کی نئی نسل کو متاثر کیا جائے اور انھیں شرک و بدعت کی تعلیم دیکر ہر گاؤں ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں وہابیت کا مبلغ پیدا کر دیا جائے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ تجربہ بہت کارگر ثابت ہوا۔ ہندوستان کے ہزاروں خاندان جو پیدائشی طور پر سنی صحیح العقیدہ تھے۔

گھر میں پیدا ہونے والے دیوبندی مولوی کے ذریعہ خراب ہوئے۔ سارا ملک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ دیوبند میں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے جہاں علمائے دین پیدا کئے جاتے ہیں۔ لیکن مدرسہ کس عقیدے کے لوگ چلا رہے ہیں، مذہب اہل سنت کے خلاف ان کا ناپاک منصوبہ کیا ہے، تعلیم کے نام پر وہ سنی مسلمانوں کے بچوں کے ذہن میں کس طرح کا زہر گھول رہے ہیں ان ساری تفصیلات سے ہندوستان کے اکثر مسلمان بالکل بے خبر تھے۔

ہندوستان کی مذہبی تاریخ کا یہی وہ خطرناک موڑ ہے۔ جہاں اعلیٰحضرت ہمیں ایک پرسوز چارہ گر ایک دردمند مصلح ایک غمگسار مسیحا، ایک بے باک رہنما اور ایک فرض شناس محافظ دین وملت کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اہل سنت پر ان کا یہ احسان ہم کبھی نہیں بھول سکیں گے کہ انھوں نے قلم کی تلوار اٹھا کر مذہب اہل سنت کے خلاف ایک منصوبہ بند سازش کو ناکام بنا دیا۔ ناموس رسول کے تحفظ کے لئے اعلیٰحضرت نے جس حوصلہ مندی کے ساتھ اپنی پوری زندگی کو داؤں پہ لگا دیا یہ انہی کا حصہ تھا۔ خدا نخواستہ انھوں نے فتنۂ وہابیت والحاد کے سیلاب پر بند نہ باندھا ہوتا تو آج اہل سنّت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہوتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ، چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوبصورت نقاب ڈال کر سامنے آیا ہو اعلیٰحضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا۔ باطل کی آمیزش سے اسلام کو پاک کرنے کے لئے انھیں چومکھی لڑائی لڑنی پڑی۔ فتنہ چاہے اندر کا ہو یا باہر کا ان کے قلم کی تلوار یکساں طور پر سب کے خلاف نبرد آزما رہی۔ عمل تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی تھی نہ کسی دولت مند کی منت پذیری۔ ایک بے قرار ناخدا کی طرح وسائل واسباب کی پروا کئے بغیر امت کی کشتی کو طوفان کی زد سے بچانے کے لئے وہ تن تنہا بپھری ہوئی موجوں سے لڑتے رہے۔ ان کے پاس دو عظیم طاقتیں تھیں جن کے بل پر انھوں نے ہر مہم کو سر کیا۔ پہلی طاقت عشق ویقین کی تھی جس نے انھیں دنیا کی ہر مادی قوت سے بے نیاز کر دیا تھا۔ خدائے قادر وقیوم کی غیبی تائید وکارسازی اور رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی چارہ گری پر انھیں اتنا اٹوٹ اعتماد تھا کہ کسی اور کی طرف دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ ان کے عشق ویقین کے واردات کا اگر آپ جائزہ لینا چاہیں تو حدائق بخشش کا مطالعہ کیجئے۔ ورق ورق پر کیف وسرمستی اور وارفتگی ونیازمندی

سے رنگارنگ پھولوں کا ایک چمن سجا ہوا ملے گا۔

اور دوسری طاقت علم وثقاہت کے رسوخ، معلومات کے نتیجہ، فکر ونظر کی گہرائی، خداداد قوت حافظہ وادراک کی عجوبہ کاریوں، اور قدسی روحانیت کی توانائیوں کی تھی۔ جن کے جلوے ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔

انہی خداداد نعمتوں، دولتوں اور قوتوں کی برکت سے وہ ہمیشہ اہل دول اور ارباب حکومت سے گریزاں رہے۔ کسی کے ایوان تک جانا تو بڑی بات ہے، انھوں نے تو اپنی مجلس میں بھی باریاب ہونے کی اس طبقے کو کبھی اجازت نہیں دی۔ والئ رامپور جو بڑوں بڑوں کے ممدوح رہ چکے ہیں، انھوں نے ہزار منت وسماجت کی کہ حضور والا میری دعوت کو پذیرائی کا شرف نہیں بخش سکتے تو مجھی کو باریاب ہونیکی اجازت مرحمت فرمائیے۔ لیکن اعلیٰحضرت نے اس کا بھی موقعہ انھیں نہیں دیا۔

ایک بار نانپارہ ضلع بہرائچ کے ایک صاحب جو اعلیٰحضرت کے مخلص ترین دوستوں میں تھے، بریلی تشریف لائے اور اعلیٰحضرت کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ راجہ صاحب نانپارہ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھ دیجئے تاکہ میں اپنی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کردوں اور انعام واکرام کی صورت میں کچھ میرے گزر بسر کا سامان ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی درخواست کے جواب میں بجائے منقبت کے فی البدیہہ ایک نعت شریف کا املا کرایا۔ یہ وہی مشہور زمانہ نعت شریف ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں ؞
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اس نعت شریف کے مقطع میں اعلیٰحضرت نے جس خوبصورتی کے ساتھ انکی درخواست پر طنز فرمایا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا ؞
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ذرا یہ صنعت شعری ملاحظہ فرمائے کہ نان پارہ کو الٹ کر "پارۂ ناں" کے لفظ

سے کتنا ایمان افروز اور خوبصورت مفہوم پیدا کر دیا۔

مسلک کا اختلاف اپنی جگہ پر ہے۔ لیکن زندۂ جاوید حقیقتوں کا بھی اپنا ایک مقام ہے اسے کیوں کر جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اعلیٰحضرت جیسا سرشار عاشق رسول جو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لئے اہل باطل سے ہمیشہ نبرد آزما رہا اور جس کے مشرب میں کسی دشمن اسلام سے مسکرا کر بات کرنا بھی ناموس عقیدت کی پیشانی کا ایک بدنما داغ تھا، اس کے بارے میں دیوبند کے ملت فروش یہ افترا کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ وہ انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے۔

اپنے چہرے کا غبار اعلیٰحضرت کے دامن پر ڈالنے والوں کو میں نے بار بار چیلنج کیا ہے کہ تم اگر اپنے دعوے میں سچّے ہو تو دوستوں کی نہیں، دشمنوں ہی کی مرتب کردہ تاریخوں میں کہیں یہ دکھلا دو کہ انگریزی حکومت کے کسی معتمد نے اعلیٰحضرت کی دعوت کی ہو، یا انگریزی حکومت کی طرف سے اعلیٰحضرت کو کوئی وظیفہ ملتا ہو یا کبھی کوئی ان کی مالی امداد کی گئی ہو، یا انگریزی حکومت کے عمائدین کے ساتھ اعلیٰحضرت کی کہیں ملاقات ہوئی ہو، یا اعلیٰحضرت اپنی زندگی میں ایک بار بھی کسی انگریز کی کوٹھی پر بغرض ملاقات تشریف لے گئے ہوں یا خود اعلیٰحضرت کے دولت کدے پر انگریزی حکومت کا کوئی نمائندہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہو۔ یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی کہیں دکھلا دو کہ اعلیٰحضرت نے نظم یا نثر میں انگریزی حکومت کی قصیدہ خوانی کی ہو۔ برخلاف اس کے دیوبندی اور قادیانی لٹریچر اس طرح کے واقعات و تحریرات سے بھرے پڑے ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت کے ساتھ دیوبند اور قادیان کے کتنے گہرے اور نیازمندانہ تعلقات تھے۔

ثبوت کے لئے دیکھئے زلزلہ، زیر و زبر، خون کے آنسو، منکرین رسالت کے گروہ اور اعیان وہابیہ وغیرہ۔

کئی سال ہوئے راجستھان میں "بولیا" نامی ایک مقام پر اہل سنت کا دیوبندیوں کے

ساتھ ایک مناظرہ ہوا تھا اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس دور کے اکابر اہل سنت میں سے حضرت مجاہد ملت مولینا محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ، سلطان المناظرین حضرت مولینا رفاقت حسین صاحب قبلہ استاذ العلماء حضرت مولینا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ، محسن ملت حضرت مولینا حامد علی صاحب فاروقی رائے پوری، خطیب مشرق حضرت مولینا مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں حضرت مولینا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی اور ربانی مناظرہ حضرت مولینا اسرار الحق صاحب شاہجہان پوری اسٹیج پر موجود تھے۔ مناظرہ کی حیثیت سے مذہب اہل سنت کی وکالت کے فرائض میں خود انجام دے رہا تھا۔

بحث کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیحضرت کے خلاف اسی طرح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے اپنی کتاب اعلام الاعلام بان الہند دارالاسلام میں برطانوی دور حکومت کے ہندوستان کو دارالاسلام لکھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انگریزی حکومت کو اسلامی حکومت اور انگریز کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے۔ انھوں نے یہ کتاب لکھ کر انگریزوں کا حق نمک ادا کیا ہے۔

میں نے الزامی جواب دیتے ہوئے کہا کہ برطانوی دور حکومت کا ہندوستان تو آپ حضرات کی نظر میں دارالحرب ہے لیکن یہ بتایئے کہ آج کے کانگریسی دور حکومت کے ہندوستان کو آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ دارالاسلام یا دارالحرب!

جواب دیتے وقت یہ بھی ذہن میں ملحوظ رہے کہ نظام حکومت اب بھی وہی غیر اسلامی ہے۔ صرف نظام چلانے والے ہاتھ بدل گئے ہیں تو یقین جانئے کہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دارالاسلام کہہ نہیں سکتے تھے کہ مسلمانوں سے شرم آرہی تھی اور دارالحرب کہتے ہوئے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی صاحب کا خطرہ تھا جو سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے اسی کشمکش میں وہ کوئی جواب نہیں دے سکے اور ہمارا سوال آج تک ان کے ذمہ قرض رہ گیا۔

لیکن میں نے جھوٹے کو آخری منزل تک پہنچانے کا تہیہ کر لیا تھا اس لئے میں نے اپنی گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

تعجب ہے آپ حضرات کی شرمناک جسارت پر! کہ: گھر کی خبر ہے نہ باہر کی۔ نہ کتابوں

سے شناسائی اور نہ فقہی مسائل واحکام سے کوئی سروکار! اندھیرے میں بیٹھ کر تیر چلاتے ہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ نشانے پر کون ہے۔

میں نے للکارتے ہوئے انھیں کہا کہ دیکھئے مولٰینا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کی یہ مجموعۃ الفتاوی جلد سوم ہے اس کے صـ۹۵ پر موصوف ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ سود گرفتن از ہنود جائز است یا نہ	ہندو سے سود لینا جائز ہے یا نہیں ؟۔
جواب۔ نہ! زیرا چہ در دارالاسلام سود دادن وگرفتن حرام است۔۔	نہیں! کیوں کہ دارالاسلام میں سود کالین دین حرام ہے۔

اس عبارت سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے میں نے دیوبندی مناظر کو للکارا کہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی آپ حضرات کے معتمد خاص میں ہیں۔ ان کے علم و تحقیق میں برطانوی دور حکومت کا ہندوستان دارالاسلام نہ ہوتا کہ تو وہ ہندوستان میں سود کے عدم جواز کا فتویٰ ہرگز نہیں دیتے۔

کیا ان کے بارے میں بھی آپ یہ افترا کریں گے کہ وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟

اس کے بعد گرجتے ہوئے میں نے کہا کہ یہ تو باہر کی بات تھی اب آیئے اپنے گھر کا جائزہ لیجئے۔

یہ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی جلد اس کے صـ پر ایک سوال کے جواب میں "بندہ رشید احمد" تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مدلل ارقام فرمائیں۔

جواب۔ دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علمائے حال میں ہے۔ اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب۔ بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔

واضح رہے کہ سوال کرنے والے نے برطانوی دور حکومت ہی کے ہندوستان کے بارے میں سوال کیا تھا اور "بندہ" نے اسی دور کے ہندوستان کے بارے میں جواب دیا تھا

کہ اکثر علماء اسے دارالاسلام کہتے ہیں۔

پھر میں نے دیوبندی مناظر اور اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ان کے سارے ہمنواؤں کو للکارتے ہوئے کہا کہ اُن اکثر علمائے کرام کے بارے میں آپ حضرات کیا فرماتے ہیں۔؟ کیا وہ بھی انگریزی حکومت کے ایجنٹ تھے اور کیا وہ بھی انگریزوں کو ظل اللہ فی الارض سمجھتے تھے؟

میرا وقت چونکہ ختم ہو رہا تھا اس لئے یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی بات پوری کر دی کہ آپ حضرات نے اعلیٰحضرت کی کتاب اعلام الاعلام کا صرف نام ہی سنا ہے۔ پڑھا نہیں ہے ورنہ آپ حضرات کے بھی علم کا افلاس دور ہو جاتا اور "بندہ" کی تہی دامنی بھی ختم ہو جاتی۔ اور ہندوستان دارالاسلام ہے اس کے ثبوت میں اعلیٰحضرت نے فقہ حنفی کی کتابوں سے دلائل کے جو انبار جمع کئے ہیں اس کا بھی مشاہدہ ہو جاتا اور ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے پر اعلیٰ حضرت کو جن لوگوں نے انگریزی حکومت کا ایجنٹ کہا ہے ہمیشہ کے لئے ان کے جھوٹ کا پردہ بھی فاش ہو جاتا۔ لیکن اس بدقسمتی کو دیکھنے کی آپ حضرات کو توفیق ہی نہیں ملی۔

مقدمہ کی آخری سطریں لکھتے ہوئے میں اپنی اس حسرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں چاہتا تھا کہ سعودی عرب سے شائع ہونے والی "البریلویۃ" نامی کتاب میں "سوانح اعلیٰحضرت" کے جو گمراہ کن حوالے دیئے گئے ہیں ان کا بھی پردہ فاش کر دوں لیکن افسوس کہ "البریلویۃ" نام کی وہ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے دہلی میں چھوڑ کر چلا آیا ہوں۔

ویسے اپنے قارئین کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ جب بھی مجھے موقعہ ملے گا میں اس قرض سے سبکدوش ہونے کی ضرور کوشش کروں گا۔

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

ارشد القادری
مہتمم مدرسہ فیض العلوم جمشید پور ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

قصیدۂ تاریخی

نضرِ فردوس

۱۴۰۰ھ

درشان اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات محمد نعیم الدین صدیقی قادری رضوی نوری
گورکھپوری نائب شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی

بسمِ اللہِ الرحمٰنِ الرحیم

اے امام اہلسنت تاجدار علم وفن
خوب کی تجدید ملت تم نے اے سروِ چمن
نائبِ شاہِ دُلہا[عه] ہو جانشین اولیاء
رونق بزم طریقت واقفِ بِسرّ وعلن
یادگار بوحنیفہ[عه] غوث[سه] اعظم کے شبیہ
نازشِ مردانِ حق ہو زینت باغ وچمن

عه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عـه رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سه رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تیرے علم و فن کا ہے وہ دبدبہ، جاہ و شکوہ
جھک گئے سب تیرے آگے فیلسوفانِ زمن
تم نے ہی البرٹ جیسے نامور کو دی شکست[1]
جس کا شاہد ہے ابھی وہ نیرِ چرخِ کہن
رسمِ بسم اللہ میں تھا کس قدر اونچا سوال[2]
محو حیرت انجمن تھی واہ یہ نوری ذہن
حلقۂ بیعت میں آتے ہی ہوئے شیخ اجل[3]
یعنی اول ہی سے تم ہو پاک طینت پاک تن
مست دل مجذوبِ[4] حق بھی رہتے تم سے باادب
اہل باطن کی نگاہوں میں ہو ایسے باوزن
نقشبندی، قادری، چشتی سہروردی کے تم
ہو امیرِ کارواں مقبولِ ربِّ ذوالمنن
دینِ حق کی خدمت و احیائے سنت کے سبب
اعلیٰحضرت آپ کو کہتے ہیں سب اہلِ سنن
کیوں نہ ہو چرچا تمہارا باعثِ کیف و سرور
محسنِ ایمان و دیں ہو صاحبِ خلقِ حسن
عظمتِ شانِ نبی[5] کا تم نے وہ خطبہ دیا
جان و تن میں نور آیا بڑھ گئی دل کی لگن
بدنہادوں بدعقیدوں سے ہمیں نفرت ہوئی
اے جزاک اللہ عنا آپکے ہیں یہ منن

---

[1]، [2]، [3]، [4] ان امور کی تفصیل زیر نظر کتاب میں ملاحظہ ہو۔
[5] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دین کش اُن ڈائنوں کو تم نے بے پردہ کیا
سرزمینِ نجد سے جو بن کے آئی تھیں دُلہن
شاطرانِ دین تم سے کانپتے تھے بالیقیں
نام حق سنتے ہی ان کے ہوش ہو جاتے ہرن
تم سے تھرّاتا رہا باطل پرستوں کا غرور .:.
جس کا شاہد ہے زمانہ اور خود تھانہ بھون
تھا ترا سیف قلم اعدا کے حق میں خوں فشاں
رزم گاہِ حق و باطل میں رہا تو صف شکن
کر دیا باطل کو تم نے سرنگوں پیوندِ خاک
دشمنِ دیں کو کہاں ہے اب مجالِ دم زدن
تھا رہا کا لفظ ہے سب ماضی کی اک خبر
بالیقیں اب بھی وہی ہو شیرِ حق باطل شکن .:.
چشمِ ظاہر سے تمہاری دید ہو سکتی نہیں .:.
ورنہ پائے ناز پہ رکھتے سبھی اپنا دہن .:.
فرش سے ماتم اُٹھا جب تم چلے سوئے جناں
عرش پہ دھومیں مچیں لو آگیا فخرِ زمن .:.
آپ کی رحلت کو اک عرصہ ہوا لیکن حضور .:.
ہو وہی خورشیدِ تاباں جس کی پھیلی ہے کرن
گلشنِ اسلام کے گلہائے خوباں میں شہا .:.
سرخ گل ہو یا کہ نرگس، نسترن ہو یا سمن .:.
دیکھے ہیں چشمِ فلک نے کیسے کیسے مہ جبیں .:.
ان حسینوں میں ہو تم بھی روح پرور ضو فگن

عشقِ محبوبِ[2] خدا کی تم کو وہ خوشبو ملی
جس کے بوئے مست سے ہے منفعل مشک ختن
مصطفٰے[1] پیارے کے در سے تم کو وہ شوکت ملی
جس پہ ہوتا ہے نچھاور تاج شاہی کا پھبن
بارگاہِ نور سے تم کو وہ تابانی ملی
جس کے آگے ہے خجل دُرِ عدن لعل یمن
ملت بیضاء پہ آیا ہے بلاؤں کا ہجوم
ہر طرف اک شور و شر ہے آگیا دورِ فتن
پاسبانِ دین و ملت بے حسی کے ہیں شکار
بحر غم میں ہے سفینہ اور دریا موج زن
امتِ خیرالورٰی[3] ہے بے قرار و اشک بار
اب ذرا پردہ اٹھاؤ کھول دو بند کفن
پھر وہی تیرا قدم ہو تیری محفل کی بہار
رنگ لائے گلستاں کا فور ہو رنج و محن
بارگاہِ ناز میں حسن عقیدت سے حضور
پیش کرتے ہیں سلامی ہم سبھی اہل سُنن
اے سراپا خیر و برکت رہبر حق زندہ باد
پیکر رشد و ہدایت خوبرو شیریں دہن
نغمہ سنجی زمزمہ خوانی مرا مقصد نہیں
ہے مجھے محبوب یوں ہی آپ کا ذکرِ حسن

---

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ [2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
[3] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کے اوصاف تک کس کی رسائی ہو بھلا
ہو نبیؐ کے معجزہ بس ختم ہے اس پہ سخن

عرض کرتا ہے نعیمؔ قادری با صد ادب!
ہم پہ برساؤ شہا! اب خاص نعمت کی بھرن

ؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تحفۂ سلام

بر امام اہل سنّت مجدّد دین وملّت اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

(از جناب کیفی صاحب ساکن بکسر ضلع شاہ آباد (آرہ) بہار)

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تجدید ملّت کی
سلام اس پر کہ جس نے خدمتِ احیائے سنّت کی

سلام اس پر کہ جس نے راہ دکھلائی شریعت کی
سلام اس پر کہ جس نے راہ بتلائی طریقت کی

سلام اس پر کہ جس نے عزت شان نبوت کی
سلام اس پر کہ جس نے حرمت جان رسالت کی

سلام اس پر کہ جس نے رمز قرآنی کو بتلایا
سلام اس پر کہ جس نے معنیٔ مستور سمجھایا

سلام اس پر کہ جس نے حل کئے عقدے مسائل کے
سلام اس پر طریقے جس نے بتلائے دلائل کے

سلام اس پر کہ جس نے رد کئے باطل عقائد کو
سلام اس پر کہ کچلا جس نے ان حشو وزوائد کو

سلام اس ذات پر جو واقفِ سرِ حقیقت تھی
سلام اس ذات پر جو ہادیٔ راہِ طریقت تھی

سلام اس ذات پر جو بزم آرائے شریعت تھی
سلام اس ذات پر جو پاسبان دین فطرت تھی

سلام اس ذات پر جو صاحبِ عشق نبوت تھی
سلام اس ذات پر جو شارح حسن ومحبت تھی

سلام اس ذات پر جو چشمۂ جانِ عقیدت تھی
سلام اس ذات پر جو صاحب حسنِ بصیرت تھی

سلام اس پر کہ جس کے روبرو خم یہ زمانہ ہے
اور اس کیفی کو بھی جس سے عقیدت والہانہ ہے

تاثر گرامی

شاہزادہ اعلیٰحضرت پیشوائے اہلسنت حضرت مولانا الحاج مُصْطَفٰی رَضَا خَانْ قادری نوری مفتی اعظم ہند و پاک علیہ الرحمۃ والرضوان

سوانح اعلیٰحضرت جب پہلی بار ربیع الاوّل شریف ۱۳۸۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۳ء میں طبع ہوئی تو میں نے اس کے دو نسخے حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی مقیم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کی خدمت میں ذریعۂ ڈاک ارسال کئے کہ ایک نسخہ خود آپ قبول فرمائیں اور دوسرا نسخہ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ کی خدمت میں میری جانب سے پیش کردیں۔ مولانا موصوف نے پیکٹ وصول کرکے کتاب کا ایک نسخہ حضور کی خدمت میں پہونچایا اور ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۳ ہجری کو انھوں نے وصولیابی سے مطلع کرتے ہوئے میرے نام ایک مکتوب بھیجا جس کے ایک گوشے پر حضور مفتی اعظم ہند قبلہ نے خود دست پاک سے یہ حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے وَھُوَ ھٰذَا

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَتُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَبَرَکَاتُہٗ۔ مَاشَاءَ الْمَوْلٰی سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی مجھے یہ سوانح بہت پسند آئی مولیٰ کریم آپ کی یہ خدمت دینی قبول فرمائے اور مزید توفیق بیش از بیش دے۔

فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہٗ

ضروری اعلان

ہر خاص و عام کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ سوانح اعلیٰحضرت کے قدیم نسخہ کی طباعت واشاعت ممنوع ہے۔

زیر نظر جدید سوانح اعلیٰحضرت کو جو شخص طبع کرانا چاہے وہ مصنف سے اجازت حاصل کرلے۔

المعلن

بدرالدین احمد قادری رضوی

مدرسہ غوثیہ بڑھیا پوسٹ کھنڈسری

ضلع بستی

۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۶ فروری سنہ ۱۹۸۴ء

دوشنبہ مبارکہ

۷۸۶
۹۲

انتساب

نہایت خلوص وصد ہزار عقیدت کے ساتھ ہم اپنی اس ترتیب کو شاہزادۂ اعلیٰحضرت سراپا برکت پیشوائے اہلسنت حضرت مولٰنا الحاج مصطفٰے رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی و اسم گرامی سے منسوب کرتے ہیں۔

بدرالدین احمد قادری گورکھپوری
خادم مدرسہ غوثیہ۔ بڑھیا، کھنڈسری
ضلع بستی (یو۔ پی)

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب	۶
۲	مقدمہ	۴۱
۳	ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم	۴۴
۴	نام نہاد امیر المومنین	۴۷
۵	انگریز کا وفادار سپاہی	۴۹
۶	بانی نیچریت	۵۷
۷	سرسیدؔ کی اندھی تقلید کا نتیجہ	۶۲
۸	شاعر نیچریت	۶۴
۹	بناوٹی پیغمبر	۶۵
۱۰	ناشر دہریت	۶۷
۱۱	پرستاران نیچریت اور انگریز	۷۲
۱۲	انگریزوں کے جان نثار علماء	۷۵
۱۳	برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ	۸۲
۱۴	مجدد اعظم کی آمد	۸۹
۱۵	اعلیحضرت کا نسب نامہ	۹۳
۱۶	اعلیحضرت کی ولادت باسعادت	۹۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	بسم اللہ خوانی	۹۶
۱۸	اعلیٰحضرت کی تصانیف	۱۰۱
۱۹	اعلیٰحضرت کے وہبی علوم	۱۰۲
۲۰	ڈاکٹر سر ضیاء الدین بارگاہِ رضوی میں	۱۰۳
۲۱	امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشن گوئی	۱۰۶
۲۲	وائس چانسلر علی گڑھ کا سفر جرمنی منسوخ	۱۱۱
۲۳	بچپن کے حالات	۱۱۶
۲۴	زندگی مبارک کے عام حالات	۱۱۸
۲۵	سنی اور وہابی کی پہچان	۱۲۰
۲۶	مولانا نور فرنگی محلی اور علی بخش وزیر	۱۲۶
۲۷	حضرت شاہ ولی اللہ اور بادشاہ دہلی	۱۲۸
۲۸	مجدد کی شناخت اور مجددین کی فہرست	۱۳۶
۲۹	چودھویں صدی کا جلیل القدر مجدد	۱۳۹
۳۰	مجدد اعظم رزم گاہ حق و باطل میں	۱۴۱
۳۱	وہابیت کا ہولناک فتنۂ عظیم	۱۵۷
۳۲	شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی و علامہ خیرآبادی	۱۶۴
۳۳	مولانا منور الدین دہلوی	۱۶۸
۳۴	مولانا شاہ فضل رسول بدایونی	۱۷۱
۳۵	مولانا شاہ احمد سعید مجددی	۱۷۷
۳۶	بصیرت افروز ضروری تنبیہ	۱۸۰
۳۷	ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین	۱۸۷
۳۸	مولانا عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی (آسام)	۱۹۶
۳۹	فتنۂ وہابیت کی بیخ کنی پر کوشش بلیغ کی وجہ	۲۰۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۰	فرضیتِ تکفیر کا مسئلہ	۲۱۹
۴۱	دیوبندیت کے بانی اول کا عقیدۂ ختم نبوت سے انکار	۲۲۵
۴۲	دیوبندیت کے بانی دوم اور وقوع کذب کا عقیدۂ باطل ..	۲۳۱
۴۳	مولوی رشید احمد مولوی خلیل احمد کی بارگاہِ رسالت کے خلاف شدید ترین گستاخی	۲۳۳
۴۴	مبلغ وہابیت مولوی اشرف علی تھانوی کی بارگاہِ نبوت میں سخت ترین گالی	۲۳۴
۴۵	حسام الحرمین	۲۳۶
۴۶	اسمائے گرامی علمائے مکہ معظمہ	۲۳۷
۴۷	اسمائے گرامی علمائے مدینہ طیبہ	۲۳۸
۴۸	الصوارم الہندیہ اور دو سو اڑسٹھ (۲۶۸) علمائے اسلام	۲۳۹
۴۹	نمائندہ وہابیہ کا فیصلہ کن بیان	۲۴۱
۵۰	فیض آباد، یوپی کا تاریخی مقدمہ	۲۴۲
۵۱	مجسٹریٹ کا فیصلہ	۲۴۶
۵۲	سشن جج کا فیصلہ	۲۴۸
۵۳	مجسٹریٹ اور جج کے فیصلوں کا اصل انگریزی متن	۲۵۱
۵۴	مکفر المرتدین	۲۸۴
۵۵	پھر مکفر المسلمین کون ہے	۲۹۰
۵۶	دوسرا مکفر المسلمین	۲۹۴
۵۷	تیسرا مکفر المسلمین	۲۹۶
۵۸	چوتھا مکفر المسلمین	۲۹۷
۵۹	حرمین مقدسین میں دوبارہ حاضری	۲۹۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۰	فاضل جلیل مولٰنا سیّد اسمٰعیل مکی علیہ الرحمہ	۲۹۹
۶۱	مولٰنا شاہ سلامت اللہ رام پوری علیہ الرحمہ	۳۰۱
۶۲	دولت مکیہ	۳۰۳
۶۳	شاہ حجاز کا دربار پروقار	۳۰۶
۶۴	خطرناک منصوبہ	۳۰۸
۶۵	گورنر مکہ مکرمہ	۳۰۹
۶۶	رئیس العلماء کی خدمت میں رشوت کی پیش کش	۳۱۰
۶۷	مولٰنا عبد اللہ بن صدیق مفتی حنفیہ	۳۱۲
۶۸	حسام الحرمین پر علماء کی تقریظات	۳۱۶
۶۹	علمائے جعفر بارگاہِ رضویہ میں	۳۱۶
۷۰	سرکار اعظم مدینہ طیبہ کو روانگی	۳۱۹
۷۱	ایک مخالف مدینہ طیبہ کے جیل خانہ میں	۳۲۰
۷۲	عالم بیداری میں زیارت کی دولت کبریٰ	[illegible]
۷۳	اعلیٰحضرت علمائے مدینہ کے جھرمٹ میں	۳۲۳
۷۴	ہندوستان کو واپسی	۳۲۶
۷۵	زمانۂ قریب کے علمائے مکہ	۳۲۷
۷۶	قاضی القضاۃ مولٰنا سید محمد علوی	۳۲۸
۷۷	علامہ شیخ محمد الجزائری	۳۳۰
۷۸	مولٰنا عبد الرحمٰن درویش	۳۳۲
۷۹	تلامذہ	۳۳۳
۸۰	مشاہیر خلفاء	۳۳۴
۸۱	قطب الوقت مظہر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۳۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۲	ملفوظات شریف	۳۴۰
۸۳	مجاہدہ	۳۴۱
۸۴	عزلت نشینی	۳۴۲
۸۵	بیعت	۳۴۴
۸۶	فنافی الشیخ کا مرتبہ	۳۴۵
۸۷	سیرالی اللہ وسیرفی اللہ	۳۴۶
۸۸	رجال الغیب	۳۴۶
۸۹	مجذوب	۳۴۷
۹۰	غوث وافراد کا بیان	۳۴۸
۹۱	دست غیب وکیمیا	۳۵۲
۹۲	ظہور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	۳۵۳
۹۳	جٹا دھاری فقیر	۳۵۴
۹۴	روح وجسم کی عام فہم تمثیل	۳۵۶
۹۵	شہنشاہ اقلیم سخن	۳۵۷
۹۶	امتیازی خصوصیات	۳۶۱
۹۷	حدائق بخشش سے چند نعتوں کا انتخاب	۳۶۳
۹۸	کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن	۳۷۲
۹۹	شاہ رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا ترجمہ	۳۸۲
۱۰۰	مسافر عالم بالا کی پیشین گوئی	۳۸۳
۱۰۱	پندونصیحت کی آخری مجلس	۳۸۵
۱۰۲	دست حق پرست کی آخری تحریر	۳۸۷
۱۰۳	شہید محبت کی دنیا سے روانگی کا ایمان افروز منظر	۳۸۸
۱۰۴	اعلیحضرت بارگاہ رسالت میں	۳۹۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۵	مزار پر انوار	۳۹۴
۱۰۶	نادر روزگار تصانیف و حواشی	۳۹۴
۱۰۷	تفسیر حدیث	۳۹۵
۱۰۸	عقائد و کلام	۳۹۶
۱۰۹	فقہ تجوید	۳۹۷
۱۱۰	تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر	
۱۱۱	تاریخ، سیر، مناقب	۳۹۹
۱۱۲	ادب، نحو، لغت عروض	
۱۱۳	علم زیجات	۴۰۰
۱۱۴	علم جفر و تکسیر	۴۰۰
۱۱۵	جبر و مقابلہ	۴۰۰
۱۱۶	علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم	۴۰۰
۱۱۷	توقیت، نجوم، حساب	۴۰۱
۱۱۸	ہیئت، ہندسہ، ریاضی	۴۰۱
۱۱۹	فلسفہ منطق	۴۰۲
۱۲۰	شجرہ علیہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ	۴۰۴
۱۲۱	سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ عظام کی تاریخہائے وصال اور ان کے مزارات مقدسہ	۴۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین الذی جعل نبیّنا عالما بمغیبات الاولین والآخرین واکمل الصلوٰۃ وافضل السلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہ المکرمین واصحابہ المعظمین وازواجہ امھات المومنین وعلی علماء شریعتہ واولیاء طریقتہ وشھداء محبتہ لاسیّما الامام الاعظم ابی حنیفۃ قدوۃ المجتھدین والغوث الاعظم السیّد عبد القادر محی الملۃ والدین والمجدد الاعظم اعلیحضرت احمد رضا شایخ الاسلام والمسلمین

مقدّمہ

دنیائے سنّیت کا وہ عظیم المرتبت تاجدار جس نے اجڑے ہوئے گلستاں کو نئی زندگی دی جس نے اپنی شیریں بیانی سے بچھڑے لوگوں کو قریب کیا جس نے اپنے زورِ تقریر سے بیدینوں کا منہ بند کر دیا جس نے اپنے سیف قلم سے سرکش باطل پرستوں کو مجروح و مردہ کر دیا جس نے گلشن عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہرا بھرا بنایا جس نے گمراہوں کو راہ حق دکھانے میں بے پناہ کوششیں صرف کیں، جس نے ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو اسلام وسنّیت کا حلقہ بگوش بنایا جس نے عرب وعجم، حل وحرم میں دشمنان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر برقِ خاطف گرائی، جس نے بارگاہِ احدیت کی عزت وجلالت اور سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزمت و حرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجایا۔ جس نے ہیبت حق

کا سکہ سب کے دلوں پر بٹھایا، جس نے بڑے بڑے فلاسفروں کو اپنے خداداد علوم کی تابناک شعاعوں سے چکا چوندھ کر دیا، جس نے شریعت مقدسہ کی اتباع اور دین حق کی خدمت میں پوری زندگی گذار دی، جس کو دنیا اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے آپ کے حالاتِ زندگی پیش کرنے سے پہلے جب تک محترم ناظرین کی نگاہوں کے سامنے ۱۸۵۷ء کے دور ماقبل و مابعد میں آندھیوں کی طرح دوڑنے والے فتنوں اور سیلاب کی طرح بڑھنیوالی گمراہیوں کا نقشہ نہ آجائے۔ اس وقت تک آپ کے احیائے سنّت و تجدید دین اور آپ کے جلیل القدر اسلامی کارناموں کی اہمیت کا صحیح اندازہ محترم ناظرین کو نہیں ہو سکتا اس لئے سوانح اعلیٰحضرت پیش کرنے سے پہلے ہم نے دشمنانِ اسلام و شاطرانِ فرنگ کے خطرناک منصوبوں اور مسلمان کہلانے والے لیڈروں "اسلامی روپ دھارنے والے مُلّاؤں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

وہ کون بیدرد تھے جنھوں نے اسلام کے ہرے بھرے چمن کو اجاڑ دینے کی کوشش کی، وہ کون مجاہدین تھے جنھوں نے تاجرانِ فرنگ کی حمایت میں خود مسلمانوں کے خون سے سرحد کی زمین رنگین بنائی، وہ کون لیڈر تھے جنھوں نے مقدس اسلام کی مضبوط بنیادوں کو ہلا دینا چاہا وہ کون ڈاکو تھے جو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹتے رہے، وہ کون مُلّا تھے جن کی پوری زندگی انگریزوں کی دلی خیر خواہی میں ختم ہوئی، وہ کون مفتی تھے جنھوں نے انگریزی نظام حکومت کو برضا و رغبت قبول کرکے انگریزوں پر جہاد کرنا حرام قرار دے رکھا تھا، وہ کون آلۂ کار تھے جو فرنگیوں کے اشارے پر مسلمانوں کا دینی شیرازہ بکھیرتے رہے، وہ کون صیاد تھے جو اسلامی بولی بول کر مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی کے جال میں پھانستے رہے۔ وہ کون ایجنٹ تھے جو سوداگرانِ انگلستان کے ایما پر مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکاتے اور انھیں آپس میں لڑاتے رہے اور وہ کون مردِ مومن مُؤَیَّدٌ مِنَ اللّٰہ تھا جس نے انگریزوں کی خلاف اسلام ریشہ دوانیوں کو کاٹ کر پھینک دیا اور برٹش کے دلی خیر خواہوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ ان سب سوالوں کے مفصّل جواب آئندہ اوراق میں نمبروار عنوانوں کے ماتحت ملیں گے۔

جو شخص ناحق طرفداری کے دباؤ سے بے نیاز ہو کر اس تاریخی کتاب کا مطالعہ کر ڈالے

تو فضل الٰہی سے پوری امید ہے کہ وہ علمائے حق وحامیان باطل کی شناخت نہایت آسانی سے کرے گا اور پھر آخر میں اسے یہ کہنا پڑے گا کہ اے معبود حقیقی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے ہمیں احمد رضا جیسا جلیل الشان امام عطا فرمایا جو بیک وقت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور سیدنا غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مظہر و آئینہ ہے۔

ہندوستان میں انگریزوں کا پہلا قدم

جب انگریزوں نے ہندوستان کی سیاست میں مداخلت کرکے اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو اس کے ساتھ ہی انھیں انگریزی سلطنت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی زبردست فکر دامن گیر ہوئی پھر چونکہ سب سے بڑا خطرہ ان کو مسلمانوں سے تھا کیونکہ ہندوستان کی حکومت انھوں نے مسلمانوں ہی سے چھینی تھی اس لئے انھوں نے غور وخوض کے بعد یہ طے کیا کہ جب تک مسلم قوم کا ایمان واسلام باقی اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے اس وقت تک ہندوستان میں انگریزی حکومت کا قدم نہیں جم سکتا لہذا مسلمانوں کو ان کے ایمان و عقیدہ سے برگشتہ کرنا اور ان کی اجتماعی طاقت کو پاش پاش کردینا انتہائی ضروری ہے پھر اس خطرناک اسکیم کے ماتحت انگریزوں نے کرائے کے مولویوں اور لیڈروں کو اس کام پر تیار کیا! کہ وہ مسلمانوں کے اندر قرآنی آیات اور حدیثیں سنا کر ان کے دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔

شہر ناسک مہاراشٹر کے باشندہ مولانا سید عبدالفتاح عرف مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی نے ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء عیسوی میں ایک کتاب تحفۂ محمدیہ تصنیف کی ہے۔ جس میں موصوف نے وہابیوں کی تردید کرتے ہوئے ان کے مکر وفریب کو خوب بے نقاب فرمایا ہے اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ————

ایک معتبر عالم دین دار ساکن اکبرآباد فرماتے ہیں کہ جب میں نے دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کرکے کلکتہ میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث وتفسیر کا فائدہ علمائے دین دار سے حاصل کیا تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی وغیرہ مولوی انکے نوکر ہیں مجھے بلایا اور پچاس روپیہ

میرا ماہوار مقرر کر کے ایک مہینہ پیشگی دیا اور ایسا کہا کہ جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے جا رہو
اور ہندی ترجمہ حدیث و تفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق
اور میں اسی کا تابعدار ہوں مگر ہرگز علم صرف و نحو اور فقہ، عقائد و کلام وغیرہ مت پڑھائیو اور یہ
(پچاس روپیہ) ماہوار تم کو ہمیشہ ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار
بھی ہو جائیگا اور چند قاعدے اس کے کل فلانے مولوی کے ہاتھ سے ہم تم کو بھیج دیں گے۔ تب
دوسرے دن وہ (فلانے) مولوی میرے گھر آئے اور کہا کہ تم بھی ہمارے (انگریز) پادری صاحب
کے نوکر ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بہت اچھا ہوا قریب چالیس اچھے نامدار مولوی، اطراف ہندوستان
عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی نوکر ہیں اور کئی عربستان میں پہونچے ہیں اور دس، پندرہ روپیہ ماہوار سے
پچاس روپئے تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے جہاں رہیں ماہ بماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا قاعدہ یہ ہے کہ
ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور (اپنے) شاگردوں کو سکھانا
کہ چار مذہبوں (مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سے پھریں اور مسلمانوں کا اجماع و اتفاق دینی
بالکل ٹوٹ جاوے اور انبیاؑ و اولیاء سے بد اعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز فاتحہ چھوڑ دیویں ــــ
میں نے کہا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہو گا۔ (انگریز کے نوکر) اس مولوی نے
کہا کہ بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپیہ
دے کر (انھوں نے) ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل
بن گئے یہ تو اپنے دل سے مسلمان محمدی ہیں اور بدعتی لوگوں کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر و حدیث
کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے۔ تم بے فکر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کر لو اور تمہارے وطن میں
خواہ اور کوئی شہر میں جا رہو ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور
(تمہارے) مرید و شاگرد بنے اس کا رپورٹ ہر برس لکھ بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی مولوی، پادری
صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان
کے اسامی (ناموں) کی فہرست ہے۔ میں نے دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی خود کو سید احمد
صاحب کا چھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور (اپنا) مرید و شاگرد بناتے
ہیں مگر بیشتر لکھنوی، بنگالی، بنارسی وغیرہ رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب جال

کا پیشہ اختیار کئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت کیا وہ پیشگی رقم اسے بھیجے دیا اور کہا کہ اگر پادری صاحب ہزار روپیہ ماہوار دیں گے تو یہ کام اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہو گیا تھا کہ بے محنت پچاس روپئے ملتے ہیں قبول کرلوں مگر اللہ پاک نے مجھے بچایا۔ (تحفۂ محمدیہ مطبوعہ لیتھو برقی پریس نئی سڑک کان پور صا۳۱ ، صا۳۲)۔۔۔۔۔

حوالۂ مذکور بالا سے دن دوپہر سورج کی طرح واضح ہو گیا کہ دشمنان اسلام انگریزوں نے کثیر دین فروش ملاؤں، مولویوں، پیری مریدی کا دھندھا کرنے والوں کو باضابطہ ماہوار تنخواہ پر نوکر مقرر کیا تھا تا کہ یہ عیار و مکار مولوی اور پیر مسلمانوں کو پرانے اسلامی عقائد سے برگشتہ کر کے ان میں نئے باطل عقائد پھیلائیں اور حضرات انبیاء کرام و اولیائے عظام سے مسلمانوں کا رشتہ کاٹ دیں۔ اس چور تحریک سے انگریزوں کا مقصد یہ تھا کہ جب ہمارے نوکر مولویوں اور پیروں کی تعلیم و تبلیغ سے بہتیرے مسلمانوں کے عقائد خراب ہو جائیں گے۔ تو پرانے اور نئے عقائد والے مسلمان آپس میں لڑیں اور جھگڑیں گے اور مختلف جماعت میں بٹ کر تتر بتر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان ہوشیار مولویوں اور چالاک لیڈروں نے پہلے تو اپنے نمائشی اعمال کا ڈھونگ رچا اسلام کے خادم بنے، قرآن کے حافظ اور حدیث کے محدث بنے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر پاک کر کے خود روئے اور مسلمانوں کو خوب خوب رلایا پھر جب ان کا عالمانہ عاشقانہ اور صوفیانہ سکہ مسلمانوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گیا تو انگریزی سازش کے مطابق قرآن کی آیتیں پڑھ کر حدیثیں سنا کر باطل اور کفری عقیدے پھیلانے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان میں مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کا شیرازہ بکھر گیا ان کی اجتماعی قوت پاش پاش ہو گئی سادہ لوح مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ راستہ وہی سیدھا اور عقیدہ وہی حق ہے جو یہ مولوی اور لیڈر حضرات بتا اور سکھا رہے ہیں کیوں کہ یہ لوگ مولٰینا، محدث، صوفی اور مصلح ہیں اور پھر بار بار آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کر رہے ہیں ۔۔۔۔۔ افسوس اور ہزار افسوس اگر وہ مسلمان کسی طرح آگاہ ہو گئے ہوتے کہ یہ خطرناک جال عیسائی کہلانیوالے انگریزوں کا بچھایا ہوا ہے اور ان کے یہ مقرر کئے ہوئے مولوی اور لیڈر دین کے بھیڑیے ہیں جو اسلام کا لباس پہن کر سامنے آئے ہیں تو روز اول ہی انگریزوں کی تباہ کن اسکیم تہس نہس

ہوگئی ہوتی اور آج مسلمان چند در چند جماعتوں میں تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاتے لیکن اسلام کے خلاف یہ سازش اتنی گہری اور خطرناک تھی کہ اس کی حقیقت سے سینکڑوں مسلمان ناواقف ہو کر اپنے ایمان کا بیڑا کھو بیٹھے۔ بالآخر انگریزوں کی خواہش کے مطابق ان مولویوں اور لیڈروں نے نئے نئے عقیدے اور خیالات پھیلا کر مسلمانوں کو آپس میں خوب لڑایا اور اس طرح ان کی اجتماعی طاقت کو نیست و نابود کر کے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں مستحکم کر دیں۔

یوں تو انگریزوں نے بہت سے مولویوں اور لیڈروں کو اسلام کے خلاف عقیدہ اور خیال پھیلانے کے لئے مقرر کیا تھا لیکن ہمیں صرف ان مولویوں اور لیڈروں کا پردہ چاک کرنا ہے جو پورے ہندوستان اور پاکستان میں مشہور ہیں اور جن کا ظاہری تقدس آج بھی بیشتر مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنا ہوا ہے۔

نام نہاد امیر المومنین

(وہابیوں کے مؤرخ مرزا حیرت دہلوی نے حیات طیبہ کے ٹائٹل پر سید احمد کو امیر المومنین لکھا ہے)

دنیائے وہابیت میں جناب سیّد احمد صاحب بریلوی غازی، صوفی، پیر، مصلح اور مجدد مشہور کیے گئے ہیں۔ لیکن تاریخی واقعات گواہ ہیں کہ وہابیوں کا یہ مجدد انگریزی حکومت کا وفادار، پولیٹکل ایجنٹ، قابل اعتماد مشیر کار تھا۔ پیر و مرشد بن کر اس شخص نے سیکڑوں مسلمانوں کے ایمان و مذہب کو خراب کیا۔ انگریزی سلطنت کی شہ پا کر وہابیت کا خوب خوب پرچار کیا۔ انگریزوں کے اس غازی اور مجاہد کا فتویٰ پڑھیئے اور سر دھنیئے وہابیوں کی معتبر تاریخی کتاب "تواریخ عجیبہ" صہ ۹۱ میں ہے۔

ہم (سیّد احمد اور ہمارے چیلے) سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں۔ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا۔

سب وہابی کان کھول کر سُن رکھیں کہ ان کے غازی سیّد احمد کے نزدیک ہندوستان انگریزوں کا ملک ہے۔ وہابیوں کا مستند مؤرّخ مرزا حیرت غیر مقلّد اپنی کتاب حیات طیبہ ص۲۹۴ میں لکھتا ہے۔

لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں[1] لارڈ ہیسٹنگ[2] اور سیّد[3] احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اُتارا تھا ــــــ

یہ امیر خاں وہی شخص ہے جس نے انگریزوں کا ناکوں میں دم کر رکھا تھا اسی شخص کو انگریزوں کے ایجنٹ سیّد احمد نے شیشہ میں اُتار کر یعنی جھانسا دے کر انگریزی حکومت کا حامی اور طرفدار بنایا جسکے باعث انگریز لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی اس قسم کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش ہوتا تھا

تواریخ عجیبہ مصنّفہ محمد جعفر تھانیسری ص۱۸۲ میں ہے کہ ــــــ اس سوانح اور مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید (احمد) صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ (سید احمد وہابیوں کے امیر المومنین) اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سیّد صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہونچتی مگر سرکار انگریزی اُس وقت دل سے چاہتی تھی کہ (پنجاب میں) سکھوں کا زور کم ہو۔

حوالۂ مذکور بالا نے صاف بتا دیا کہ وہابیوں کا پیشوا سید احمد انگریزی سلطنت کو اپنی ہی سلطنت سمجھتا تھا اور یہ عقدہ بھی حل ہو گیا کہ سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ انگریزی سرکار کے حامی مجاہدین نے سکھوں سے اس لئے جنگ کی تاکہ صوبۂ پنجاب اپنے انگریزی علاقہ میں شامل ہو جائے اور انگریزوں کا دلی مقصد پورا ہو۔

"سیرت سید احمد" مصنفہ ابو الحسن ندوی حصہ اوّل ص۱۹۰ میں ہے کہ ــــــ

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانے رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ (وہابیوں کے) پادری (سید احمد) صاحب کہاں ہیں، حضرت (سید احمد) نے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں انگریز گھوڑے پر سے اُترا اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہونچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا

---

[3] بحوالہ خون کے آنسو ص۲۹

کہ تین روز سے میں نے اپنے مُلازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں آج انھوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت سید احمد قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہونچیں یہ اطلاع پاکر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا تیار کرانے کے بعد لایا ہوں سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے کھانا لے کر قافلہ میں تقسیم کر دیا گیا اور (وہ) انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔

انگریز بہادر کا تین دن سے انتظار کرنا اور پھر سید احمد اور ان کے لشکر کے لئے راشن کا انتظام کرنا صاف بتا رہا ہے کہ سید احمد صاحب کا انگریزوں سے ساز باز تھا اور یہ لشکر انگریزوں ہی کی حمایت میں لڑنے کے لئے جا رہا تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ وہابیوں کے پیشوا سید احمد صاحب رائے بریلوی انگریزوں کے آلۂ کار، معتمد علیہ ایجنٹ، بے نظیر خدمت گزار اور وفادار غلام تھے۔

انگریز کا وفادار سپاہی

دیوبندیوں کے پیشوائے اول جناب مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے نیز سید احمد رائے بریلوی کے مرید تھے۔ اپنے پیر میاں کی طرح مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزی سلطنت کا قدم جمانے میں جس وفاداری کا ثبوت دیا ہے وہ انھیں کا حصہ تھا۔ وہابیوں کی کتاب "تواریخ عجیبہ" ص۷۳ پر ہے کہ

—— یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک روز مولانا اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار (انگریزی) پر کسی طرح بھی جہاد کرنا

ع‍ـــہ بحوالہ خون کے آنسو ص۲۹

درست نہیں ہے ——————— ۔

حیات طیبہ ص۲۹۶ میں ہے کہ

——— (مولوی اسمٰعیل دہلوی نے فرمایا) بلکہ اگر کوئی ان پر (انگریزوں پر) حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس (حملہ آور) سے لڑیں اور اپنی (انگریزی) گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

تمام وہابی، دیوبندی، مودودی اور ندوی کان کھول کر سن لیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں سے لڑنا اور ان پر جہاد کرنا حرام ٹھہرایا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اُس وقت ہندوستانی مسلمان کمزور تھے ان کے پاس اسلحۂ جنگ اور لڑائی کے سامان نہ تھے بلکہ جہاد کو حرام قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ سید احمد اور ان کے مرید مولوی اسمٰعیل نصرانی نظام حکومت کو برضا و رغبت قبول کر چکے تھے۔ اور انگریزی حکومت کو خود اپنی حکومت قرار دے چکے تھے اسلئے بے دھڑک فتویٰ صادر کر دیا کہ مسلمانوں کو انگریزی سلطنت سے لڑنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ اگر کوئی جماعت انگریزی حکومت کو مٹانا چاہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس جماعت سے لڑیں اور انگریزی سلطنت پر آنچ نہ آنے دیں۔

——— اب کیا ہے فتویٰ ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے ساتھیوں کا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں جنھوں نے انگریزی نظام حکومت کو بغیر کسی مجبوری کے خوشی خوشی منظور کیا اور ساتھ ہی ساتھ انگریزی سلطنت کی بقا اور استحکام حمایت و حفاظت کے لئے مسلمانوں پر لڑنا فرض قرار دیا۔

اگر ایک طرف مولوی اسمٰعیل کا وعظ یہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا حرام اور ان کی حمایت میں لڑنا ان پر جان فدا کرنا فرض ہے تو دوسری طرف انگریزوں کے اشارہ پر مسلمانوں کا ایمان اور اسلامی عقیدہ برباد کرنے کے لئے یوں تبلیغ کر رہے تھے کہ

- خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ یکروزی ص۱۴۵ مصنفہ اسمٰعیل بحوالہ العذاب الشدید ص۱۳۵)
- اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کرلیتا ہے۔ (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص۲۶)
- ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل

ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۹)

- اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۸)
- سب انبیاء اور اولیاء۔ اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں (تقویۃ الایمان ص۴۷)
- رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص۴۵)
- رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص۴۷)
- رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ ماخوذ از تقویۃ الایمان ص۶۹
- جس کا نام علی یا محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص۵۲)
- رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)
- اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان ص۲۳)
- اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان ص۱۹)
- اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (تقویۃ الایمان ص۶۰)

یہ چند نمونے انگریز کے سیاسی ایجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی کی تبلیغ و وعظ کے پیش کئے گئے۔ انھیں سے ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ انگریزوں کے اس آلۂ کار مولوی نے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانے اور انھیں گمراہ کرنے کے فرائض کتنی خوبی سے انجام دیئے ہیں۔

یہی مولوی اسمعیل ہیں جن کے متعلق وہابی، دیوبندی، ندوی اور نیچری وغیرہ مجاہد اسلام، غازی اور شہید فی سبیل اللہ ہونے کا بُری طرح ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں لیکن تاریخی واقعات پکار پکار کر

لے ہم مسلمان ان کے بدلے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں ۱۲ لے ہم مسلمان پورا درود و سلام یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں اور ص، صلعم لکھنا حرام مانتے ہیں ۱۲

اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی ہرگز مُجَاهِدِ اِسْلَام نہیں بلکہ انگریز گورنمنٹ کے سپاہی ہیں اور وہ ضرور قتل کئے گئے لیکن اللہ کے راستے میں نہیں بلکہ وہابیت کی طرفداری اور انگریز کی وفاداری میں۔

وہابیوں کے مُربّی خلائق جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بیان کرتے ہیں کہ

۔ ——— مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی، مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے یہ سب حضرات سید (احمد) صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سیدؒ صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۲۷۰)

دیکھ لیجئے انگریزی حکومت کے مجاہدین سید احمد و مُلّا اسمٰعیل وغیرہ نے انگریزوں کی حمایت میں سب سے پہلے سرحدی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کو پسپا کیا تاکہ یہ مسلم پٹھان انگریزی حکومت کے مقابلے میں کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔ مُلّا اسمٰعیل کلکتہ میں فتویٰ دے چکے تھے کہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ (انگریزی حکومت) پر آنچ نہ آنے دیں۔ اسی فتویٰ کے مطابق اسلام کے ان دشمن مولویوں نے اپنے آقا انگریز کو یاغستانی مسلمانوں کے حملہ کی آنچ سے بچانے کے لئے حاکم یاغستان کے ساتھ جنگ کی اور سادہ لوح ناواقف مسلمانوں پر اپنا مذہبی تقدس جمانے کے لئے اس کا نام جہاد رکھ دیا۔ اب انگریزی حکومت کو دوسری آنچ پنجاب کے سکھوں کی طرف سے لگ رہی تھی۔ اس پنجابی آگ کو بجھا دینا بھی ان ایجنٹ مولویوں کے فرائض منصبی میں تھا چنانچہ

۔ ——— کچھ عرصہ بعد کھڑک سنگھ پسر رنجیت سنگھ والی لاہور (صوبہ پنجاب) سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سے (انگریزی سرکار کے) مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی محمد حسن صاحب وہیں شہید ہوئے۔ (بیان مولوی رشید احمد گنگوہی تذکرۃ الرشید دوم صفحہ ۲۷۰)

انگریز خوب سمجھتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان جب تک مغل بادشاہ سے وابستہ رہیں گے ہمارا مکمل اقتدار ہرگز قائم نہ ہو سکے گا اس لئے انہوں نے وہابیوں کے دونوں پیشوا سید احمد رائے

عہ دیوبندیوں کی تاریخ دانی ملاحظہ ہو دہلوی کو لکھنوی بنادیا۔

بریلوی اور ملا اسمٰعیل دہلوی کو اس کام پر مقرر کیا کہ کسی طرح مسلمانوں کو اکٹھا کر کے ان کا رخ پنجاب اور سرحد کی طرف کر دو تاکہ ادھر ہم آسانی سے مغل بادشاہ اور اس کے وفاداروں کو کچلتے رہیں۔ اور ادھر پنجاب اور سرحد میں سکھوں اور پٹھانوں کا زور ٹوٹے اور پورے ہندوستان پر انگریزی سلطنت کا قبضہ ہو جائے۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل وغیرہ نے سکھوں کے راجہ کھڑک سنگھ سے اس لئے جنگ کی تاکہ انگریزوں کا دلی مقصد پورا اور ان کی خطرناک اسکیم کامیاب ہو۔ اب رہا وہابیوں کا مشہور کرنا کہ ملا اسمٰعیل دہلوی سکھوں کے ہاتھوں سے قتل ہو کر شہید ہو گئے تو یہ بالکل غلط ہے تاریخ کا منہ چڑھانے اور حقیقت کو چھپانے سے واقعات بدل نہیں جاتے **دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ** مطبوعہ پاکستان ص۲۲ میں ہے۔

——— مولوی اسمٰعیل کے متعلق دیوبندیوں اور غیر مقلدوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ سکھوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے اور اسی لئے ان کو شہید صاحب کے نام سے عوام میں مشہور بھی کر رکھا ہے مگر تاریخی واقعات اس امر کے خلاف ہیں۔ ضلع ہزارہ کے مشہور مؤرخ نے اپنی کتاب تاریخ ہزارہ میں اور دوسرے مؤرخین نے مولوی محمد اسمٰعیل **کا قتل** مسلمانوں کے ہاتھ سے تحریر کیا ہے اور اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ جرگہ یوسف زئی کے پٹھان جو کہ سکھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے اور مولوی اسمٰعیل کے حامی ہو چکے تھے ان کے خاندانوں میں رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے مولوی اسمٰعیل نے خلیفہ سید احمد کو اس امر کی اطلاع دی تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں پر شرعی حکومت کا زور دے کر ان کی لڑکیوں سے بیس لڑکیاں اپنے پنجابی ہمراہیوں سے بیاہ لیں اور کچھ پٹھانوں کو راضی کر کے دو لڑکیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اس معاملہ سے تمام یوسف زئی جرگہ میں مولوی اسمٰعیل اور سیّد احمد کے متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ مولوی اسمٰعیل وغیرہ نے انکار کیا۔ پھر سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔ ادھر پٹھانوں نے تنظیم کر لی۔ ادھر مولوی اسمٰعیل کے ساتھی پنجابیوں نے مقابلہ کیا بالآخر جب پٹھان غالب ہوتے نظر آئے تو ایک روز خود مولوی اسمٰعیل دہلوی پٹھانوں سے مقابلہ کے لئے نکلے ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی چسپ کی کہ سب سے اوّل مولوی اسمٰعیل کا ہی خاتمہ کر دیا اس کے بعد پنجابی بھاگ گئے اور پٹھان کامیاب ہو گئے۔ (تاریخ ہزارہ، انوار آفتاب صداقت ص۵۱۹)

فریادالمسلمین صـــ۱۸ــ)

حضوراعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں

وہ وہابیہ نےجسے دیا ہے لقب شہید وذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

مولوی اسمٰعیل صاحب نے جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کے عقائد باطلہ کی تبلیغ کرکے ہندوستان میں فتنہ وفساد مچانا شروع کیا اور لوگوں میں وہابی عقائد پھیلانے لگے تو دہلی کے سُنّی علمار نے مولوی اسمٰعیل کے اس خطرناک فتنہ اور ان کے عقائد کی خرابی اور کتاب التوحید پر فریفتہ ہونے کی شکایت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہونچائی تو حضرت شاہ صاحب مولوی اسمٰعیل سے بہت ناراض ہوئے اور اُن کو ان سخت الفاظ سے یاد کیا۔

۔ــــــ میری طرف سے کہو اس لڑکے (اسمٰعیل) نامراد کو کہ جو کتاب (نام نہاد کتاب التوحید) بمبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ (کتاب) بے ادبی بے نصیبی سے بھری پڑی ہے۔ میں آج کل بیمار ہوں۔ اگر صحت ہوگئی تو میں "کتاب التوحید" کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم (اے اسمٰعیل) ابھی نوجوان بچے ہو ناحق شور وشر برپا نہ کرو۔

(فریادالمسلمین صـ۹ـ انوار آفتاب صداقت صـ۵۱۶ـ بحوالہ دیوبندی مذہب)

ان سب تاریخی حوالجات نے خوب واضح کر دیا کہ سید احمد اور ملا اسمٰعیل دہلوی وغیرہ نے اپنے آقا انگریزوں کی حمایت میں جنگ کی انگریزی حکومت کو بچانے اور باقی رکھنے کیلئے مسلمانوں پر لڑنا فرض قرار دیا۔ اپنے فتویٰ اور وعظ کے ذریعہ انگریزوں کا قدم ہندوستان میں جمایا۔ پھر انگریزی حکومت کے بل بوتے پر وہابیت کی دل کھول کر اشاعت کی۔ مسلمانوں کو فرقہ بندی کی آگ میں جھونک کر ان کی اجتماعی طاقت کو پاش پاش کیا اپنی تبلیغ کی بدولت سیکڑوں مسلمانوں کا دین وایمان خراب کیا جہاں اپنا زور دیکھا وہاں اپنے مخالف مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دے کر ان کا خون

ے یہاں لیلیٰ نجد سے مراد قیس کی لیلیٰ نہیں بلکہ وہابیوں کا محبوب پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے" ۱۲

بے دریغ بہایا ــــــــــ لیکن اب چونکہ انگریز کے خوفناک چنگل سے ہندوستان آزاد ہو چکا ہے اس لئے وہابیوں ندویوں دیوبندیوں کی بھرپور کوشش ہے کہ کسی طرح پیر میاں سید احمد رائے بریلوی اور مُلّا اسمٰعیل دہلوی کے ماتھے سے انگریز کی وفاداری کا دھبّا اور ان کی ایجنٹی کا داغ مٹایا جائے چنانچہ مُلّا فسادی شاہ خلیل احمد بہرائچی دیوبندی اپنی کتاب فسادی مُلا ص۳۳ میں لکھتے ہیں کہ

ــــــــــ اس ہمہ گیر انقلاب کو بیان کرنے کے لئے علمائے حق اور مجاہدین اسلام کے دو طبقے بنائے گئے۔ ایک طبقہ مجاہدین بالسیف کا جس کا کام یہ تھا کہ مسلمانوں میں مجاہدانہ جنگی اسپرٹ پیدا کر کے انگریزوں کی حکومت ختم کرے اور ملک (ہندوستان) کو آزادی دلائے۔ اس طبقہ کے سرگروہ حضرت مولانا سید احمد صاحب رائے بریلوی اور حضرت مولانا اسمٰعیل دہلوی ــــــــــ۔

فسادی شاہ! ــــــــــ اگر کوئی یوں بکتا پھرے کہ آسمان ہمارے قدم کے نیچے اور زمین ہمارے سر کے اوپر ہے تو کیا اس بکواس سے واقعی آسمان نیچے اور زمین اوپر ہو جائے گی؟ تو جس طرح دن دوپہر میں جھوٹ کی زندہ مکھی نگل لینے سے حقیقت نہیں بدل جاتی یوں ہی آپ کی پُرفریب تحریر سے سید احمد اور مولوی اسمٰعیل دہلوی جنگ آزادی کے ہیرو قرار نہیں پا سکتے وہابیوں کا مؤرخ حیات طیبہ ص۳۰۲ میں لکھتا ہے کہ

ــــــــــ سیّد احمد صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونے لگے تو سیّد صاحب نے مولنا اسمٰعیل کے مشورے سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت (انگریز لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی شمالی کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرنے کو ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے لفٹنٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری میں اور امن میں خلل نہ پڑے تو ہمیں کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری کے مانع ہیں۔ یہ تمام بیّن ثبوت صاف صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں کے لئے مخصوص تھا سرکار انگریزی سے (وہابی) مسلمانوں (کے پیشوا سید احمد و اسمٰعیل دہلوی) کو ہرگز ہرگز مخاصمت نہ تھی۔ ــــــــــ۔

مُلّا فسادی صاحب! اب آپ نے بھی دیکھ لیا کہ آسمان اوپر اور زمین نیچے ہے۔ یعنی مجاہدین بالسیف کے چودھری سیّد احمد اور اسمٰعیل دہلوی کو انگریزوں کی حکومت سے کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہ تھا ان کا جہاد تو صرف سکھوں سے تھا وہ بھی اس لئے تاکہ پنجاب میں سکھوں کا زور ٹوٹ جائے

اور پنجاب کا صوبہ وہابیوں کی اپنی حکومت یعنی انگریزی سرکار میں داخل ہوجائے۔ اگر اس حوالہ پر بھی صبر و قناعت نہ ہو تو پھر اپنے مولانا اسمٰعیل صاحب دہلوی اور سید احمد وغیرہ کا فتویٰ اور بیان دوبارہ پڑھ لیجئے۔

۔—— ایسی بے روریا اور غیر متعصب انگریزی حکومت پر کسی طرح جہاد کرنا درست نہیں ہے بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس حملہ آور سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ (انگریزی حکومت) پر آنچ نہ آنے دیں —— (فتویٰ اسمٰعیل دہلوی) ——۔

۔—— ہم انگریزوں کی حکومت پر کس سبب سے جہاد کریں؟ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا۔ (بیان سیّد احمد) ——۔

۔—— سید احمد صاحب کا انگریزی حکومت سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا (کیونکہ) وہ اس آزاد عمل داری (انگریزی حکومت) کو اپنی ہی عملداری (حکومت) سمجھتے تھے۔ (بیان محمد جعفر تھانیسری) ——۔

مُلّا فسادی شاہ! —— دن دوپہر میں سورج پر دھول اڑانے سے کوئی فائدہ نہیں سنئے آپ کے دونوں مولینا سید احمد اور اسمٰعیل دہلوی صاحبان تو انگریزوں کی حکومت کو اپنی ہی حکومت سمجھتے تھے تو کیا یہ دونوں اتنے احمق ہوگئے تھے کہ مسلمانوں میں جنگ وجہاد کی روح پھونک کر اپنی ہی حکومت ختم کر دیتے۔

بانیٔ نیچریت

ہندوستان میں نیچری مذہب کی بنیاد سب سے پہلے سرسیدؔ نے رکھی ہے۔ یہ بہت عرصہ تک آزادخیال انگریزوں کی صحبت میں رہ کران کا رنگ ڈھنگ سیکھتے رہے۔ وہابی تو وہ پہلے ہی سے تھے اب جو آزادخیال انگریز آقاؤں سے ان کا گہرا واسطہ پڑا تو رنگ اور چوکھا ہوگیا۔ ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق ۱۸۶۶ء میں انگلینڈ حاضر ہوئے اور وہاں اسلام کے دشمن ملحدین انگریزوں سے جو کچھ سیکھا پڑھا اسے دماغ میں لے کر ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں ہندوستان واپس آئے اور یہاں ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام انھوں نے ٹھیٹ اسلام مقرر کیا اور جسے نیچری مذہب کہا جاتا ہے۔

نیچریوں نے ان کو مسلم قوم کا ریفارمر اور مصلح یعنی مسلمانوں کے حالات کا سُدھارنے والا مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن کیا واقعی سرسیدؔ احمد خاں مسلمانوں کے مصلح تھے؟ یا اصلاح کی آڑ میں مسلمانوں کا دین وایمان بگاڑتے تھے؟ یہ تو ہر تاریخ داں پر واضح ہے کہ سرسیدؔ احمد خاں متعصب قسم کے نیم چڑھے وہابی تھے لہٰذا مناسب ہے، نہیں نہیں بلکہ ضروری ہے کہ پیشوایان وہابیہ میں کسی ذمہ دار مستند عالم کی گواہی پیش کر دی جائے کہ سُدھار اور بگاڑ کے مسئلہ میں سرسید کی واقعی پوزیشن کیا تھی سنیئے!۔

وہابیوں کے جلیل القدر پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بیان کرتے ہیں کہ

. ———— یہ سب انگریزی تعلیم اور نیچریت کی نحوست ہے کہ لوگوں کے عقائد، اعمال، صورت، سیرت سب بدل گئے اور دین بالکل تباہ و برباد ہوگیا۔ ان کی رفتار، گفتار، نشست برخاست، خورد و نوش سب میں دہریت و نیچریت والحاد کا رنگ جھلکتا ہے اور ہندوستان میں نیچریت کا بیج سرسیدؔ کا بویا ہوا ہے۔ (الافاضات الیومیہ جلد ششم ص۹۸ زیر ملفوظ ۱۳۶) ———— .

الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص۸۴ زیر ملفوظ ۱۵۱ میں ہے کہ

. ———— ایک صاحب نے عرض کیا کہ سرسید کی وجہ سے زیادہ ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی۔ لوگوں کے عقائد خراب ہوئے (جواب میں مولوی تھانوی نے) فرمایا گڑبڑ کیا معنیٰ اس

شخص (سرسیّد) کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہوگئے ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا۔ اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں ——————— ۔

الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص۱۰۶ زیر ملفوظ ۱۸۱ میں ہے کہ مولوی تھانوی صاحب نے

۔ ——————— ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ سرسیّد احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی یہ نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد (بیدینی) کی۔ اس سے پھر شاخیں چلی ہیں۔ (یہ مرزا غلام احمد) قادیانی اس نیچریت ہی کا اول شکار رہا آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا۔ ——————— ۔

دیکھئے ! ان حوالہ جات نے ثابت کر دیا کہ سرسید احمد خاں نیچریت کے بانی تھے۔ انھوں نے نیچریت پھیلا کر ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے عقائد و اعمال بگاڑ دیئے مسلمانوں کی سیرت و صورت بدل دی۔ مسلمانوں کا مذہبی رنگ، اسلامی مزاج ختم کر کے ان پر دہریت و الحاد کا رنگ چڑھا دیا۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے بیان سے اس امر کا بھی انکشاف ہو گیا کہ فتنۂ قادیانیت کی ذمہ دار سرسید احمد خاں کی بوئی ہوئی نیچریت ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی، سرسید احمد خاں کا شاگرد ہے

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں سرسید نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلکتہ والے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے گورنمنٹ انگریزی کی حمایت کی اور انگریزوں کی جان بچائی۔ وہابیوں کے مشہور اخبار مدینہ بجنور جلد ۴۹ شمارہ ۷۵ مورخہ ۲۸ ؍ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں ہے کہ

۔ ——————— ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ (جنگ آزادی) میں سرسید نے انگریزوں کی جان بچائی تھی۔ اس کے عوض میں انگریز انھیں گنگا کے کنارے ایک بڑا علاقہ دینا چاہتے تھے جس کا مالک ایک حریّت پسند مسلمان زمیندار تھا ——————— ۔

وَھَابیّتُ نے اپنے پیٹ سے کئی مذہبوں کو جنم دیا ہے چناں چہ نیچریت بھی اسی پیٹ سے پیدا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سرسیّد کے نیچری ہونیکے باوجود انکے وہابی ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ سرسیّد کے داہنے بازو مسٹر الطاف حسین حالی اپنی کتاب حیات جاوید[عہ] باب پنجم ص۱۸۲ و ص۱۸۳ میں لکھتے ہیں کہ

۔ ——————— انھوں نے (سرسید نے) اس ریویو میں بہت صاف اور روشن شہادتوں

عہ اس کتاب میں حیات جاوید کے تمام حوالے "تواریخ مجد دین حزب وہابیہ" سے منقول ہیں ۱۲

سے ڈاکٹر ہنٹر کی غلطیاں ظاہر کی ہیں اور وہابیوں کی مختصر تاریخ اوّل سے آخر تک اور وہابیت کے اصول شرحی بیان کئے ہیں اور صاف اقرار کیا ہے کہ میں خود وہابی ہوں۔ وہابی ہونا جرم نہیں ہے بلکہ (انگریز) گورنمنٹ کی بدخواہی اور بغاوت جرم ہے ـــــــــ۔

حیات جاوید صـ۱۸۴ میں حالی نے سرسیّد کا بیان یوں لکھا ہے کہ

ـــــــــ۔ وہابی وہ ہے جو خالصاً خدا کی عبادت کرتا ہو مُوَحِّد ہو اور اس کا اسلام ہوائے نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ در پردہ تخریب سلطنت (انگریزی) کی فکر میں رہتا ہے اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر و بغاوت کی تحریک کرتا ہے محض تہمت ہے ہم (سرسیّد) اس وقت بہت سے ایسے آدمی کا نشان (اور پتہ) دے سکتے ہیں۔ جو (انگریزی) سرکار کے ایسے ملازم (نوکر) ہیں کہ ان سے زیادہ (انگریزی) سرکار کا خیر خواہ اور معتمد کوئی نہیں با ایں ہمہ وہ اپنے تئیں علی الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں اور (انگریزی) سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ نہیں گردانا بلکہ غدر (یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی) کے زمانے میں جبکہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تاپا گیا اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا یہ کیوں کر ظہور میں آتا ـــــــــ۔

دیکھ لیجئے سرسیّد نے کھل کر صاف کہہ دیا کہ میں وہابی ہوں پھر انھوں نے نہایت صفائی سے یہ بھی بتا دیا کہ وہابی حضرات انگریزی سلطنت کے ایسے وفادار ملازم ہیں کہ ان سے بڑھ کر انگریزی حکومت کا خیر خواہ اور معتمد علیہ کوئی دوسرا نہیں اور انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر وہابیوں کی وفاداری جاں نثاری کا سونا اچھی طرح تپانے اور خوب پرکھ لینے کے بعد ان کو اپنا معتمد علیہ بنایا ہے۔

حیات جاوید حصہ دوم صـ۲۵۶ تا صـ۲۶۳ میں مسٹر حالی پانی پتی نے سرسیّد کے عقائد و خیالات تحریر کئے ہیں ان میں سے بطور نمونہ سرسیّد کے نیچری عقیدے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو نیچری مذہب کی بھی کچھ حقیقت معلوم ہو جائے۔

(۱) اجماعِ اُمّت، حُجّتِ شرعی نہیں ہے (۲) قیاس ائمہ حجت شرعی نہیں ہے (۳) تقلید ائمہ واجب نہیں ہے (۴) شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے اس سے کوئی ہستی مراد نہیں بلکہ انسان کے نفسِ اَمّارہ یا قوّتِ بہیمیّہ کا نام ابلیس ہے (۵) نصاریٰ (عیسائیوں) نے جن چڑیوں کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو مسلمانوں کو ان کا کھانا حلال ہے (۶) معراج خواہ مکّہ سے مسجد اقصیٰ تک ہو یا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک بہرحال بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں ہوئی ہے اور یوں ہی شقِّ صدر بھی خواب ہی میں ہوا ہے (۷) فرشتوں کا کوئی الگ وجود نہیں ہے بلکہ برق کی قوّت جذب و رفع، پہاڑوں کی صلابت پانی کا سیلان، درختوں کا نمو وغیرہ جیسی قوتوں کا نام فرشتہ ہے (۸) آدم، فرشتے اور ابلیس کا جو قصّہ قرآن میں بیان ہوا تو ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ یہ ایک مثال ہے جس کے پیرایہ میں انسان کی فطرت، جذبات اور اس کی قوت بہیمیہ بیان کی گئی ہے (۹) قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہیں ہے (۱۰) مرنے کے بعد اٹھنا، حساب و کتاب، میزان، پُل صراط، جنت دوزخ وغیرہ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں نہ کہ حقیقت پر (۱۱) خدا کا دیدار کیا دنیا میں اور کیا عقبیٰ میں نہ ان ظاہری آنکھوں سے ممکن نہ دل کی آنکھوں سے (۱۲) قرآن مجید میں جو جنگ بدر و حنین کے بیان میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ان لڑائیوں میں فرشتوں کا آنا ثابت نہیں ہوتا (کیوں کہ خود فرشتوں کا جب کوئی وجود نہیں تو آنا جانا کیسا) (۱۳) چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا جو قرآن میں بیان ہوئی ہے لازمی نہیں ہے۔

انھیں سب کفر و گمراہی کی اشاعت کی وجہ سے سرسیّد کے ہم مذہب مولوی امداد العلی وہابی نے ان کی وہابیت کا کوئی پاس و لحاظ نہ کیا بلکہ ان پر کفر و ارتداد کے فتاویٰ حاصل کر کے شائع کرائے جیسا کہ خود مسٹر حالی نے حیات جاوید حصہ دوم ص۲۸۲ میں لکھا ہے کہ

.———— مولوی امداد العلی نے جو تین سو استفتے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں بھیج کر سرسیّد کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کئے تھے ان میں سے ایک استفتاء اس مضمون کا تھا کہ جس شخص کے ایسے اور ایسے عقائد اور اقوال و افعال ہوں وہ مسلمان ہے یا نہیں

مدرسۂ دیوبند کے صدر جناب مولوی محمد انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث اپنی کتاب یتیمۃ البیان[ع]

ع یتیمۃ البیان کا مذکورہ بالا حوالہ تواریخ مجددین حزب وہابیہ سے منقول ہے ۱۲

لمشکلات القرآن ص۳۲۰ میں لکھتے ہیں

۔ ـــــــــــ "سَرْسَیّد هُوَ رَجُلٌ زِنْدِیقٌ مُلْحِدٌ اَوْ جَاهِلٌ ضَالٌّ" یعنی سرسید وہ بیدین ہے ملحد ہے یا جاہل گمراہ ہے ـــــــــــ ۔

سرسیّد کی تعلیم کے اثرات ونتائج مذہب کے لئے کتنے زہر آلود تھے اور دین کے حق میں کس قدر تباہ کن تھے اس کا اندازہ خود سرسیّد کے مقلد جناب ابوالکلام صاحب کے حسب ذیل تبصرہ سے کیجئے۔ ابوالکلام آزاد بیان کرتے ہیں کہ

۔ ـــــــــــ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا۔ ترک تقلید ہی کے نام پر وہ جن شخصوں کی عزت کرتا ہے انہی کی تقلید شروع کر دیتا ہے۔ میں نے سرسیّد سے سب سے بڑی چیز جو اس وقت پائی تھی وہ یہی ترک تقلید تھی۔ مفسرین کی فقہاء کی، محدثین کی متکلمین کی، تمام علماء کی، تیرہ ۱۳ سو برس کے تمام اجماعی عقائد و مسلمات کی، اور ان کروڑوں اور ان گنت مسلمانوں کی جو تیرہ صدیوں میں گذر چکے تاہم میں خود سرسیّد کا نہ صرف مقلد اعمیٰ (اندھا دھند پیروی کرنے والا) تھا بلکہ تقلید کے نام سے پرستش کرتا تھا ـــــــــــ ۔ (آزاد کی کہانی ص۲۹۴)

سرسیّد کی سیاسی روش اور انقلابی رفتار کے پیچھے کون سی حقیقت کارفرما تھی، ان کا انگریزوں سے گہرا تعلق کیوں تھا اس گرہ کو کھولنے کے لئے مشہور سیاسی لیڈر جمال الدین افغانی کا بیان پڑھئے افغانی صاحب سرسیّد کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۔ ـــــــــــ کتا ایک ہڈی حاصل کرنے کے لئے خوشامد کرتا ہے اپنی دُم ہلاتا ہے۔ اپنے محسن کے پاؤں پر خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ سر رکھ دیتا ہے۔ . . . . . انسان کتے سے بھی گیا گزرا ہے۔ لاحول ولا۔ اسے چاہیئے کہ خوشامد اور عاجزی میں کتے سے بہت آگے نکل جائے اگر اسکے دم نہیں تو کم از کم داڑھی تو ہے۔ ناستودہ مرگ (سرسیّد، خاں نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا اور اس بات کے لئے تیار رہتا کہ آواز نکالے داڑھی کو حرکت دے اور جو روٹی کے ٹکڑے اسے ملے ہیں انھیں اس طرح حلال کرے خدا کرے کہ یہ شکر مزید عنایات کا ذریعہ ہو ـــــــــــ ترجمہ عبارت فارسی از شیخ محمد اکرام

ایم،اے،ایم،آر،ایس،آئی،سی،ایس۔بہ شبلی نامہ صفحہ ۲۱۸)

حقیقت یہ ہے کہ سرسید نے اصلاح کے نام پر مسلمانوں کے اسلامی عقائد بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انگریزوں کی گود میں بیٹھ کر اصل اسلام کی شکل و صورت مسخ کرتے رہے۔ انگریزوں کی خطرناک سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مسلمانوں میں نیچریت کو خوب پھیلایا۔ انھیں سرسیّد نے علی گڑھ میں انگریزی درسگاہ؎ بنام مدرسۃ العلوم قائم کرکے ہمدرد اسلام بننے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اگر نیچریوں اور وہابیوں کے شور و غوغا کے مطابق یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ واقعی سرسیّد مسلم قوم کے ہمدرد، خیر خواہ اور ریفارمر تھے ان میں بہت کچھ ذاتی خوبیاں تھیں تو کیا ان سب باتوں سے سرسیّد کے کفری عقائد اسلام بن جائیں گے؟ یاد رکھو کہ

ع وہ سبھی کچھ ہیں بتاؤ کہ مسلمان بھی ہیں

سرسیّد کی اندھی تقلید کا نتیجہ

علمائے ربانی و ائمۂ حقانی کا فیصلہ ہے اور اٹل فیصلہ ہے کہ جو لوگ پیشوایان اسلام و مجتہدین کرام کی اتباع کو کفر و شرک، حرام و ضلالت ٹھہرائیں گے اور ان کی تقلید و غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرلیں گے تو انھیں خود اپنی ہوائے نفسانی کی اتباع و مخالفین اسلام قدیم کی اطاعت کرنی ہوگی وہ تقلید شیطانی سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے۔ یہ کتنا جچا تُلا فیصلہ ہے کہ خود غیر مقلدین کے مُعتمَد علیہ جلیل القدر پیشوا ابوالکلام آزاد نے اس کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ آزاد صاحب صاف کھل کر شہادت دے رہے ہیں کہ سرسید احمد خاں کی ساری تعلیمات میں جو سب سے بڑی تعلیم مجھے ملی وہ ترک تقلید کی تعلیم تھی چنانچہ اس بڑی تعلیم سے متأثر ہوکر میں نے

؎ یہ وہی درس گاہ ہے جس کو آج کل مسلم یونیورسٹی کہتے ہیں۔

تمام علمائے اسلام وفقہائے دین کی تقلید ترک کردی اور تیرہ سو برس کے تمام اجماعی عقائد و مسلّمات کی میں نے مخالفت کی لیکن بایں ہمہ خود میں آنکھ بند کرکے سرسیّد خاں کی تقلید کرتا تھا اور تقلید کے نام پر سرسیّد خاں کی پرستش کرتا تھا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح دھیان میں رکھ لینے کی ہے کہ ائمہ ومجتہدین کی ترک تقلید کا جو بھیانک نتیجہ ابوالکلام آزاد نے بیان کیا ہے وہ ان کے ذاتی تجربے وآزمائش کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہے اور خود مشاہدۂ واقعات بھی ابوالکلام آزاد کے اس قول کی سو فیصدی تائید کرتا ہے کہ "انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا ترک تقلید ہی کے نام پر وہ جن شخصوں کی عزّت کرتا ہے انہی کی تقلید کرنے لگتا ہے" چنانچہ غیر مقلّدین زمانہ جو امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید وغلامی سے بری طرح چڑھتے ہیں بلکہ سُنی مقلّدین پر شرک وکفر کی توپ دم کرتے رہتے ہیں لیکن خود یہی لوگ ترک تقلید کے نام پر ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالوہاب نجدی، مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ کی نہ صرف اندھادھند تقلید کرتے ہیں بلکہ ان معاندین مذہب اہلسنت کی ابوالکلام آزاد کی بولی میں علی الاعلان پرستش کرتے ہیں۔

جماعت غیر مقلدین میں جن حضرات کو حق پسندی کا دعوٰی ہے ان سے دین ومذہب کے نام پر میری اخلاص بھری گذارش ہے کہ اگر آپ لوگ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالوہاب نجدی، مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ کی اندھی تقلید اور ان کی پرستش سے بچنا چاہتے اور نجات اُخروی کے طلبگار ہیں تو اپنی وہابیت وغیر مقلدیت سے سچی توبہ کرکے سبیل مومنین کو اختیار کیجئے اور سنی مسلمان بن کر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں پہن رکھئے تاکہ شیطان اپنی تقلید کے شکنجے میں آپ حضرات کو جکڑ نہ سکے۔ ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سچی ہدایت نصیب فرمائے آمین۔ ثم آمین

اس مقام پر کتاب وسنت کے ارشادات واضحہ کو سامنے رکھ کر علمائے وہابیہ سے ایک مذہبی سوال ہے کہ آپ حضرات کے پیشوائے جلیل القدر ابوالکلام آزاد نے اپنے بیان مذکورہ بالا میں صاف اقرار کیا ہے کہ میں تقلید کے نام سے سرسید خاں کی پرستش کرتا تھا لہٰذا اس سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ تقلید کے نام سے اگر سرسیّد احمد خاں کی پرستش کرنا کفر نہیں تو مہربانی کرکے

آپ حضرات اعلان کر دیں کہ وہابی مذہب میں تقلید کے نام سے سرسید خاں کی پرستش کرنا کفر نہیں اور اگر تقلید کے نام سے سرسید کی پرستش کرنا کفر ہے تو بتایئے کہ ایک مسلمان کہلانے والے پر اپنے کفر سے توبہ کرنا قرآنی ارشاد کی رو سے فرض قطعی ہے یا نہیں۔ اگر فرض قطعی ہے تو ہم سُنّی مسلمانوں کو ذریعہ اخبارات وجرائد مطلع کیجئے کہ آپ حضرات کے پیشوا ابوالکلام آزاد نے کب توبہ کی ہے اور اگر آپ حضرات ناواقف ہوں تو کم ازکم یہی اعلان کر دیجئے کہ ہم لوگوں کو ابوالکلام آزاد کی توبہ کا علم نہیں۔

شاعرِ نیچریت

مسٹر الطاف حسین حالؔی سرسید کے داہنے بازو ہیں۔ انگریزی سلطنت نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا تھا۔ حالؔی کا شمار وہابی شاعروں کی صف اوّل میں کیا جاتا ہے۔ حالؔی نے اپنے شعر وشاعری کے بل پر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی رغبت دلانے اور یورپین تہذیب پھیلانے میں بھرپور کوشش کی ہے انگریزوں کی خواہش کے مطابق حالؔی نے مسلمانوں میں نیچری مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ایک تازہ مذہب چکڑالوی کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ چکڑالویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ ایلچی اور ہرکارے کی طرح ہے۔ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے رسول اللہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ مسٹر حالؔی اپنی مشہور کتاب مُسَدّس حالی ص۱۷ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایک حدیث منسوب کرکے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم   کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم !
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی   کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

ہے کوئی حالی پرست جوان گندے غیر مہذب اشعار کے بارے میں حدیث شریف کی کسی کتاب سے ثابت کر دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حق میں ایسا فرمایا ہے۔ تہذیب وتمدن

کے یہ جھوٹے پجاری دوسروں کو سچائی اور دیانت کا سبق دیتے ہیں اور خود دن دہاڑے جھوٹ کا بنڈل پھینکتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

حالی کی شاعری پر جان چھڑکنے والو! ـــــــ اگر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو بتاؤ کیا حضور انور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت و بزرگی امت پر صرف اتنی ہے کہ حضور تو خدا کے ایلچی ہیں اور امت ایلچی نہیں اور بس۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ خاص بندہ، فرمانروا نبی اور صاحب قدرت و اختیار رسول ہونے کے ساتھ ساتھ افضل المرسلین رحمۃ للعلمین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور ان کے علاوہ ان کثیر در کثیر اوصاف خصوصی کے حامل ہیں جن میں حضرات مرسلین علیہم السّلام تک شریک نہیں۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ سرسیّد کی طرح مسٹر حالی پانی پتی نے بھی مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح اپنے انگریز سرکار کی خطرناک پالیسی کو کامیاب بنایا۔

بناوٹی پیغمبر

سنہ ۱۲۷۴ ھجری مطابق سنہ ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے انگریز اپنی حکومت کی حفاظت و حمایت کے سلسلے میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی زبان سے یہ اعلان کرا چکے تھے کہ

ـــــــ انگریزی سرکار سے لڑنا اور جہاد کرنا کسی طرح جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ انگریزی سلطنت کے دشمنوں سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں ـــــ۔

لیکن سنہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے جور و ستم کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندوستانی حضرات ڈٹ گئے۔ پیشوائے اہلسنت رئیس الاحرار مولینا شاہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علماء نے انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد کا اعلان فرما کر ملک بھر میں ایک تازہ جوش پیدا

کر دیا۔ نوجوان مسلمانوں میں اسلامی روح پھونک کر انگریزی حکومت کا قافیہ تنگ کر دیا قریب تھا کہ انگریزی حکومت کا چراغ ہندوستان میں ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے کہ اتنے میں انگریزوں نے اپنے کچھ ہندوستانی وفاداروں، آلۂ کاروں اور ایجنٹوں کے ذریعہ مکر و فریب کا خوفناک غار تیار کروایا۔ اور اس میں جنگِ آزادی کے مجاہدین کو ڈھکیل دیا پھر تو ان ہندوستانی غداروں کی غداری کی بدولت انگریزوں کا اکھڑا ہوا قدم دوبارہ ہندوستان میں کچھ دن کے لئے اور جم گیا لیکن چونکہ بہادر انگریز، شاہ فضل حق خیرآبادی کے اعلان جہاد کو سوچ کر کانپ جایا کرتے تھے اس لئے انھوں نے غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا کلکتہ والا فتویٰ تو اب فرسودہ ہو چکا ہے اور پھر وہ صرف مولوی ہی کہلاتے تھے لہذا اب کسی نام نہاد پیغمبر کے ذریعہ اعلان کرا دیا جائے کہ جہاد کا حکم ختم ہے چنانچہ اس کام کے لئے انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا مرزا پہلے تو امام مہدی اور مسیح موعود بنا جب کچھ زمین ہموار ہو گئی تو اپنے نبی اور رسول ہونے کا شور مچایا پھر تو انگریزوں نے اپنے تربیت یافتہ بناوٹی نبی سے اعلان کرا ہی دیا کہ

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ۔۔۔ دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے ۔۔۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد ۔۔۔ منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(تبلیغ رسالت مصنفہ قاسم علی قادیانی ص۴۹)

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی اور رسول بن کر سیکڑوں مسلمانوں کو اپنی طرح کا فرد مرتد بنا لیا انگریزوں کی تباہ کن سازش کے مطابق یہ ساری کاروائیاں اسلامی تبلیغ کے نام پر انجام دی گئیں۔ تاجرانِ فرنگ کے ان صیادوں نے اسلامی بولیاں بول کر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہی کے جال میں پھانسا اور ان کا دین و ایمان برباد کر دیا۔

ناشر دہریت

مولوی شبلی صاحب اعظم گڈھی، سر سیّد احمد خاں کے بائیں بازو، یورپین چمک دمک سے مرعوب، انگریزی حکومت کے خطاب یافتہ شمس العلماء تھے۔ انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن، انگریزی تعلیم پر فریفتہ ہو کر یوں نغمہ سرائی کرتے تھے۔

سیّارے ہیں اب نئی چمک کے ۔۔۔ وہ ٹھاٹھ بدل گئے اب فلک کے
اب صورت ملک و دیں نئی ہے ۔۔۔ افلاک نئے زمیں نئی ہے !
سب بھول گئے ہیں ما سبق کو ! ۔۔۔ گردوں نے اُلٹ دیا ورق کو!
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے ! ۔۔۔ اس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصّہ یہ بات کی تھی تسلیم! ۔۔۔ یعنی کہ علوم نو کی تعلیم ،، !
تدبیر شفا جو ہے تو یہ ہے ! ۔۔۔ اس دکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں ! ۔۔۔ تہذیب کے دائرے میں آئیں !
سیکھیں وہ مطالب نو آئین ! ۔۔۔ یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقین!
وہ گنج گراں دانش و فن ،، ۔۔۔ وہ فلسفۂ جدید بیکن ،،
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی ! ۔۔۔ نیوٹن کے مسائل یقینی ،،
اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں ۔۔۔ ہم بھی اس کان کے گہر ہوں!

(مثنوی صبح امید از شبلی اعظم گڈھی)

برٹش گورنمنٹ کے نور نظر شمس العلماء مسٹر شبلی نے دہریت، لامذہبیت، نیچریت اور ندویت پھیلا کر انگریزی مخفی سازش کو خوب قوت پہونچائی دارالندوہ لکھنؤ کے کرتا دھرتا بن کر صلح کلیت کا اچھی طرح پرچار کیا۔

سرسید احمد خاں کے قائم کردہ علی گڈھ کالج میں ایک انگریز پروفیسر مسٹر آرنلڈ فلسفہ پڑھانے کے لئے مقرر تھا۔ مولوی شبلی صاحب نے زمانہ قیام علیگڑھ کالج میں آرنلڈ کی صحبت اختیار کی اور اس سے فلسفہ کا درس حاصل کرتے رہے پھر تو اس انگریز پروفیسر کی تعلیم و تلقین نے مولوی شبلی کے دل، دماغ اور ذہن پر خوب گہرا نیچری رنگ چڑھا کر انہیں روشن خیال مسٹر بنا دیا۔

سر عبدالقادر بیرسٹر ایٹ لا، سابق ایڈیٹر رسالہ مخزن لاہور مقدمہ بانگ درا کے صفحہ ح پر انگریز پروفیسر آرنلڈ کی تدریسی شان کی تعدیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔ پروفیسر آرنلڈ جو اب سر ٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں قوت تحریر انکی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طرز جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے (لاہور آنے سے) پہلے علی گڈھ کالج کی پروفیسری کے زمانہ میں اپنے دوست مولانا شبلی (اعظم گڈھی) مرحوم کے مذاق علمی کو پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

(مقدمہ بانگ درا از سر عبدالقادر)

واقعی انگریز استاذ پروفیسر آرنلڈ انگریزی مخفی سازش کے فروغ میں خوب کامیاب، [illegible] اس نے ایک مسلمان کہلانے والے علامہ اور مولانا کو متعصب نیچری اور ٹھوس دہریہ بنا کے چھوڑا۔

فَسُبْحَانَ اللّٰہِ مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ

اسی انگریز استاذ سے پائے ہوئے نیچری ذوق کے باعث مولوی شبلی نے اپنی کتابوں میں جابجا بہت سے معجزات کا اپنی قابلیت کے پردے میں انکار کیا ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے سلسلے میں بہت سی حدیثوں کو موضوع اور باطل قرار دیا ہے اور اس طرح اپنی حدیث دانی چمکانے کی ناکام کوشش بھی کی ہے یورپین مؤرخین سے مرعوب ہو کر تاریخی واقعات میں بے موقع اپنی تاویلات کو ٹھونسا ہے۔ نیچری حضرات مولوی شبلی کی کتابوں پر جان چھڑکتے ہیں۔ الافاضات الیومیہ جلد پنجم صـ ۱۵۲ زیر ملفوظ ۲۵۵ پر ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے

۔۔۔۔۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی (یعنی شبلی اعظم گڈھی) یہ بھی سرسید احمد خاں کے قدم بقدم ہی ہیں سیرت نبوی لکھی ہے جس پر آج

کل کے نیچری فریفتہ ہیں ——————۔

ہمیں مولوی شبلی کی حدیث فہمی اور تاریخ دانی سے بحث نہیں کرنی ہے ہمیں فی الحال بتانا یہ ہے کہ برطانوی شہہ پاکر مولوی شبلی نے بھی مقدس اسلام کا حلیہ بگاڑنے اور مسلمانوں کے عقائد و ایمان خراب کرنے میں اہم ریکارڈ قائم کیا ہے ندوی مذہب نے ان کے ہاتھوں قوت پائی۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ انہیں مولوی شبلی، مولوی محمد علی کانپوری جیسے چند نیچری لیڈروں اور صلحکلی مولویوں نے قائم کیا الافاضات الیومیہ جلد پنجم ص۱۱۰ زیر ملفوظ ۱۸۸ میں ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا

۔—————— پھر خود ندوہ کا جو حشر ہوا سب کو معلوم ہے کہ وہ ایسوں کے ہاتھ میں مدت تک رہا جن کی طبیعت میں بالکل نیچریت تھی وہی سر سید احمد خاں کے قدم بقدم ان کی رفتار رہی وہی جذبات وہی خیالات کوئی فرق نہ تھا ——————۔

ندوی مذہب کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو خواہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہے یا قرآن مجید کو ناقص مانے۔ قیامت کا اقرار کرے یا انکار کرے۔ جنت دوزخ، حساب و کتاب کو مانے یا نہ مانے۔ حضور اقدس سید عالم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرے یا حضور کے بعد اور نبیوں کا آنا بھی جائز مانے غرض کچھ بھی عقیدہ رکھے بس کلمہ پڑھے تو ندوہ کے نزدیک وہ مسلمان اور ندوہ کا ممبر ہے۔ ملاحظہ ہو "اعلام ضروری" ص۹ مصنفہ مولانا مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ۔

ندوی لیڈروں کا کہنا تھا کہ اسلام میں جتنے فرقے ہیں سب حق پر ہیں سب کو آپس میں مل جُل کر رہنا چاہیئے۔ کسی فرقے کو کافر و مرتد کہنا ٹھیک نہیں اس سے مسلمانوں میں انتشار اور پراگندگی ہوتی ہے۔ آپس کی مذہبی لڑائی سے مسلمانوں کی طاقت ختم ہوتی جارہی ہے لیکن وہ لیڈر حضرات اتنا نہ سوچ سکے کہ نیچریت اور صلح کلیت پھیلا کر اور علمائے اہلسنّت کو لڑاکو بتا کر خود ہی مسلمانوں میں انتشار، خلفشار، فتنہ، فساد مچا رہے ہیں۔

یہی مولوی شبلی صاحب ہیں جو ایک طرف صلح کلیت کا نقارہ بجا کر ہمدرد اسلام بننے کا ڈھونگ رچا رہے تھے اور دوسری طرف دہریت و نیچریت کی اشاعت کر کے انگریزوں کی وفاداری کا ثبوت دے رہے تھے چنانچہ وہ اپنی کتاب الکلام ص۲ میں لکھتے ہیں کہ

.________ ارسطو کا اصل مذہب یہ ہے کہ عالم (خدائے تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ) قدیم ہے لیکن اس کی حرکت حادث ہے اور خدا اسی حرکت کا خالق (پروردگار) ہے اسی بنا پر ارسطو نے خدا کے (وجود کے) ثبوت میں حرکت سے استدلال کیا ہے حکمائے اسلام میں ابن رشد کا یہی مذہب ہے۔ بوعلی سینا بھی عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہے ________.

دیکھئے مسٹر شبلی کے نزدیک جن لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ زمین و آسمان، چاند سورج سمندر، پہاڑ وغیرہ کو خدا نے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ یہ سب چیزیں اپنے آپ پیدا ہیں ایسے لوگوں کو مسٹر شبلی نے حکمائے اسلام میں گن دیا یعنی یہ لوگ مسلمان ہونے کے ساتھ حکمت و دانش والے ہیں۔ خود مسٹر شبلی کا کیا عقیدہ ہے۔ تازہ دم اس کو بھی سنیئے۔ اپنی اسی کتاب الکلام ص۲۹ میں لکھتے ہیں کہ

.________ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ عالم اجزاء ذی مقراطیسی سے بنا ہے اور ہم کو یہ بھی تسلیم ہے کہ عالَمُ قَدِیْم ہے جیسا کہ خود مسلمانوں کا ایک فرقہ **معتزلہ** اور حکمائے اسلام یعنی فارابی ابن سینا اور ابن رشد کی رائے ہے۔ ________.

یہ ہے مسٹر آرنلڈ کی خصوصی تعلیم کا گہرا رنگ کہ اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی مسٹر شبلی نے دہریوں کا مذہب اختیار کیا اور عالم کو قدیم مان لیا اور اپنی لیڈری کے ذریعہ یہ فتنۂ عظیم مسلمانوں میں پھیلا کر انھیں باور کرایا کہ یہی مذہب حکمائے اسلام کا ہے حالانکہ تمام ایمان والوں کا اتفاق ہے کہ عالم کا کوئی ذرہ کوئی حصہ بھی قدیم نہیں سب حادث ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ **مُحَرِّکْ، مُتَحَرِّکْ** اور حرکت سب کا خالق اللہ ہے۔ (جَلَّ جَلَالُہٗ)

ایک مرتبہ ندوہ کے اصلاحی جلسہ میں مولوی شبلی کے خلاف جب ہلچل مچی تو انھوں نے فضا کو سازگار بنانے کے لئے عبدالسلام مالک مطبع فاروقی دہلی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اچانک ایک فتویٰ شائع کیا جس میں لکھا کہ میں عقیدۃً اور فقہاً دونوں لحاظ سے اہلسنت وجماعت سے ہوں۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے مشہور مفتی جناب مولوی کفایت اللہ دہلوی نے مولوی شبلی کے رد میں ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ عیسوی میں ایک فتویٰ مرتب کر کے تحفۂ ہندیہ پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا۔ مولوی کفایت اللہ اپنے مطبوعہ فتوی میں لکھتے ہیں۔

.________ جس باخبر شخص نے علامہ شبلی کی تصنیفات پڑھی ہیں اس پر علامہ کے

عقائد وخیالات روز روشن کی طرح عیاں ہیں مگر اس فتوے سے ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصل یہ ہے کہ علامہ نے الکلام میں جن عقائد وخیالات کو صراحۃً یا کنایۃً حق مانا ہے وہ زیادہ تر معتزلہ اور فرقِ ضالہ اور ملحدین کے عقائد وخیالات ہیں اس لئے ان کی تصنیفات (کتابوں) کو دیکھ کر اہل اسلام کے ہر طبقہ کی مذہبی غیرت میں تموّج پیدا ہوا اور چاروں طرف سے علامہ کے خلاف صدا بلند ہوئی کہ علامہ اہل سنت وجماعت سے خارج اور معتزلہ اور ملاحدہ (بید ینوں) کے ہمنوا بلکہ چودھویں صدی میں ان کی یادگار ہیں (تواریخ مجددین حزب وہابیہ ص۲۳) ــــــــ ۔

مولوی انور شاہ کشمیری صدر مدرسہ دیوبند اپنی تصنیف مقدمہ مشکلات القرآن ص۳۲ میں مسٹر شبلی نعمانی کی بیدینی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۔ ــــــــ وانما الوح علی اعین الناس اذ لیس من الدین ان نغمض عن کافرٍ یعنی میں شبلی نعمانی کی یہ بدعقیدگی اور بدمذہبی لوگوں کے سامنے اس لئے ظاہر کرتا ہوں کہ دین اسلام میں کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں (منقول از تواریخ مجددین حزب وہابیہ) ــــــــ ۔

یہی وہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس کے پیش نظر علمائے اہل سنّت، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، مودودیوں اور دیگر بیدین ملاؤں، نیچری لیڈروں کے عقائد کفریہ وخیالات باطلہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے رہتے ہیں تاکہ عوام مسلمین چوکنے رہیں اور کفر وگمراہی کے چنگل میں نہ پھنسیں

کہا جاتا ہے کہ مولوی شبلی اعظم گڈھی نے تاریخ وسیر کی عربی کتابوں کا بہترین ریختہ اردو میں ترجمہ کرکے ایک طرف مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی سیرت سے آگاہ کیا اور دوسری طرف اردو زبان کی بے مثل خدمت انجام دی۔ علمی مذہبی اداروں کی سرپرستی کرکے ملک وقوم پر احسان کیا۔ شہر اعظم گڈھ میں انگریزی درسگاہ بنام شبلی کالج اور علمی ادارہ دار المصنفین قائم کرکے نونہالان اسلام کے پنپنے اور ترقی کرنے کے لئے اسباب فراہم کئے لہذا ان مذہبی، علمی اور قومی خدمات سے صاف ظاہر ہے کہ مولوی شبلی صاحب مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور مخلص خیرخواہ تھے لیکن میری جانب سے عرض ہے کہ وہ خیرخواہ ضرور تھے مگر نیچریوں اور انگریزوں کے۔ اگر وہ مسلمانوں کے خیرخواہ ہوتے تو ان کا اسلام و ایمان برباد کرنے کی ہرگز کوشش نہ کئے ہوتے اور آخری گذارش یہ ہے کہ

ع وہ سبھی کچھ تھے بتاؤ کہ مسلمان بھی تھے؟

پرستارانِ نیچریت

کے مرشد و رہنما علمائے اسلام نہیں بلکہ یورپ کے رہنے والے انگریز ہیں

نیچریت کے پرستاروں کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے کو سیاسی طاقت کے آگے سجدہ ریز رکھتے ہیں اور حکمراں قوم کی وفاداری و خیر خواہی میں اپنا آبائی دین و مذہب بیچ کر حکمراں قوم کے افکار و نظریات کو اپنے قلب و دماغ پر مسلط کر لیتے ہیں پھر خوشامد و چاپلوسی کا زندہ پیکر بن کر حکمراں قوم کے جھوٹے جھوٹے کارناموں اور اس کے افکار و نظریات کا ہر طرف پروپیگنڈا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ ان کے ضمیر فروشی کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حکومت وقت کی جھوٹی تعریف کرنے میں ذرا سی بھی شرم و غیرت محسوس نہیں کرتے۔ زمانہ گزشتہ میں جب کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کا سکہ رواں تھا نیچری مذہب کا ہر مولوی اور لیڈر اپنا آبائی دین فروخت کر کے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ عہ کی زندہ تصویر بن گیا تھا اور انگریزوں کی حمایت و اطاعت وفاداری و خیر خواہی کو شرعی نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں پر نماز و روزہ کی طرح فرض و واجب قرار دیئے بیٹھا تھا چنانچہ نیچریوں کے نمائندہ مولوی شبلی اعظم گڈھی کو جب معلوم ہوا کہ میری چند نظموں کی وجہ سے یوپی کا انگریز لفٹننٹ گورنر ناراض ہو گیا ہے تو انھوں نے سنہ ۱۳۳۲ ہجری مطابق سنہ ۱۹۱۴ء میں

عہ لوگ اپنے حکمرانوں کے مسلک پر ہوتے ہیں۔ ۱۲

اپنے ایک شائع کردہ بیان میں اپنی پرانی وفاداری وخیر خواہی کو یاد دلاتے ہوئے انگریزوں کو باور کرایا کہ میں آپ حاکمانِ وقت کی اطاعت و وفاداری سے کس طرح انحراف کرسکتا ہوں جب کہ

"سنہ ۱۹۰۹ء میں میں نے (ماہوار جریدہ) الندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہبًا فرض ہے" (شبلی نامہ ص۲۴۵)

رہی یہ بات کہ نیچریوں نے انگریزوں کی اطاعت و وفاداری کو مسلمانوں پر فرض کیوں قرار دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پرستاران نیچریت اپنے آبائی دین یعنی قدیم اسلام سے اپنے کو آزاد کرچکے تھے اور جدید اسلام کے اصول وضوابط انھوں نے انگریزوں سے سیکھے جس کے باعث ان کی نگاہوں میں انگریزوں کا نظام سلطنت اسلام کے مطابق دکھائی دیتا تھا اس لئے انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری کو اسلامی شرع کی رو سے فرض قرار دینا ان کے لئے ناگزیر تھا۔ نیچری ڈاکٹر مولوی عبدالحکیم خاں ایم، بی انبالوی اپنی کتاب النبی والاسلام ص۱۱ پر انگریزوں کی طرف جھوٹے کارناموں کی نسبت کرتے ہوئے اور ان کی خوشامد وچاپلوسی، جھوٹی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"چونکہ متعصب اور جاہل اسلامی سلطنتوں کی نسبت، سلطنت برطانیہ (برٹش گورنمنٹ) بدرجہا اسلام کے موافق ہے اور اسلامی اصولوں مثلاً تحمل، ہمدردیٔ خلائق، طلب علم، استفادۂ قدرت، تحصیل علوم وفنون، راستبازی، جفاکشی، استیصال غلامی، حکومت جمہوری، تعلیم نسواں، آزادیٔ خیالات، کی معلم ہے اس لئے مسلمانوں پر اس کی شکرگزاری اور خیرخواہی واجب ہے۔ درحقیقت مسلمانوں کو اپنے اسلام کے بہت سے اصول انگریزوں سے سیکھنے چاہئیں۔ خدا نے بڑے انصاف سے ان کو ہمارا حاکم بنایا ہے۔"

مذکورہ بالا عبارت میں انبالوی ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے پرستاران نیچریت کے افکار و نظریات کی سچی تصویر کھینچتے ہوئے واضح کردیا کہ نیچریوں کے نزدیک

(۱) مسلم ممالک کے مقابلہ میں برطانیہ کی ملحدانہ حکومت گویا اسلامی سلطنت ہے۔

(۲) اور مسلمانوں پر نصرانیوں کی اس ملحد برطانوی گورنمنٹ کی شکرگزاری اور خیر خواہی واجب ہے۔

(۳) درحقیقت اسلامی اصول وضوابط پر جس قدر انگریزوں کو عبور ہے اتنا علمائے اسلام کو نہیں

اس لئے مسلمانوں کو اپنے بہت سے اسلامی اصول علمائے دین کے بجائے نیچریوں کے مذہبی رہنما انگریزوں سے حاصل کرنا چاہئے۔

(۴) جس طرح مسلمان کہلانے والے نیچریوں کی یہ حق پسندی ہے کہ انھوں نے انگریزوں کو اپنا اسلامی رہنما مانا یوں ہی یہ خدائے تعالیٰ کا بڑا انصاف ہے کہ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزوں کا محکوم کیا اور انگریزوں کو ان کا حاکم بنایا۔

اب تو یہ حقیقت بالکل عریاں ہوگئی کہ پیشوایان نیچریت سرسیدؔ احمد خاں، الطاف حسین حالیؔ، مولوی شبلی اعظم گڈھی وغیرہ نے برٹش گورنمنٹ کی عظمت و بڑائی کا جو گیت گایا ہے وہ حق نمک ادا کرنے کے لئے تھا۔ اور اپنی تصنیفات تفسیر القرآن، مسدس حالی، مثنوی صبح امید، الکلام وغیرہ میں اسلامی عقائد و دینی مزاج کے خلاف جن عقائد و نظریات کا اظہار کیا ہے وہ سب ان لوگوں نے اپنے رہنما انگریزوں سے ہی سیکھا اور حاصل کیا تھا۔

اللہ، اللہ۔ جن جاہل انگریزوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق استنجا کرنا نہیں آتا جن کے پتلون کی میانی پیشاب جیسی ناپاک چیز سے آلودہ رہا کرتی ہے، جو جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے پیشاب کرتے ہیں، جن کا مطمح نظر صرف دنیا کا حاصل کرنا ہے، جن کو آخرت سے کوئی تعلق نہیں، جن کے نزدیک زناکاری جیسی گندی چیز بالکل حلال ہے جن کے یہاں شراب شیر مادر ہے جنھوں نے عورتوں میں مغربی تعلیم اور یورپی فیشن پھیلا کر ان کی عزت و آبرو کو لوٹ لیا، جنھوں نے مغربی تہذیب کے ذریعہ عورتوں کی شرم و غیرت کا پانی اتار کر ان کو کتیا کی صف میں کھڑا کر دیا۔ جن کے عقائد و خیالات خالص الحاد و زندقہ پر مشتمل ہیں وہ نیچریوں کے مسلک کے مطابق اس قابل ہیں کہ مسلمان ان سے اپنے اسلامی اصول سیکھیں۔ یہ ہے سیاسی طاقت کے سامنے سجدہ ریز رہنے کا ہولناک نتیجہ۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

انگریزوں کے جاں نثار علماء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر علمائے ہند کا دو گروپ تھا ایک حضرت مولنا شاہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے رفقار کار کا جنھوں نے انگریزی راج کے خلاف اعلان جہاد فرماکر آزادیٔ ہند کا علم (جھنڈا) بلند کیا۔ دوسرا گروہ مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی قاسم نانوتوی اور علمائے دیوبند کا جو انگریزی راج کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور انگریزوں کا قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو بہلا دے دے رہا تھا۔ جنگ آزادی والوں سے لڑتے ہوئے ان کا خون بہا رہا تھا۔ علمائے دیوبند کی معتبر کتاب تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۷۴ میں مولوی عاشق الٰہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔۔۔ جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی (انگریزی حکومت) کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم (جھنڈا) قائم کیا ۔۔۔۔۔۔۔

اس حوالہ نے صاف کھول کر بتا دیا کہ علمائے دیوبند اور انگریزوں کے درمیان سازباز ہے وہ انگریز جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل چکا ہو۔ جس نے مسلمانوں کی نعش کو درختوں پر لٹکا کر چیل کوؤں سے نچوایا ہو وہی انگریز جس نے مسجدوں کو گھوڑوں کی لید سے نجس کیا ہو۔ ہاں ہاں وہی انگریز جس نے آخری مغل بادشاہ ظفر کے ناشتہ میں ان کے لڑکوں کا سر بھیجا ہو وہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی عاشق الٰہی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کی نظر میں **رحمدل، مهربان** ہے۔ اس کے ظلم وستم کا زمانہ **امن وعافیت** کا زمانہ ہے اور رہا مولوی عاشق الٰہی دیوبندی کا جنگ آزادی کے مجاہدین مولنا شاہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق باغی، فسادی اور فتنہ پرور ہونے کی نشان دہی کرنا تو یہ کسی رازدارانہ معاہدہ کا پتہ دے رہا ہے۔ دہابیوں کے مولینا عاشق الٰہی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

. ——— شروع ۱۲۷۶ھ ہجری نبوی ۱۸۶۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ پر اپنی سرکار (انگریزی) سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا ———
(تذکرۃ الرشید حصہ اوّل صہ ۷۳)

یہی مولوی عاشق الٰہی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

. ——— جب (۱۸۵۷ء کی) بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل (انگریزی) گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں (جنگ آزادی والوں) کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں انھوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات (مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی) پر بغاوت کا الزام لگایا ——— (تذکرۃ الرشید حصہ اوّل صہ ۷۶)

بیشک بیشک جن پیشہ ور بزدل وہابیوں نے برطانیہ کے دلی خیر خواہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور انگریزوں کے جاں نثار مولوی قاسم نانوتوی پر باغی ہونے کا الزام لگایا اور اس طرح انگریزوں کے خیر خواہ بننے کی کوشش کی وہ ضرور غلط راستے پر تھے اس لئے کہ تاریخی حقائق خود ہی گواہ ہیں کہ پیر میاں سید احمد رائے بریلوی، مولوی اسمٰعیل دہلوی، وہابی لیڈر سر سیّد احمد خاں، مسٹر الطاف حسین حالی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی وغیرہ پیشوایان وہابیہ انگریزوں کے وفادار اور خیر خواہ رہے ہیں۔ انگریزوں کی حمایت میں لڑے ہیں۔ ان پر اپنی جانیں نثار کی ہیں۔ آزادی کے طلب گاروں کا بے دریغ خون بہایا ہے تو ان حقائق کی موجودگی میں مولوی رشید احمد اور مولوی قاسم نانوتوی صاحبان کو انگریزی حکومت کا باغی کہنا قطعاً بہتان سراسر الزام ہے۔ کیوں کہ انگریزی حکومت جب خود وہابیوں کی اپنی ہی حکومت ہے جیسا کہ بانیٔ وہابیت مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزی حکومت کو اپنی حکومت قرار دیا اور خود مولوی عاشق الٰہی دیوبندی مُصنّف تذکرۃ الرشید نے متعدد جگہوں میں انگریزی حکومت کو اپنی سرکار لکھا ہے تو پھر اپنی ہی حکومت سے بغاوت کے کیا معنی؟

تذکرۃ الرشید حصہ اوّل صہ ۹۰ میں ہے کہ

. ——— جیسا کہ آپ حضرات (مولوی رشید احمد اور مولوی قاسم نانوتوی صاحبان)

اپنی مہربان (انگریزی) سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست (زندگی بھر) خیر خواہ ہی ثابت رہے ——.

اللہ اکبر —— وہ ظالم انگریز جو سوداگروں کا بھیس بدل کر ہندوستان میں داخل ہوئے اور جنھوں نے مسلم بادشاہوں کو کچل کر اور مغلیہ حکومت کو مٹا کر نہایت مکاری اور فریب کے ساتھ اس ملک پر اپنی حکومت قائم کی ایسے ظالموں کی دلی خیر خواہی میں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی قاسم نانوتوی کی پوری زندگی ختم ہوئی ہے —— اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ انگریزی سرکار دیوبندیوں اور وہابیوں کے حق میں مہربان سرکار تھی جبھی تو انگریزی دور حکومت میں دیوبندی مذہب خوب پھولا اور پھلا۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۷۴ و ص۷۵ میں ہے کہ

—— ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (نانوتوی صاحب) اور طبیب روحانی اعلیحضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں (جنگ آزادی والوں) سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی (انگریزی) سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا (صف) جما کر ڈٹ گیا اور (انگریزی) سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر (رشید احمد گنگوہی قاسم نانوتوی، حافظ ضامن وغیرہ) ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ (گنگوہی) پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے ——.

حوالہ مذکور بالا محتاج تبصرہ نہیں کیوں کہ جو وہابی مولوی انگریزوں پر اپنا دین و ایمان قربان کر چکے ہوں وہ اگر انگریزوں پر اپنی جانیں بھی فدا کر دیں تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے۔ ہاں پوری ملت اسلامیہ کو اس پر ضرور تعجب ہے کہ جو شخص انگریز پر جاں نثاری کرتے ہوئے مار ڈالا جائے اس کو وہابی اور دیوبندی شہید کہتے ہیں جیسا کہ وہابیوں نے حافظ ضامن صاحب کو شہید قرار دیا ہے حالانکہ حافظ جی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نہیں بلکہ انگریز کی طرف داری اور حمایت

ہیں مارے گئے۔

تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ میں ہے۔

۔۔۔۔۔۔ اور (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں (انگریز) سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام (بغاوت) سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے ۔۔۔۔۔۔۔

اللہ اللہ۔ شہنشاہِ دین و دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں اکڑ اور سرتابی کا یہ عالم کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا بھی مختار نہیں اور انگریز کے قدم پہ سر بسجود ہوئے تو اس بری طرح کہ آپ ہی اُنُ داتا ہیں۔ سرکار ہی مالک و مختار ہیں جو چاہیں سو کریں۔ یہ ہے رسول دشمنی اور انگریز دوستی کا جیتا جاگتا مظاہرہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے کہ اُس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے سرتابی کرنے والا انگریز کو اپنا مالک و مختار ٹھہرا کر اس کے دامن میں اپنی زندگی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں دیوبندی توحید کے علمبردار ملّا رشید احمد صاحب گنگوہی کے عقیدۂ توحید کی قلعی بھی کھُل گئی کہ انگریز کو اپنی زندگی اور موت کا مالک تسلیم کر لیا حالانکہ اس موقع پر ایک مردِ مومن کی بولی یہ ہوتی ہے کہ انگریز اگر دشمن ہے تو ہوا کرے میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کا فرمانبردار ہوں۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اُولیٰ جو میرے رب کو منظور ہوگا وہی ہوگا میرا سرِ نیاز رضائے الٰہی پر خم ہے۔ اس کی بارگاہِ احدیت سے سرتابی کی مجال نہیں مگر جناب گنگوہی صاحب فرماتے ہیں میں تو اپنے سرکار انگریز کا فرمانبردار رہا ہوں اور انگریز بہادر ہی میرے مالک و مختار ہیں میری موت اور زندگی انھیں کے ہاتھ ہے فَاعْتَبِرُوا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

یہی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں جنھوں نے انگریزوں کی خواہش کے مطابق اپنی مہربان سرکار کے سائے میں بے خوف ہو کر عقائد کفریہ اور خیالات باطلہ کا خوب پرچار کیا ہے اور دل کھول کر اللہ و رسول کی جناب میں گالیاں لکھی ہیں اور ہندوستان میں وہابیت اور دیوبندیت پھیلا کر اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد، لڑائی اور جھگڑے کا ایک نہ کٹنے والا سلسلہ

قائم کردیا ہے اور اس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اپنے مالک ومختار انگریزوں کی خوفناک سازش کو خوب کامیاب بنایا ہے۔ انھوں نے پہلے تو یہ عقیدہ گڑھ کر پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا ممکن ہے (براہین قاطعہ ص۳) پھر اپنے دستخطی مہری فتوی میں یہ لکھا کہ "وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے" یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ جھوٹا ہے۔ معاذاللہ تعالیٰ۔

رسالہ تقدیس القدیر جس کو جاں نثار برطانیہ مولوی رشید احمد صاحب نے خود لکھا اور اپنے معتبر شاگرد محمد حسین مرادآبادی کے نام سے شائع کیا۔ اس کے صفحہ ۸، پر لکھا[عہ] ہے کہ

۔ ــــــــــ جوازِ وقوعی میں بحث ہے۔ (تقدیس القدیر ص۸۷) ــــــــــ ۔

یعنی اب گفتگو اس بات میں ہے کہ خدا جھوٹ بولا ــــــــــ نعوذُ باللہِ منْ ذالك۔

یہی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب تقدیس القدیر ص۹۷ میں لکھتے ہیں کہ "گفتگو جوازِ وقوعی میں ہے نہ جوازِ امکانی میں" ــــــــــ ۔

یعنی خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن تو ہے ہی لیکن اب گفتگو اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اس سے جھوٹ واقع ہوچکا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ۔

یہی مولوی رشید احمد صاحب جو زندگی بھر انگریزوں کے دلی خیرخواہ رہے انہوں نے پیشوائے انبیاء سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کی شانِ پاک میں کھلم کھلا گستاخی کرتے ہوئے براہین قاطعہ ص۵۱ میں ظاہر کیا کہ۔

ــــــــــ ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے ــــــــــ ۔

انھیں مولوی رشید احمد گنگوہی نے گستاخوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے براہینِ قاطعہ ص۳ میں بیان کیا کہ

۔ ــــــــــ سیدِ عالم سرکارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہنا قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔ ــــــــــ ۔

عہ تقدیس القدیر کے تمام حوالے "ردشہاب ثاقب" ص۷۹ سے منقول ہیں۔

یہی حضرت گنگوہی صاحب ہیں جنھوں نے ایک جعلی جھوٹی گمراہ کن ایمان سوز حدیث گڑھ کر گستاخ وہابیوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی تعلیم دی ہے جیسا کہ وہ اپنے فتاوی رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی ص۵۸ میں لکھتے ہیں کہ

۔ ـــــــــ چونکہ حدیث میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے ـــــــــ ۔

محترم ناظرین! "مجھ کو بھائی کہو" یہ سرکار اعظم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں بلکہ خود مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے اپنی طرف سے اپنے مقتدا اسمٰعیل دہلوی کی اندھی محبت میں ڈوب کر اس جعلی قول کو گڑھا اور اسے حدیث رسول ٹھہرا دیا ہے۔ آج سے آٹھ سال پیشتر میں نے بڑھیا ضلع بستی سے دارالعلوم دیوبند، کنزالعلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد، احیاءالعلوم مبارک پور ضلع اعظم گڈھ، غیر مقلد محدث عبدالسلام بستوی دہلی کے نام اکنالیجمنٹ کے ساتھ رجسٹریاں مع جوابی لفافہ روانہ کیں۔ اور مذکورہ بالا جعلی حدیثِ گنگوہی کا پتہ دریافت کیا۔ آخرالذکر کے علاوہ سب درس گاہوں سے جواب آیا کہ ہمیں اس حدیث کا پتہ نہیں معلوم غیر مقلد محدث صاحب نے بار بار ذریعہ پوسٹ کارڈ یاددہانی کے باوجود اب تک کوئی جواب نہیں دیا اور جواب کیلئے میرا بھیجا ہوا لفافہ انھوں نے واپس نہ کیا۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند جنھوں نے مولوی گنگوہی صاحب کی ہمراہی میں اپنے آقا انگریز پر جاں نثاری کرتے ہوئے جنگ آزادی والوں سے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر جنگ کی انھوں نے بھی نئے کفری عقائد پھیلا کر مسلمانوں کا دین وایمان بگاڑنا اور انھیں دیوبندی بنانا شروع کیا اور اسطرح انگریزوں کی خطرناک سازش کو بھرپور قوت پہنچائی۔ انھیں مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے قادیانی مذہب کو سہارا دیتے ہوئے کتاب تحذیرالناس لکھی جس میں انھوں نے حضور خاتم الانبیاء سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا ہے اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن کا معنی نبی آخرالزّمان سمجھنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی چنانچہ وہ اپنی کتاب تحذیرالناس ص۳ میں لکھتے ہیں کہ

۔ ـــــــــ عوام (جاہلوں) کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم[ع] کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے

ع۔ ہم مسلمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں۔

کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم (سمجھ دار لوگوں) پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ——————

پھر تحذیر الناس ص۲۸ میں لکھتے ہیں کہ

۔—————— بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم[1] بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ——————۔

تحذیر الناس کی ان دونوں کفری عبارتوں نے خوب واضح کر دیا کہ مولوی نانوتوی کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزماں نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مُلا نانوتوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نئے نبی پیدا ہونے کو جائز مانا۔ یہ تحذیر الناس وہی کتاب ہے جس نے گمراہی اور بیدینی پھیلا کر سیکڑوں مسلمانوں کا ایمان برباد کر دیا۔ یہ کتاب اسلامی عقائد کے کس قدر مخالف ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے حوالۂ ذیل ملاحظہ کیجئے۔

الافاضات الیومیہ حصہ چہارم ص۵۸ زیر ملفوظ ۹۲۷ میں ہے کہ دیوبندیوں کے پیشوا جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ

۔—————— جس وقت مولٰنا (قاسم نانوتوی صاحب) نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولٰنا کی ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولٰنا عبد الحی صاحب کے۔ ——————۔

مولوی تھانوی صاحب کے اس واضح بیان نے کھُلّم کھُلّا ثابت کر دیا کہ بانیٔ مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی لکھی ہوئی کتاب تحذیر الناس ایسی باطل اور ایمان سوز ہے کہ خود مُلّا نانوتوی کے ہم مذہب دیوبندی مولویوں نے بھی ان کے ساتھ موافقت نہ کی —————— یہ اور بات ہے کہ سادہ لوح ناواقف عوام مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر دیوبندی عالموں نے المُھَنَّد میں تحذیر الناس کی تصدیق کر دی ہے کہا جاتا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی نے مدرسۂ دیوبند جاری کر کے مسلمانوں پر بڑا بھاری احسان کیا ہے میری طرف سے گذارش

---

[1] صلعم لکھنا حرام ہے۔ ہم لوگ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں عہ افاضات یومیہ میں یوں ہی ہے۔ ۲

ہے کہ ملّا قاسم نانوتوی نے مدرسۂ دیوبند جاری کر کے مسلمانوں کا دین وایمان تباہ کیا۔ اسلامی عقائد کو کچلا۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر انگریزی سازش کو کامیاب بنایا تو ان کا احسان ایمان والوں پر نہیں بلکہ وہابیوں کے سرپرست انگریزوں پر ہے۔

برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ

انگریزوں کی خوش قسمتی سے ان کو ایک ایسے مولوی صاحب مل گئے جو پبلک میں حافظ، قاری، حاجی، مدرس، مفتی، پیرومرشد، قادری اور چشتی کے نام سے مشہور کئے گئے تھے اور وہ ہیں وہابیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ انگریز تو پہلے ہی سے مطمئن تھے کہ وہابی مولوی پیدائشی طور پر انگریزی راج کے وفادار، جاں نثار اور دلی خیرخواہ رہے اور ہیں بس انھوں نے طے کر لیا کہ اگر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو برطانوی پالیسی کا خصوصی آلۂ کار بنالیا جائے تو ہماری اسکیم کو امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ مولوی تھانوی صاحب اپنے فتویٰ کے ذریعہ گمراہی اور بیدینی کا سیلاب بہا سکتے ہیں۔ پیری مریدی کی آڑ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ، فساد اور اختلافات کی آگ اس طرح بھڑکا سکتے ہیں کہ شہر، دیہات اور قصبہ جنگ وجدال کا اکھاڑا بن جائے گا۔ پھر تو برطانوی حکومت نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو فرائض منصبی سپرد کر کے ان کے لئے چھ سو روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا لیکن یہ سب معاملات بڑی رازداری کے ساتھ طے کئے گئے تاکہ پبلک کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے چنانچہ دیوبندیوں کے شاہد عادل مستند فاضل مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے جمیعۃ العلماء ہند کے وفد کے سامنے یہ بیان دیا کہ:

.... دیکھئے حضرت مولینا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلّم بزرگ پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولنا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ (انگریزی) حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شُبہ بھی نہ گزرتا تھا ————. (مکالمۃ الصدرین صہ ۹)

یہاں ہمیں برٹش حکومت کے رازدارانہ عنوان سے کوئی بحث نہیں بلکہ یہ ثابت کرنا ہے کہ وہابیوں کی اپنی انگریزی سرکار جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو سالانہ سات ہزار دوسو روپے کی لمبی[^1] رقم دیتی تھی۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ کیا مولوی تھانوی صاحب عیسائی برطانوی حکومت کے سرکاری پیرو مرشد تھے؟ کیا مولوی تھانوی صاحب انگریزوں کے سرکاری پیشوا تھے؟ آخر مولوی تھانوی صاحب سے انگریزی حکومت کو ایسی کون سی خصوصی عقیدت تھی کہ جس کے پیش نظر وہ ماہوار رقم حاضرِ خدمت کیا کرتی تھی ———— جو لوگ برطانوی پالیسی اور انگریز کی چالبازی سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ تھانوی صاحب نہ تو برطانیہ کے پیرو مرشد تھے نہ انگریزی حکومت کو ان سے کوئی عقیدت تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی تھانوی صاحب انگریزی حکومت کے آلۂ کار تھے۔ مسلمانوں میں بدعقیدگی اور وہابیت پھیلا کر پھوٹ ڈالنے کا کام بحسن و خوبی انجام دیتے تھے اور پھوٹ ڈلوانا ہی انگریزوں کا مقصد تھا جس کے لئے وہ سات ہزار دوسو روپے کی لمبی رقم ادا کرتے تھے ———— واضح رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی انگریزوں کے بڑے دُلارے ایجنٹ (کارندہ) تھے۔ انگریز مولوی تھانوی صاحب کو ماہوار وظیفہ دینے کے ساتھ ساتھ ان کے آرام و آسائش کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے چنانچہ الافاضات الیومیہ حصہ چہارم صہ ۶۹ زیر ملفوظ ۱۱۳۶ میں ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے بیان کیا کہ

.———— ایک شخص نے مجھ (اشرف علی) سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہوجائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کروگے میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیوں کہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے (انگریزوں کو) نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انھوں نے (یعنی انگریزوں نے) ہمیں (مولوی اشرف علی تھانوی کو) آرام پہونچایا ہے ————.

---

[^1]: رائج الوقت سکے سے تقریباً دو لاکھ سولہ ہزار روپے

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جن کے پاس ان کے ایک مرید نے خط بھیجا جو ماہنامہ الامداد صـ۳۴ و صـ۳۵ شمارہ ۶ جلد ۳ بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ہجری مطابق ۱۹۱۷ء عیسوی مطبوعہ مطبع امداد المطابع تھانہ بھون سے ذیل میں حرف بحرف نقل کیا جاتا ہے۔

______ ایک روز کا ذکر ہے کہ (میں ماہنامہ) حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سوجانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللّٰہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللّٰہ کی جگہ حضور کا نام (اشرف علی رسول اللّٰہ) لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ (یعنی اشرف علی رسول اللّٰہ) نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا اَشْرَفُ عَلِیْ۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے

روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں ———— ۔

محترم ناظرین! تھانوی صاحب کے مرید کے اس خط کو پڑھ کر آپ حضرات تو یہی گمان کریں گے کہ تھانوی صاحب نے اپنے مرید کے خواب کو القائے شیطانی قرار دیا ہوگا اور بیداری والے کفری جملہ سے توبہ کی تلقین کی ہوگی اور رہا زبان کے بے قابو ہو جانے کا جھوٹا بہانہ، تو اسے شیطانی فریب ٹھہرایا ہوگا مگر ان باتوں کے برخلاف تھانوی صاحب نے اشرف علی رسول اللہ اور نبینا اشرف علی جپنے والے مرید کی پیٹھ ٹھونکی اور ان صریح کفری جملوں کے بولنے سے مرید کو جو برائے نام کھٹک تھی اسے دفع کرتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے اطمینان دلایا کہ خواب و بیداری کے جو واقعات تمہیں پیش آئے وہ صرف اس لئے تھے کہ خود تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہارا پیر تھانوی پیرو سنّت ہے اب تھانوی صاحب کا اصل جواب ملاحظہ ہو لکھتے ہیں

———— جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس (پیر) کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ ———— ۔ (مذکور بالا الامداد ص ۳۵)

تھانوی صاحب نے مرید کا خط اور اپنا جواب رسالہ الامداد میں شائع کر کے اپنے مریدوں کو یہ تأثر دیا کہ جس مرید کی زبان سے بلا دریغ اشرف علی رسول اللہ ادا ہو جایا کرے وہ اطمینان رکھے کہ میں پیر کی محبت میں پکا ہوں اور میرا پیر تھانوی واقعی متبع سنّت ہے اور جس کی زبان قابو میں ہو اور اشرف علی رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے پر تیار نہ ہو وہ سمجھ لے کہ میں تھانوی کا کچا مرید ہوں۔

اور اگر یہ تأثر نہ دینا ہوتا تو تھانوی صاحب، مرید کے خط اور اپنے جواب کو کتاب میں شائع نہ کراتے انگریزی حکومت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنے کا فائدہ تھانوی صاحب نے خوب حاصل کیا کہ جس گمراہی کو چاہا اسے بے خوف ہو کر پھیلایا۔

یہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنھوں نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کے پیشوا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے علم غیب کی طرح قرار دے کر حضور کی شان میں کھلی ہوئی گالی دی ہے جیسا کہ وہ اپنی کتاب حفظ الایمان ص ۹ میں لکھتے ہیں۔

"۔۔۔۔۔۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو غیب جاننے والا ماننا) اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہوں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

شانِ رسالت میں یہی وہ گھنونی گالی ہے جس پر پوری ملتِ اسلامیہ رنج و غم سے سوگوار ہے لیکن انگریز کے پروردہ مولوی تھانوی صاحب "میاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا" کے مطابق اپنی اخیر عمر تک اس گستاخی پر اڑے رہے۔ پھر اس نجس گستاخ عبارت کی طرفداری کرتے ہوئے علمائے دیوبند کا اس کی حقانیت پر مضامین اور کتابیں لکھنا نیز بحث و مناظرہ کرنا روشن ثبوت ہے کہ انگریز سالانہ سات ہزار دو سو روپئے خرچ کر کے بہت فائدے میں رہے اس سودا میں انھیں گھاٹا نہ رہا۔

اب لگے ہاتھوں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں بھی ایک ضروری حوالہ ملاحظہ کر لیجئے

مکالمۃ الصدرین مرتبہ طاہر احمد قاسمی ص۸ میں ہے کہ

"۔۔۔۔۔۔ مولنا حفظ الرحمٰن صاحب (سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمیعۃ العلماء ہند) نے کہا الیاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداءً (شروع شروع میں) حکومتِ برطانیہ کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ ۔۔۔۔۔۔"

مولوی الیاس کاندھلوی دیوبندی کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے متعلق وہابیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ وہ خالص اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں گھوم گھوم کر مسلمانوں کو کلمۂ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؐ پڑھاتی اور نماز وغیرہ سکھاتی ہے اسی تبلیغی جماعت کے بارے میں دیوبندی وہابیوں کے مستند عالم مولوی حفظ الرحمٰن ناظم جمیعۃ العلماء ہند شہادت دے رہے ہیں کہ نصرانیوں کی انگریز گورنمنٹ تبلیغی جماعت کو حاجی رشید احمد کی معرفت روپیہ دیتی تھی۔ تو کیا کوئی بھی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ تثلیث پرستوں کی انگریز گورنمنٹ کلمۂ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی تبلیغ، نماز، روزہ وغیرہ کی اشاعت

ؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۱۲

کے لئے تبلیغی جماعت کو روپیہ دیگی؟ ہرگز نہیں تو واضح ہوگیا کہ کلمہ اور نماز وغیرہ کی نمائشی تبلیغ کی آڑ میں اسلام کے خلاف کوئی گہری سازش ضرور ہے ورنہ کلمۂ طیبہ کی تبلیغ، نماز وغیرہ کی اشاعت کے لئے انگریز گورنمنٹ کا روپیہ خرچ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں نے وہابی مولویوں سے رازدارانہ معاہدہ کر رکھا ہے کہ تم مجھ سے روپیہ لے کر مسلمانوں کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لو اور جب ان پر قابو پاؤ تو اپنے تقدس اور اتباع شریعت کا ڈھونگ رچ کر مسلمانوں میں نئے نئے عقیدے پھیلاؤ۔ اولیائے کرام کی قبروں پر جانے والوں کو بدعتی کہو۔ یاغوث، یارسول اللہ پکارنے والوں کو مشرک کہو، میلاد و قیام کرنے والوں پر پھبتی کسو، تو مسلمانوں میں خود ہی پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس طرح سے ہمارا اور تمہارا دونوں کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا۔ تم ایک ٹولی کے قائد و پیشوا بن جاؤ گے اور ہم بھی مسلمانوں کو اختلاف و انتشار کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھ کر چین و سکون کی بانسری بجائیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انگریزوں کے مقرر کردہ مولوی اور لیڈر جو برطانوی حکومت کے دلی خیر خواہ، وفادار اور جاں نثار بن چکے تھے انھوں نے ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور پرانے اسلام کی صورت بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اپنے آقا انگریز کی خوفناک سازش کو قوت پہونچانے اور انگریزی حکومت کو مستحکم و مضبوط بنانے کے لئے اختلاف و انتشار، فتنہ و فساد کا ہولناک آتش کدہ تیار کر کے اس میں مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ جھونک دیا اور اس طرح ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ملا فسادی شاہ جناب خلیل احمد بہرائچی دیوبندی اپنی مایۂ ناز کتاب فسادی ملا صفحہ ۱ سطر ۳، ۴ میں لکھتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔۔۔ انگریزوں نے علمائے حق کے مقابلے کے لئے شکم پرست بندگان زر بدعتی ملاؤں کو اپنا آلۂ کار بنایا۔

ملا فسادی شاہ جناب خلیل احمد بہرائچی دیوبندی کی نگاہ میں وہابی مولوی ہی علمائے حق اور سُنی علما انگریزوں کے آلۂ کار تھے چنانچہ وہ اپنے اس مضمون بالا میں علمائے اہلسنت ہی کو شکم پرست اور بدعتی ملا کہہ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملا خلیل احمد صاحب بہرائچی اپنی وہابیت

کے باعث مولویان وہابیہ کی بیجا حمایت اور ناحق طرف داری میں بُری طرح اندھے ہو چکے ہیں ورنہ حیات طیبہ، تاریخ عجیبیہ اور تذکرۃ الرشید وغیرہ کتابوں نے کھلّم کُھلّا بیان کر دیا ہے کہ پیر میاں سیّد احمد، مولوی اسمٰعیل دہلوی، وہابی لیڈر سر سیّد علی گڑھی، الطاف حسین حالی پیشوایان وہابیہ مولوی رشید احمد، مولوی قاسم بانیٔ مدرسۂ دیو بند، مولوی الیاس کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ انگریزوں کے آلہ کار، جاں نثار، وفادار، برطانوی پولیٹکل ایجنٹ تھے لہٰذا شکم پرست، بندگان زر، بدعتی مُلّا اور علمائے سوء یہی وہابی مولوی اور لیڈر ہیں لیکن فتنہ پروروں اور فسادیوں کو حق سوجھائی نہیں دیتا۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ اَلْھِمْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔

مجددِ اعظم کی آمد

اور الحاد و بے دینی کی کالی گھٹاؤں کا خاتمہ

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے زمانے سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے زمانے تک ہندوستان کے مشہور ریفارمروں، مصلحوں، لیڈروں اور مولویوں کے مختصر حالات اور ان کے الحاد و بیدینی کا ایک ہلکا پھلکا خاکہ ہم مستند کتابوں کے حوالے سے پیش کر چکے جس سے آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس طویل دور میں اسلام پر کتنے شدید حملے ہوتے رہے۔ سب سے پہلے مولوی اسمٰعیل صاحب اسلام پر حملہ کرتے ہوئے آواز بلند کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اور انبیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں (تقویت الایمان ص۲۰) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (یعنی نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویت الایمان ص۱۹) رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر (تقویت الایمان ص۵۰) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی چیز کے بھی مختار نہیں (تقویت الایمان ص۵۲) معاذ اللہ تعالیٰ من ہذہ الاقوال الباطلہ۔

سرسید خاں علی گڈھی کا اعلان ہوتا ہے کہ جنت و دوزخ، جزا و سزا، اور وحی ربانی کوئی چیز نہیں، جبریل، میکائیل اور دیگر فرشتوں کا کوئی وجود نہیں (تفسیر القرآن مصنفہ سرسید) حالی

پانی پی کا شور ہیکہ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ اَفْضَلُ الْاَنْبِیَاءِ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر صرف اتنی بڑائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایلچی ہیں اور ہم ایلچی نہیں (مسدس حالی) مرزا غلام احمد قادیانی ایک طرف حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو گالیاں دے رہا ہے اور دوسری طرف اپنی جھوٹی بناوٹی نبوت کا نقارہ پیٹ رہا ہے۔

مولوی شبلی صاحب ندویت اور صلح کلیت کا آزادانہ بے دھڑک پرچار کر رہے ہیں اور دہریوں کے عقائد باطلہ کو اسلامی تعلیمات میں ٹھونسنے جا رہے ہیں۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بلا روک ٹوک دیوبندیت کی اشاعت کر رہے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کے برابر قرار دے رہے ہیں بہشتی زیور حصہ اول کے ہولناک دہانے سے مسلمانوں کے اوپر کفر و شرک کے گولے برسا رہے ہیں۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسۂ دیوبند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی نئے نبی پیدا ہو سکنے کا صور پھونک رہے ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی خدائے تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولنے کا گندہ عقیدہ پھیلا رہے ہیں۔ ملک الموت اور ابلیس لعین کے علم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے کم ہونے کا شور مچا رہے ہیں۔ وہابیت، دہریت، لامذہبیت، نیچریت، مرزائیت، دیوبندیت، ندویت اور صلح کلیت کی کالی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ الحاد و بیدینی کا دور دورہ تھا۔ دیوبندیت کا قانون اتنا سخت تھا کہ ادھر یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہا ادھر کفر و شرک کی توپ دم ہوئی۔ وہابیت کے دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ جس نے یَا غَوْث پکارا وہ مشرک، جس نے اپنے لڑکے کا نام عبد النبی یا عبد الرسول نبی بخش یا امام بخش، غلام محی الدین یا غلام معین الدین رکھ دیا وہ مشرک۔ میلاد شریف کی مجلس قائم کرنے والا مشرک کھڑے ہو کر سلام پڑھنے والا مشرک۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب داں ماننے والا مشرک حد یہ کہ دولہا کے سر پر سہرہ باندھنے والا مشرک، حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر سمجھنا کفر، اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے مدد مانگنا کفر، اولیائے کرام کو پکارنا کفر، نیاز و فاتحہ جرم، قبر پر اذان دینا جرم، عرس کرنا جرم، انبیاء عظام اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کے لئے سفر کرنا جرم۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل کرنا جرم۔ الغرض ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور پرانے مقدس اسلام کی صورت بگاڑنے میں ان لوگوں نے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور انگریزی حکومت کی وفاداری میں مسلمانوں کو متعدد فرقوں اور مختلف جتھوں میں بانٹ

کران کو تباہی کے غار میں پہونچا دیا۔

اب جب کہ پورے ہندوستان کی فضا نیچریت، دہریت، وہابیت و دیوبندیت کی تیز و تند آندھیوں سے غبار آلود ہو چکی تھی۔ الحاد و بیدینی کی گھٹا ٹوپ تاریکی چاروں طرف چھا چکی تھی۔ بد مذہبی اور بد عقیدگی کی کالی کالی گھٹاؤں نے ایمان و ہدایت کی روشنی کو ڈھانپ کر رکھا تھا۔ خود ساختہ مفکرین اسلام اپنی تاویلات سے اسلامی مسائل اور شرعی احکام کی اصلی شکلیں بگاڑ چکے تھے۔ محدث اور مولوی کہلانے والے اللہ قدوس و سبوح کی ردائے عظمت پر جھوٹ کا دھبا لگا رہے تھے۔ مولانا اور مفتی بننے والے حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن اقدس پر بے ادبی اور گستاخی کا کیچڑ اچھال رہے تھے۔ دین کے ڈاکو مسلمانوں کا متاع ایمان لوٹتے جارہے تھے۔ مذہب کے بھیڑیئے مصطفےٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں پر مسلسل حملے کئے جارہے تھے۔ تو ان حالات میں مقدس اسلام کو ایک ایسے مجدد اعظم کی ضرورت تھی۔

- جو حضور سراپا نور سیدِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا وارث بن کر اپنی نورانی کرنوں سے بد مذہبی کی کالی گھٹاؤں کو تتر بتر کردے۔
- جو جلالِ موسیٰ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَالثَّنَا کا پرتو بن کر اللہ تعالیٰ کی ردائے عظمت میں جھوٹ کا دھبا لگانے والوں کو جلا کر راکھ کردے۔
- جو حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر قہر الٰہی کی بجلی بن کر گرے۔
- جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب بن کر اپنے قلمی تلوار سے تھانوی اور پنجابی مُسَیْلِمَۂ کذّاب کو موت کے گھاٹ اتار دے۔
- جو امام اعظم ابو حنیفہ کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گرد و غبار صاف کر کے ان کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرے۔
- جو حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد کا مظہر بن کر الحاد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو چیر دے۔
- جو اپنے زمانے کا امام ابو منصور ماتریدی اور امام ابو الحسن اشعری بن کر ڈارون اور نیوٹن کے فلسفے کا شیشہ چکنا چور کردے اور نیچریت کی کھال ادھیڑ کر رکھ دے۔

- جو آفتاب رشد و ہدایت بن کر وہابیت کی تیز و تند آندھیوں کا مقابلہ کرے۔
- جو دین کا بادشاہ بن کر ایمان کے ڈاکوؤں کا بھیجا نکال کر باہر کر دے۔
- جو محمدی کچھار کا شیر بن کر مذہبی بھیڑیوں کا قلع قمع کر دے۔
- جو اپنے تجدیدی کارناموں سے امت مرحومہ کا دین تازہ اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کر دے۔

چنانچہ پیارے اسلام کے حافظ حقیقی رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقدس دین کی حفاظت و حمایت کے لئے ایک ایسے بندے کو پیدا فرمایا جو مذکورہ بالا اوصاف میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ اور دوسری بے شمار خصوصیات کا بھی حامل تھا۔ جانتے ہو یہ بندہ کون ہے؟— اچھا ابھی آگے بڑھو۔

صحیح حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (ابوداؤد شریف جلد ثانی ص۲۴۱) یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کر دے۔

اسلامی بولی میں مُجدِّد اسے کہتے ہیں جو امت کو بھولے ہوئے احکام شرعیہ یاد دلائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ فرمادے۔ فقہ وکلام کے الجھے ہوئے معرکۃ الآراء مسائل کو سلجھائے۔ اپنی عالمانہ سطوت کے ذریعہ اعلاءِ کلمۃ الحق فرما کر باطل اور اہل باطل کی جھوٹی شوکت کو مٹا دے۔

حدیث شریف کی رہنمائی کے مطابق جب ہم چودھویں صدی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک ایسا مُجدِّد نظر آتا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی شان مُجدِّدیت میں درخشاں اور تاباں ہے فضل و کمال کیساتھ ہر ایک علم میں اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے دین کے اس مُجدِّد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جسکے سامنے عرب و عجم، حل و حرم کے بڑے بڑے علماء نے سر نیاز خم کئے جس کے علمی دبدبے سے ایشیا کے فلاسفہ لرزتے رہے جانتے ہو اس عظیم المرتبت مُجدِّد کا نام کیا ہے؟ —— تو اب ہم سے سنو اس کا پیارا نام عبد المصطفیٰ احمد رضا ہے جو اسلامی دنیا میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کے نام سے مشہور رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا وعن اہلسنت والجماعۃ۔

اعلیحضرت کا نسب نامہ

اور خاندانی حالات کا مختصر خاکہ

اعلیحضرت امام احمد رضا[1] بن حضرت مولانا نقی علی[2] خاں بن مولانا رضا علی[3] خاں بن مولانا حافظ کاظم علی[4] خاں بن مولانا شاہ محمد اعظم[5] خاں بن حضرت محمد سعادت[6] یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ[7] خاں رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن۔

(۱) حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قندھار (ملک افغانستان) کے باعظمت قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ حکومت مغلیہ کے زمانے میں لاہور تشریف لائے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل انھیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے۔ اس وقت آپ شش ہزاری عہدے پر فائز تھے۔ دربار شاہی سے آپ کو شجاعت جنگ کا خطاب ملا

(۲) حضرت محمد سعادت یار خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو حکومت مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لئے روہیلکھنڈ بھیجا۔ فتحیابی کے بعد فرمان شاہی پہونچا کہ آپ کو اس علاقہ کا صوبہ دار بنایا گیا ہے لیکن اس وقت آپ بستر وصال پر تھے اور سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔

(۳) حضرت مولینا محمد اعظم خاں عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَان بریلی تشریف فرما ہوئے۔ کچھ دن حکومت کے عہدۂ وزارت پر فائز رہے پھر امور سلطنت سے بالکل الگ ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ آپ نے ترک دنیا فرما کر شہر بریلی کے محلہ معماران میں اقامت اختیار

فرمائی۔ وہیں مزار پاک بھی ہے۔آپ کا شمار صاحب کرامت اولیاء میں ہے۔

(۴) حضرت مولٰنا حافظ کاظم علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی۔ایم کے منصب کا قائم مقام تھا۔دوسو سواروں کی بٹالین آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔

(۵) قطبُ الوقت مولٰنا شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالٰی عنہٗ اپنے زمانے کے بے مثل عالم اور ولی کامل گزرے ہیں۔اعلیحضرت کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے حکمرانی کا رنگ ختم ہوکر فقر و درویشی کا رنگ غالب آگیا ورنہ آپ سے پہلے بزرگوں کا یہ عالم تھا کہ شروع میں امور سلطنت کے عہدوں پر فائز رہتے پھر آخر میں اس سے الگ ہوکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوجاتے لیکن یہ سلسلہ حضرت مولٰنا شاہ رضا علی کی ذات سے ختم ہوگیا۔چنانچہ آپ نے دُنیوی حکومت کا کوئی عہدہ اختیار نہ فرمایا اور ابتدا ہی سے زہد و تقویٰ، فقر و تصوف کی زندگی گزاری۔آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئی ہیں۔

(۶) حضرت مولٰنا شاہ نقی علی خاں رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے والد ماجد شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالٰی عنہٗ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم بے مثل مناظر بے نظیر مصنف گزرے ہیں آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غلامی و خدمت اور حضور انور کے دشمنوں پر غلظت و شدت کے لئے پیدا فرمایا تھا۔

اعلیٰحضرت کی ولادتِ باسعادت

اعلیٰحضرت کی ولادتِ باسعادت (پیدائش) دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت روز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام "محمد" اور تاریخی نام "المختار" ہے۔ جدِّ امجد مولانا رضا علی نے آپ کا اسم شریف "احمد رضا" رکھا۔ خود اعلیٰحضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکالا ہے۔

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ

۱۲ ھ ۷۲

یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ہُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ہُمْ اَوْ اِخْوَانَہُمْ اَوْ عَشِیْرَتَہُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَہُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ؕ یعنی تو نہ پائے گا انھیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی ہے چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دشمنوں سے نفرت کرے گا۔ ان سے بیزار ہو کر تنکا توڑ الگ رہے گا۔ ان سے میل جول دوستی

نہ رکھے گا تو اس کے لئے وعدۂ الٰہیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان نقش فرما دے گا اور اس کو اپنی مدد خاص سے نوازے گا ــــــــ اپنے اور غیر سب جانتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی ذات گرامی خدا اور رسول کے مخالفوں اور دشمنوں سے نفرت کرنے اور بیزار رہنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے کہ اعلیٰحضرت خدائے تعالیٰ کے ان خاص بندوں میں ہیں جن کے دلوں میں خدائے تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا ہے چنانچہ خود اعلیٰحضرت نے فرمایا[۱] ہے کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر لکھا ہوگا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

یوں تو بہت سے مولویوں، لیڈروں، پیروں اور عالموں کی بھی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی ہوگی لیکن اگر آپ اعلیٰحضرت کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر ڈالیں تو بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ آیت کریمہ

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

۱۲ ۵ ۷۲

کا تاج کرامت اعلیٰحضرت کے سر اقدس پر کتنا پر زیب ہے۔

بسم اللہ خوانی و سلسلۂ تعلیم

حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بسم اللہ خوانی کی رسم کے موقع پر ایک عجیب و غریب واقعہ[۲] پیش آیا۔ آپ کے استاذ محترم نے حسب دستور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد الف، ب، ت، ث، ج وغیرہ حروف تہجی آپ کو پڑھانا شروع کیا۔ استاذ کے بتانے کے مطابق آپ

---

[۱] ملفوظات حصہ سوم [۲] حیات اعلیٰحضرت ص۲۲ جلد اوّل

پڑھتے گئے جب لَاْ (لام الف) کی نوبت آئی۔ استاذ نے فرمایا کہو لَامْ اَلِفْ تو اعلیٰحضرت خاموش ہو گئے اور لَامْ اَلِفْ نہیں پڑھا۔ استاذ نے دوبارہ کہا۔ میاں صاحبزادے! کہو لام الف حضور نے فرمایا یہ دونوں حرف تو میں پڑھ چکا ہوں۔ الف بھی پڑھا اور لام بھی پڑھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ کیوں پڑھایا جارہا ہے؟ محفل بسم اللہ خوانی میں حضور کے جَدِّ اَمْجَدْ حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں قُدِّسَ سِرُّہٗ الْعَزِیز موجود تھے فرمایا بیٹا! استاذ کا کہا مانو۔ جو کہتے ہیں۔ پڑھو۔ اعلیٰحضرت نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لام الف پڑھا لیکن حضرت جدامجد کے چہرہ کی طرف مُسْتَفْسِرَانہ نگاہ ڈالی۔ حضرت جدامجد نے اپنے فراست ایمانی سے بھانپ لیا کہ گویا یہ ننھا بچہ کہہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں تو حُرُوْف مُفْرَدَہ کا بیان ہے پھر ان کے درمیان ایک مرکب لفظ کیسے آگیا۔ اگرچہ بچے کی ننھی عمر کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت بات تھی مگر حضرت جدامجد نے نور باطنی سے ملاحظہ کیا کہ یہ لڑکا فضل ربانی سے اقلیم علم و فن کا تاجدار ہونے والا ہے اس وقت بچہ کی عمر تو ضرور ننھی ہے مگر اس کا ادراک و شعور بفضلہٖ تعالیٰ ننھا نہیں اس لئے آپ نے اعلیٰحضرت سے فرمایا بیٹا! شروع میں سب سے پہلا حرف جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہے الف نہیں اور اب لام کے ساتھ جو حرف ملا کر تم پڑھ رہے ہو وہ الف ہے لیکن چونکہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور تنہا ساکن حرف کو کسی طرح پڑھا نہیں جاسکتا اس لئے لام کے ساتھ الف کو ملا کر اس کا بھی تلفظ کرا دیا گیا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ اگر یہی مقصود تھا کہ الف کا تلفظ کرایا جائے۔ تو اسے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا سکتے تھے مثلاً ب یا جیم یا دال کے ساتھ بھی ملا کر الف کا تلفظ کرایا جاسکتا تھا لیکن ان سارے حرفوں کو چھوڑ کر لام کے ساتھ الف ملا کر اس کی ادائیگی کرائی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ لام سے الف کا خاص رشتہ کیا ہے؟ اعلیٰحضرت کا یہ سوال سُن کر حضرت جدامجد نے جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگا لیا اور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا بیٹا! لام اور الف کے درمیان صورۃً اور سیرۃً بڑا گہرا تعلق ہے۔ لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو لا۔ لا۔ لا۔ اور سیرۃً یوں تعلق ہے کہ "لا" "مٗ" کا قلب

عہ حیات اعلیٰحضرت جلد اول ص۳۲

الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی لٓ ا مٓ کے بیچ میں الف اور اَل فٓ کے بیچ میں لام ہے گویا ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ۔[1]

یعنی (اے مرشد تجھ میں فنا ہو کر) میں تو ہوا تو میں ہوا میں جسم بنا اور تو روح ہوا تاکہ کوئی شخص اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تو اور ہے۔

ظاہری نگاہ میں تو حضرت جد امجد نے اس الف لام کے مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی مگر باتوں ہی باتوں میں اسرار و حقائق، رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت اعلیٰحضرت کے قلب و دماغ میں بچپن ہی سے پیدا فرما دی جس کا اثر بعد میں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اعلیٰحضرت اگر شریعت میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بقدم ہیں تو طریقت میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اکرم ہیں۔

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد اعلیٰحضرت کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا آپ نے اپنی چار برس کی ننھی سی عمر میں جب کہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بھی بے خبر رہتے ہیں قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔[2] چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کی موجودگی میں ذکر میلاد شریف پڑھا اردو فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے میزان منشعب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر آپ نے اپنے والد ماجد تاج العلماء سند المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجۂ ذیل اکیس علوم پڑھے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم تفسیر (۳) علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵) کتب فقہ حنفی۔ (۶) کتب فقہ شافعی و مالکی و حنبلی (۷) اصول فقہ (۸) جدل مہذب (۹) علم العقائد والکلام (جو مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے ایجاد ہوا) (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان

---

[1] تذکرہ علمائے ہند۔ [2] ایضاً۔

(۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ مدلسہ (۱۸) ابتدائی علم تکسیر (۱۹) ابتدائی علم ہیئت (۲۰) علم حساب تا جمع، تفریق، ضرب، تقسیم (۲۱) ابتدائی علم ہندسہ۔

تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ سنہ ہجری مطابق ۱۹ نومبر ۱۸۶۹ سنہ عیسوی کو آپ فارغ التحصیل ہوئے اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتوی لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی وقت سے فتوی نویسی کی جلیل الشان خدمت آپ کے سپرد کر دی۔

آپ نے تعلیم طریقت حضرت مرشد برحق استاذ العارفین مولانا سید آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی مرشد برحق کے وصال کے بعد بعض تعلیم طریقت نیز ابتدائی علم تکسیر و ابتدائی علم جفر وغیرہ استاذ السالکین حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل فرمایا۔ شرح چغمینی کا بعض حصہ حضرت مولانا عبد العلی رام پوری علیہ الرحمہ سے پڑھا پھر فضل ربانی و فیض نبوی نے آپ پر عنایت کی خصوصی نگاہ ڈالی جس کے نتیجہ میں آپ نے کسی استاذ سے بغیر پڑھے محض خدا داد بصیرت نورانی سے حسب ذیل علوم و فنون میں دسترس حاصل کی اور ان کے شیخ و امام ہوئے (۲۲) قراءت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) علم اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب ستینی (۳۵) لوغارثمات (لوگارثم) (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظرہ (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (انگریزی فلسفہ) (۴۳) مربعات (۴۴) منتہی علم جفر (۴۵) علم زائرچہ (۴۶) علم فرائض (۴۷) نظم عربی (۴۸) نظم فارسی (۴۹) نظم ہندی (۵۰) انشاء نثر عربی (۵۱) انشاء نثر فارسی (۵۲) انشاء نثر ہندی (۵۳) خط نسخ (۵۴) خط نستعلیق (۵۵) منتہی علم حساب (۵۶) منتہی علم ہیئت (۵۷) منتہی علم ہندسہ (۵۸) منتہی علم تکسیر (۵۹) علم رسم خط قرآن مجید۔

الانتباہ:۔ اعلیٰحضرت کے مذکورہ بالا علوم کی تفصیل میں نے از نمبر ایک تا نمبر ۵۸ خود اعلیٰحضرت کی تحریر جو الاجازات المتینہ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۲۹۱، ص ۳۰۳، ص ۳۰۷

ص۳۱۳، ص۳۱۵ میں ہے اس سے اخذ کی ہے اور آخر الذکر نے حضرت مولینا سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی تصنیف "المُجْمَلُ المُعَدُّ لِتَالِیْفَاتِ المُجَدِّدِ" مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص۳۲ سے نقل کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اعلیحضرت کے اساتذہ کی فہرست تو بہت مختصر ہے لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے آپکا سینہ علوم کا گنجینہ بنا دیا تھا آپ نے پچاس فنون میں کتابیں لکھیں حضرت مولینا ملک العلماء سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۷ھ ہجری مطابق ۱۹۰۹ء عیسوی میں سرکار اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات کی ایک فہرست بنام المجمل المعدد لتالیفات المجدد مرتب فرمائی اور آخر میں ایک جدول پیش کی جس میں ان پچاس علوم و فنون کا نام ہے جن میں ۱۳۲۷ھ تک اعلیحضرت نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ہم ذیل میں المجمل المعدد ص۳۲ سے وہ جدول نقل کرتے ہیں جس کے ہر خانہ میں فن کا نام اور اس کے نیچے فن سے متعلق اعلیحضرت کی تصنیف کا شمار ہوگا ——————

اون پچاس علوم وفنون کی فہرست جن میں

اعلیٰحضرت کی تصانیف ہیں

عقائد ۲۱	کلام ۱۷	تفسیر ۷	تجوید ۲	رسم خط قرآن مجید ۱
حدیث ۱۱	اصول حدیث ۲	فضائل ومناقب ۳۱	اذکار ۵	ترغیب وترہیب ۱
سیر ۳	فقہ ۱۵۰	اصول فقہ ۹	تصوف ۳	سلوک ۲
اخلاق ۲	ادب ۶	لغت ۲	تاریخ ۳	مناظرہ ۱۸
تکسیر ۱	علم الوفق ۱	جفر ۳	توقیت ۶	ریاضی وہندسہ ۶
ہیئت ۳	زیجات ۱	حساب ۱	ارثماطیقی ۳	جبرومقابلہ ۱
تنجیم ۱	رد ہنود ۱	رد آریہ ۲	رد نصاریٰ ۳	رد نیچریہ ۷
رد ندوہ ۱۷	رد قادیانیہ ۶	رد اسمٰعیل دہلوی ۱۰	رد نانوتوی ۱۱	رد گنگوہی ۲۵
رد تھانوی ۹	رد نذیر حسین ۶	رد غیر مقلدین ۲۶	رد وہابیہ ۷۶	رد روافض ۴
رد نواصب ۱۱	رد مفسقہ ۷	رد تفضیلیہ ۷	رد متصوفۂ باطلہ ۲	شتّی ۵

اعلیحضرت کے وہبی علوم

اعلیحضرت نے بہت سے مردہ فنون مثلاً علم جفر، تکسیر، ہیئت اور نجوم کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ علم توقیت میں آپ کا کمال، ایجاد کے درجہ پر تھا۔ ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے ناظرین کو خوب اندازہ ہو جائے گا کہ اعلیحضرت کے وہبی علوم کسبی علوم پر غالب ہیں۔

(۱) آپ نے آٹھ برس کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب "ھدایۃ النحو" پڑھی اور خدا داد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی ننھی عمر میں ھدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں لکھ ڈالی۔ (ترجمان اہلسنّت شمارہ پنجم تا دہم ص۹)

(۲) مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب عربی لباس پہنے ہوئے تشریف لائے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی پھر اس بزرگ ہستی کو کبھی نہ دیکھا۔ (حیات اعلیحضرت)

(۳) نواب وحید احمد خاں صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت نیک، خلیق، بے لوث اور حد درجہ دیندار تھے جامع مسجد بریلی میں بعد نماز ظہر محض لوجہ اللہ تعالیٰ درس حدیث دیتے تھے اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعہ حدیث شریف و اوراد و وظائف میں صرف کرتے تھے۔ انھوں نے مجھے جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا چنانچہ بفضلہ تعالیٰ میں جامع مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنے لگا۔ جب میں انگریزی اسکول کی جماعت ششم میں تعلیم حاصل کرتا تھا تو یہی مولوی احسان حسین صاحب فارسی زبان کی تعلیم کے لئے

وہاں مقرر کئے گئے تھے۔ ایک دن میں نے مولوی صاحب موصوف سے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے اعلیٰحضرت کے علم وفضل کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ میں عربی کی ابتدائی تعلیم میں اعلیٰحضرت قبلہ کا ہم سبق رہا ہوں۔ اعلیٰحضرت کی خداداد ذہانت کا حال یہ تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھا۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ استاد سے پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب از خود پڑھتے اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے ——— (حیات اعلیٰحضرت)

ڈاکٹر سر ضیاء الدین بارگاہِ رضوی میں

(۴) جناب مولوی سید ایوب علی صاحب بریلوی کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالیہ" میں انگریزی درسگاہوں کے فاضل تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں اور مجھے بھی صرف تیسری ہی قوت تک واقفیت تھی لیکن حضور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے بعونہ تعالیٰ اسے حل کر دوں گا۔ اس کے بعد اعلیٰحضرت نے مجھے اور سید قناعت علی کو چند قاعدے ایسے بتا دیئے جن سے ہم لوگ بھی ہر قوت کے سوالات حل کرنے لگے۔ ایک مرتبہ مولٰنا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری (پروفیسر دینیات علی گڈھ کالج) نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ

ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو علم ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں پھر چونکہ وہ ایک جنٹل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں آتے

ے حیات اعلیٰحضرت صـ ۱۵۰

ہوئے جھجھک محسوس کرتے ہیں لیکن اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاقِ ملاقات کے سبب حاضر ہونے کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں لہذا اگر وہ پہونچیں تو انھیں باریابی کا موقع دیا جائے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اعلیٰحضرت نے حضرت مولیٰنا کو جواب بھیجا کہ وہ بلا تکلف آئیں چنانچہ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر سر ضیاء الدین بریلی پہونچ کر اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت عصر کی نماز ہونے جارہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے وضو کرتے ہوئے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھنے کے وقت موزے اُتار ڈالے تو اعلیٰحضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوایا۔

نماز کے بعد دورانِ گفتگو میں اعلیٰحضرت نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں مثلث اور دوائر کے اشکال بنے تھے ڈاکٹر صاحب کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھتے ہی ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب میں ہو گئے اور بولے کہ میں نے اس علم کو حاصل کرنے کے لئے بار ہا غیر ممالک کے سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں میں تو اپنے آپکو اس وقت بالکل طفلِ مکتب سمجھ رہا ہوں مہربانی فرماکر یہ بتائیں کہ اس فن میں آپکا استاد کون ہے اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے جمع، تفریق، ضرب تقسیم کے محض چار قاعدے صرف اس لئے سیکھ لئے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ اس میں اپنا وقت کیوں صرف کرتے ہو مصطفےٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کا ذکر چل پڑا ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بس صرف تیسری قوت تک کا سوال حل کیا جاسکتا ہے اس پر اعلیٰحضرت نے سید قناعت علی اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان دونوں بچوں کو کچھ قاعدے سکھا دیئے ہیں آپ انھیں جس قوت کا سوال دیدیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بچے حل کردیں گے

ڈاکٹر صاحب محوِ حیرت ہوکر ہم دونوں کا منہ تکنے لگے ـــــــــــ

اس مقام پر یہ بات بھی بالکل واضح ہو رہی ہے کہ یورپ کے سائنسداں حضرات کو اصل علم سے واسطہ نہیں ہے وہ صرف اپنی صَنعَتُ وحِرْفت کی بدولت دنیا کو مرعوب کئے ہوئے ہیں۔ بس صرف اتنا سمجھ لیجئے کہ یورپ کے لوہار، بڑھئی، راج گیر، جرّاح وغیرہ جب اپنے پیشے میں حد کمال کو پہونچ جائیں تو وہی لوگ یورپ کے سائنس داں ہیں۔ باقی رہے علم کے جواہر تو اُن سے یورپ کا دامن خالی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یورپ کے لوہار دنیا کو تباہ و غارت کرنے کے لئے طرح طرح کے بم تو تیار کر چکے لیکن اب تک انسانوں جیسی زندگی گزارنے کا سلیقہ وہ معلوم نہ کر سکے۔ سمندر کے سینے کو چیرتے ہوئے اتنا تیز دوڑے کہ مچھلیاں بھی ان کا پیچھا کرنے سے تھک گئیں فضا میں اڑتے ہوئے اتنا آگے بڑھ گئے کہ ہواؤں نے بھی ان کی تیز رفتاری کا لوہا مان لیا۔ حد یہ کہ آسمان چھونے کی بھی تیاری ہے لیکن اتنی تیز دوڑ کے باوجود انسانی اخلاق وشرافت کا دامن وہ اب تک چھو نہ سکے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ کنواری عورتوں کے بچے اپنے ہی ساتھیوں کو روشن خیال سمجھتے ہیں۔ یہی ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب جو یورپ کی درس گاہوں سے اپنے علم و سائنس کی بیسیوں ڈگریاں حاصل کر چکے تھے جب اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں پہونچے تو علم کی صرف چند شعاعیں ہی دیکھ کر چکا چوندھ ہو گئے جس کے نتیجے میں وہ بھی خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ یورپ میں محض صنعت ہے اور یہاں علم ہے۔

امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشین گوئی

(۴) پٹنہ کے انگریزی اخبار اکسپریس مورخہ ۲۲ محرم ۱۳۳۸ھ ہجری مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں امریکہ کے ایک سائنس داں پروفیسر البرٹ کی جانب سے ایک ہولناک مضمون شائع ہوا کہ

۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل اور نیپچون قران میں ہوں گے اور سورج ان چھ ستاروں کے مقابل میں آجائے گا اور یہ ستارے سورج کو اپنی قوت سے کھینچیں گے۔ ان ستاروں کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کردیں گی۔ سورج کا یہ داغ ۱۷ دسمبر کو ظاہر ہوگا جس کو ہر خاص وعام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے ——————۔

پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے بیان کیا کہ سورج کا وہ داغ کرۂ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین کئی ہفتوں میں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔

اس دہشت ناک پیشگوئی کے شائع ہوتے ہی لوگوں میں بےچینی پھیل گئی۔ دوسری قوموں کے ساتھ بعض ضعیف الایمان مسلمان بھی گھبرا اُٹھے۔ شمس الہدیٰ کالج کے پرنسپل مولانا سید ظفر الدین صاحب بہاری نے البرٹ کی پیشگوئی سے اعلیحضرت کو مطلع کیا تو اعلیحضرت کی جانب سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا کہ مسلمانو! اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو۔ ۱۷ دسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیشین گوئی کا خوف نہ کرو۔ البرٹ کی پیشین گوئی ایک باطل وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تم لوگوں کو اس کی طرف توجہ کرنا ہرگز جائز نہیں البرٹ نے اپنی پیشگوئی کی بنیاد کواکب کے طول وسطی پر رکھی

ہے جسے ہیئت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن مجید کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ط سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے اور فرماتا ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ط سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا، اور فرماتا ہے كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ط چاند اور سورج سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں اور فرماتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ط اللہ نے سورج اور چاند تمہارے لئے مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

(۱) یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بتعدیل اول ہیں جیسا کہ واقف علم زیجات پر واضح ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے:۔

تقویم

کوکب	برج	درجہ	دقیقہ
نیپچون	اسد	۱۱	۱۵
مشتری	اسد	۱۷	۵۴
زحل	سنبلہ	۱۱	۳۹
مریخ	میزان	۹	۱۰
زہرہ	عقرب	۹	۱۹
عطارد	قوس	۳	۳۰
شمس	قوس	۲۴	۳۰

یورنیس	دلو	۲۸	۲۶

ظاہر ہے کہ ان ۶ کا باہمی فاصلہ ۲۶ درجہ میں محدود نہیں بلکہ ۱۱۲ درجے تک ہے تقویم مذکور بالا ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے ۵ ½ بجے شام اور نیویارک نیز ممالک متحدہ امریکہ کے دوسرے حصوں میں ۷ بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے ۱۲ بجے ہوگی یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے۔ باہمی بُعد ان سے قلیل مختلف ہوگا کہ عرض کی قوسیں چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں ۲۶ اور کہاں ۱۱۲

(۲) کیا ان سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر اتفاق کرلیا ہے۔ یہ تو باطل محض ہے بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اوساط کواکب کا نقشہ یوں ہے۔

کوکب	وسط درجه	وسط دقیقه
مشتری	۱۲۹	۲۰
نیپچون	۱۲۹	۵۳
زهره	۱۴۲	۴۲
عطارد	۱۵۳	۵۰
مریخ	۱۵۴	۱۷
زحل	۱۵۵	۴۳
یورنیس	۲۲۰	۵۷

ظاہر ہے کہ آفتاب ان سب سے ہزاروں درجہ بڑا ہے جب اتنے بڑے پر ۶ ستاروں کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ آفتاب سے نہایت صغیر و حقیر ہے پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورنیس کی مار مار یقیناً اُس

کو فنا کر دینے کو کافی ہوگی اور راش کے اعتبار سے اُن کا فاصلہ بھی اور تنگ صرف ۲۵ درجے۔

(۳) مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم ہے۔ یعنی فقط ۲۴½ درجے تو یہ چاروں مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

(۴) عطارد سب میں چھوٹا ہے اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں اور یہ درجہ تو ۲۶ کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں اور اگر یہ سب نہ ہوگا تو کیوں۔ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضیٰ یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان بچی وہ ستارے آپس ہی میں کٹ مر کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے مقابل ۶ رہیں گے نہ اس میں زخم پیدا ہوگا۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ البرٹ کی پیشگوئی محض باطل ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ اللہ عزوجل اپنے خلق میں جو کچھ چاہے اور جب چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً مشیت الٰہی سے معاذاللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشگوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہے وہ اصول محض بے اصل منگھڑت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہیئے اور اگر اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔

(۵) ان دلائل کے علاوہ اعلیٰحضرت نے خود سائنس جدیدہ کے اصول سے البرٹ کی پیشنگوئی کی دھجی اڑادی جیسا کہ اس کی تفصیل حیاتِ اعلیٰحضرت ص۹۵ تا ۹۷ میں ہے اور جب ۱۷ دسمبر کا دن بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ گزر گیا۔ زمین میں نہ تو زلزلہ آیا اور نہ سورج میں کوئی سوراخ ہوا تو دوسری قوموں پر بھی واضح ہوگیا کہ البرٹ کی پیشگوئی باطل اور غلط تھی۔

(۶) حضرات مشایخ کرام میں بیسؔ فی صدی ایسے ہیں جو نقش مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے ہیں لیکن پوری چال سے نقوش کی خانہ پری کرنے

پر تو شاید چار پانچ سو ہیں دو چار حضرات کو عبور ہوگا۔ اعلیٰحضرت کے شاگرد حضرت مولیٰنا سیّد ظفرالدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ کو ایک شاہ صاحب ملے۔ جن کا خیال تھا کہ فنِ تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دورانِ گفتگو میں مولیٰنا بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ جناب **نقشِ مُربّع** کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ شاہ صاحب مذکور نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے پھر انھوں نے مولیٰنا بہاری سے پوچھا کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ مولیٰنا نے بتایا کہ **الحمد للہ** میں نقشِ مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں شاہ صاحب سُن کر محوِ حیرت ہو گئے اور پوچھا کہ مولیٰنا! آپ نے فنِ تکسیر کس سے سیکھا ہے۔ مولیٰنا بہاری نے فرمایا حضور پرنور اعلیٰحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقشِ مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے۔ مولیٰنا بہاری نے جواب دیا دو ہزار تین سو طریقے سے۔[عہ]

۷ علم ریاضی، ہیئت اور نجوم میں کمال کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں اعلیٰحضرت کا کمال درجۂ ایجاد میں تھا۔ فن توقیت میں علمائے متقدمین کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا سیّد غلام محمّد بہاری، مولانا حکیم سید عزیز غوث بریلوی اور مولانا سیّد ظفرالدّین بہاری وغیرہ نے اعلیٰحضرت سے فن توقیت حاصل کرنا شروع کیا تو اس فن میں کوئی کتاب نہ ہونے کے باعث اعلیٰحضرت اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور یہ حضرات ان کو لکھ لیتے اور انہیں قواعد کے مُطابق۔ نصف النہار، طلوع۔ غروب۔ صبح صادق، ضحوۂ کبریٰ۔ عشاء اور عصر کے اوقات نکالتے مولانا سیّد ظفرالدین بہاری نے اعلیٰحضرت کے ان بتائے ہوئے قواعد کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اپنی طرف سے تشریح اور مثالوں کا اضافہ کر کے "**الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت**" کے نام سے اس کو شائع بھی کر دیا ہے فن توقیت میں اعلیٰحضرت کے کمال کا یہ عالم تھا کہ سورج آج کب نکلے گا۔ اور کس وقت ڈوبے گا

عہ حیات اعلیٰحضرت ص ۱۶۴

اس کو بلا تکلف معلوم کر لیتے ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارا اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملالیا کرتے اور وقت بالکل صحیح ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا ــــــ مولوی برکات احمد بہاری کا بیان ہے[1] کہ ایک مرتبہ اعلیحضرت بدایوں تشریف لے گئے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت مولانا بدایونی امامت فرماتے جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا نے اعلیحضرت کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیحضرت نے نماز میں قرارت اتنی طویل فرمائی کہ حضرت مولانا بدایونی کو بعد سلام شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہوگیا۔ دوسرے لوگ مسجد سے نکل نکل کر پورب کی طرف تاکنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیحضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سیکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے ــــــ!

وائس چانسلر علیگڈھ یونیورسٹی کا سفر جرمنی منسوخ

(۸) مولانا محمد حسین صاحب میرٹھی بانی طلسمی پریس[2] بیان کرتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے وائس چانسلر جنھوں نے ہندوستان کے علاوہ یوروپ کے ممالک میں تعلیم پائی تھی اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر وہ مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے۔ اور علم کے شائق اس لئے قصد کیا کہ جرمن جاکر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے انہوں نے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جاکر اعلیحضرت امام احمد رضا سے دریافت کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور حل کردیں گے وائس

---

[1] حیات اعلیحضرت ص ۱۶۰ [2] حیات اعلیحضرت ص ۱۵۳

چانسلر صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں اور حل نہ کرسکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جنھوں نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی بھلا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ دو چار روز کے بعد مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر دوبارہ یہی مشورہ دیا لیکن وائس چانسلر صاحب نے کہا وہ کیا حل کر سکتے ہیں۔ اور یوروپ جانے کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا موصوف نے جب تیسری بار بریلی جانے کو فرمایا تو وہ غصّہ بھرے لہجے میں بولے کہ مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے۔ آپ مجھے کیسی رائے دے رہے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اتنے بڑے سفر کے مقابلہ میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں۔ علی گڈھ سے سیدھی گاڑی جاتی ہے چند گھنٹے کا سفر ہے۔ آپ وہاں ہو تو آیئے۔ پھر تو انکی سمجھ میں بھی بات آگئی۔ چنانچہ مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحبؒ کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے۔ اور وہاں سے اعلیٰحضرت کے پیرزادہ والا درجت حضرت سیّد مہدی حسن صاحبؒ سجادہ نشین کو لے کر بریلی شریف اعلیٰحضرتؒ کے دولت کدہ پر پہنچے اور اندر اطلاع بھیجی ان دنوں اعلیٰحضرتؒ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حضرت سید مہدی حسن صاحبؒ قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کو دیکھنے کو آیا ہوں فوراً پردہ کرایا گیا اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچے اعلیٰحضرت نے حضرت سیّد مہدی حسن میاں صاحبؒ کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بھی بوجہ سیادت تعظیم کی۔ جناب وائس چانسلر صاحبؒ سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور آنے کی غرض دریافت کی وائس چانسلر صاحبؒ نے بتایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا پوچھئے وائس چانسلر صاحب نے کہا کہ وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی عرض کردوں اعلیٰحضرت نے فرمایا آخر کچھ تو فرمایئے غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰحضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہوگئی اور گویا آنکھ سے پردہ اُٹھ گیا۔ بے اختیار بول اُٹھے کہ میں سنا کرتا تھا کہ عِلمِ لَدُنّی بھی کوئی چیز ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا میں تو اس مسئلہ کے حل کیلئے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے پروفیسر صاحبؒ جناب مولانا

سیّد سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی مجھے جواب سُن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ سنتے ہی فی البدیہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا۔۔۔ پھر وائس چانسلر صاحب بہت شاداں و فرحاں علیگڈھ واپس ہوئے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد حضرت مولینا سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

یہ واقعات سن کر مجھے بہت تعجّب ہوا۔ اور میں مشکوک رہا اتفاق سے میں ۱۳۴۸ھ ہجری مطابق ۱۹۲۹ء عیسوی میں شملہ گیا اس زمانہ میں وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اسپشل ہوٹل میں مقیم تھے۔ میں وہاں گیا اور ان سے ملا اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں انہوں نے کہا کل صبح بعد نماز فجر آپ آئیں میں دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیحضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے آپ نے اعلیحضرت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا بہت ہی خلیق منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے۔ باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاینحل تھا ایسا فی البدیہ جواب دیا گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں اس علم کا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ جب وائس چانسلر صاحب کی زبانی میں نے خود مذکور بالا واقعہ کو سُنا تو یقین کامل ہوا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلی سے واپس ہونے پر وائس چانسلر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پابند ہوئے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ٥ (حیات اعلیحضرت ص۱۵۵)

اعلیحضرت اپنے زمانہ طالب علمی میں ایک دن اصول فقہ کی مشہور کتاب "مسلم الثبوت" کا مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ

سه حیات اعلیحضرت ص۱۳۷

کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر سے گذرا آپ نے کتاب مذکور کے حاشیہ پر اپنا ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا پھر جب پڑھنے کے لئے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا کی نگاہ اعلیحضرت کے حاشیہ پر پڑی دیکھ کر ان کو اتنی مسرت ہوئی کہ اُٹھ کر سینے سے لگالیا اور فرمایا " احمد رضا " تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو

۱۰ ـــــ ایک مرتبہ شہر بریلی میں ۱۲ ربیع الاوّل شریف کے عظیم الشان جلسہ میں اعلیحضرت نے صرف بسم اللہ کے بارجارّہ اور اسم اللہ پر مسلسل کئی گھنٹے ایسی تقریر فرمائی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جود و نوال، جاہ و جلال اور حسن و جمال کے دریا امنڈ نے لگے آپ نے انہیں دو لفظوں بارجار اور اسم اللہ سے خالص علمی روش پر فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی ایسی باتیں بیان فرمائیں جن سے اہل علم کے بھی کان آشنا نہ تھے۔ مولانا سیّد ظفر الدّین سابق پرنسپل شمس الہدیٰ پٹنہ نے آپ کی یہ تقریر اپنی کتاب حیات اعلیحضرت ص۹۱ میں درج کردی ہے۔ جو چودہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اس بارجارّہ اور اسم اللہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو فضل و کمال محفوظ ہیں ان سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اعلیحضرت کی اس تقریر کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

۱۱ ـــــ ایک مرتبہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ کے عرس میں بدایوں تشریف لے گئے اور آپ نے صرف سورۃ والضحیٰ پر صبح ۹ بجے سے ۳ بجے تک مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی یہ واضح رہے کہ اعلیحضرت کی تقریر خاص علمی تحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتی تھی آپ کا وعظ و بیان آج کل کے مقرّروں اور واعظوں کی طرح نہیں ہوتا تھا۔ کہ جس میں خوشنما الفاظ کی بھرمار رہتی ہے۔ اور لچھے دار قصّے کہانیوں کا بیان ہوتا ہے۔ اور بس اس طرح

عـــہ حیات اعلیحضرت ص۹۱

یہ لوگ اپنے وقت کو پورا کردیتے ہیں۔

پھر اسی مجلس عرس میں اعلیٰحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سورۂ والضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر میں اسّی جز تک لکھ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں۔ کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھ سکوں ——— (حیات اعلیٰحضرت) ص ۹۷

حقیقت یہ ہے کہ دین کے مجدّد کے لئے قرآن وحدیث کے علوم میں جس قدر عبور کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اعلیٰحضرت کو قرآن وحدیث میں عبور عطا فرمایا تھا۔ الغرض اعلیٰحضرت کا علمی پایہ اتنا بلند ہے کہ جلیل القدر علماء فرماتے تھے کہ گذشتہ دو صدی ۱۲۰۰ھ و ۱۳۰۰ھ کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آیا موافق کا تو کہنا کیا خود مخالفین بھی اعلیٰحضرت کا علمی لوہا تسلیم کرتے تھے حضرت شیر بیشۂ سنّت مناظر اسلام مولانا حشمت علی خاں لکھنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ آپ پیشوایان وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی عبدالشکور کاکوروی وغیرہ کے معتقد تھے اور **مدرسہ فرقانیہ** لکھنؤ میں علماء وہابیہ سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ۔

———— اعلیٰحضرت کی تدقیقات فقہیہ و تحقیقات حدیثیہ اس بلند پائے کی تھیں کہ میں نے خود دیکھا کہ میرے وہابی استادوں کے سامنے جب فقہ یا حدیث کا کوئی نا منقح مشکل مسئلہ آجاتا تو حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل مبارکہ کی طرف رجوع کرکے انہیں میں دیکھ دیکھ کر اپنی مشکلات آسان کرتے میری بدنصیبی کہ میں بھی اس وقت دیوبندی وہابیوں میں رہ کر وہابی گرو گھنٹالوں رشید احمد گنگوہی قاسم نانوتوی خلیل احمد انبیٹھی اشرف علی تھانوی کا معتقد ہوگیا تھا۔ اور حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی عزت و عظمت میرے دل میں قطعاً نہ تھی۔ مجھے میرے خبیث وہابی استادوں نے یہ ذہن نشین کرادیا تھا کہ **گنگوہی**، **نانوتوی**، **انبیٹھی** اور **تھانوی** یہ چاروں خبثاء پیشوایان اہل اسلام ہیں۔ اور حضور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ محض براہ بغض وحسد ان چاروں کو اور ان چاروں کے مریدین ومعتقدین کو کافر ومرتد کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ ان طواغیت اربعۂ دیوبندیت قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی کے اقوالِ کفریہ قطعیہ یقینیہ کی مجھے میرے وہابی استادوں نے مطلقاً خبر نہ دی تھی بہرحال وہ ملایان دیوبندیہ اکثروبیشتر حضور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب مبارکہ سے مدد لیا کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے اپنے ان خبیث اساتذہ لعنھم اللّٰہ تعالیٰ سے کہا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق تو یہ شخص (یعنی امام احمد رضا) بدعتیوں کا سردار ہے اور دیوبندی عالموں کو کافر کہتا ہے اور اپنے مریدوں کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا پھر آپ لوگ ایسے شخص کی کتابیں کس لئے دیکھتے ہیں۔ تو ان بے ایمانوں نے جواب دیا کہ اس شخص میں صرف اتنا ہی عیب ہے کہ ہمارے اکابر (گنگوہی، نانوتوی، تھانوی وغیرہ) کو کافر کہتا ہے ورنہ فقہ وحدیث وغیرہ تمام علوم دینیہ میں ہندوستان بھر کے اندر اس کے برابر اور اس کے جوڑ کا کوئی شخص نہیں ہم لوگ اگرچہ اس شخص کے مخالف ہیں لیکن پھر بھی اس کے علمی دلائل وتحقیقات کے محتاج ہیں ——————۔

(ترجمان اہلسنّت پنجم تادہم ص۸۸)

بچپن کے حالات

اعلیحضرت بچپن ہی میں تقویٰ، طہارت، اتباعِ سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن وسیرت کے اوصاف سے مزین ہوچکے تھے تقریباً[عہ] ساڑھے تین سال کی عمر تھی کہ صرف ایک نیچا کرتہ پہنے ہوئے باہر سے دولت خانہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ سڑک پر ایک گاڑی میں کچھ طوائفیں بیٹھی ہوئی کسی رئیس کی تقریب میں گانے بجانے کے لئے جارہی تھیں۔ ان کا سامنا ہوتے ہی فوراً آپ نے کرتے کا دامن اٹھا کر آنکھوں پر

عہ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تادہم ص۹۲

رکھ لیا یہ واقعہ[۱] دیکھ کر وہ طوائفیں ہنسنے لگیں پھر ان میں سے ایک بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھوں کو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے۔ اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ جواب سُن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہو گئی۔

آپ کے اس مبارک عمل اور حیرت انگیز جواب کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ ننھی سی عمر میں اس قدر فکر و شعور رکھتے تھے تو پھر دامن کی بجائے اپنے ہاتھوں ہی سے کیوں نہ آنکھیں چھپا لیں کہ اس صورت میں اپنا ستر بے پردہ نہ ہوتا اور مقصد بھی حاصل رہتا لیکن تھوڑی سی توجہ کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر آپ ہاتھوں ہی سے آنکھیں چھپا لیتے تو اس طوائف کا مسخرہ آمیز سوال نہ ہوتا۔ اور نہ اس کو وہ نصیحت آموز جواب ملتا جو آپ نے دیا اور نہ گزرنے والے دوسرے سامعین کو وہ سبق ملتا جو بصیرت افروز ہے۔

پھر آپ نے بالقصد وہ طریقہ اختیار نہ فرمایا بلکہ من جانب اللہ غیر ارادی طور پر آپ نے دامن سے آنکھیں چھپائیں کہ بچپنے کی ادائیں یوں ہی ہوا کرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس ننھی ادا میں علم النفس کے حقائق پوشیدہ تھے **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء**

اعلیحضرت کے بچپن کے زمانہ میں جو مولوی صاحب آپ کو پڑھایا کرتے تھے ایک دن[۲] بچوں نے ان کو سلام کیا مولوی صاحب نے جواب دیا جیتے رہو۔ اس پر اعلیحضرت نے مولوی صاحب سے فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ وعلیکم السّلام کہنا چاہیئے تھا مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو بہت دعائیں دیں۔

چھ برس ہی کی عمر[۳] میں آپ نے معلوم کر لیا تھا کہ **بغداد شریف** کدھر ہے۔ پھر اس وقت سے دمِ آخر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

---

[۱] حیات اعلیحضرت صـ ۲۴ [۲،۳] ترجمان شمارہ پنجم تا دہم صـ ۹۰

زندگی مبارک کے عام حالات

سنہ ۱۲۸۶ھ مطابق سنہ ۱۸۶۹ء میں جب کہ عمر شریف صرف تیرہ سال دس ماہ کی تھی آپ جلیل الشان عالم عظیم المرتبت فاضل ہو گئے۔ اور اس وقت سے صفر سنہ ۱۳۴۰ھ یعنی چوّن برس تک مسلسل دینی علمی خدمات انجام دیتے رہے آپ کا ظاہر باطن ایک تھا جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا وہی زبان پاک سے ادا فرماتے اور جو کچھ زبان سے فرماتے اس پر آپ کا عمل ہوتا کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو کتنا ہی معزز ہو کبھی اسکی رعایت سے کوئی بات شرع کے خلاف نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر کرتے رعایت مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کے مضمون کے مطابق جس قدر کافروں مرتدوں ملحدوں اور بے دینوں پر سخت تھے یوں ہی سنّی مسلمانوں اور علماء حق کے لئے ابر کرم تھے جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور اس کی ایسی عزّت و قدر کرتے جس کے لائق وہ اپنے کو نہ سمجھتا۔ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے پہلے یہی پوچھتے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بھی حاضری دی؟ اگر وہ ہاں کہتے تو فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتے کہ نہیں تو پھر ان کی جانب بالکل توجہ نہ فرماتے کاشانۂ اقدس سے کوئی سائل خالی واپس نہ ہوتا۔ بیوگان کی امداد اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کیلئے آپکی جانب سے ماہوار رقمیں مقرر تھیں اور یہ امداد صرف مقامی لوگوں کیلئے نہ تھی بلکہ بیرونجات میں بذریعہ منی آرڈر امدادی رقم روانہ فرمایا کرتے۔

آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف کرتے حدیث شریف[عہ] مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ" کے مطابق آپ کسی سے محبّت کرتے تو اللہ ہی کے لئے مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے کسی کو دیتے تو اللہ ہی کے لئے اور نہ دیتے تو اللہ ہی کے لئے

عہ مشکوۃ شریف کتاب الایمان صفحہ ۱۳ - ۱۲

ہفتہ میں دو بار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ہاں اگر عید یا بقر عید یا میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی بارہویں ربیع الاول کا دن جمعرات یا سنیچر کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے۔

آپ ہمیشہ بشکلِ نامِ اقدس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہٖ وعلیٰ آلہٖ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر میم کہنیاں ”ح“ کمر میم پاؤں دال بن کر گویا نامِ پاک محمدؐ کا نقشہ بن جاتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

کتبِ احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرمارہے ہیں اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے۔مجلسِ میلاد شریف میں ذکرِ ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے باقی شروع سے آخر تک ادباً دو زانو بیٹھے رہتے۔

ہنسنے میں کبھی ٹھٹھا نہ لگاتے جماہی آنے پر دانتوں میں انگلی دبا لیتے جس کی وجہ سے کوئی آواز نہ ہوتی قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے۔ نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرتے یونہی لوہے کے قلم سے پرہیز کرتے۔خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال فرماتے۔

تصنیف وتالیف، کتب بینی، فتویٰ نویسی اور اوراد واشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں حاضر ہوتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے اور باوجودیکہ بے حد حار مزاج تھے، مگر کیسی گرمی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ عمامہ اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے خصوصاً فرض تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ اکثر مکان ہی سے وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آ کر مٹی کے لوٹے سے اُتر جانب کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ آپ وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے۔آپ کے وضو کے لیے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا۔نماز سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے جایا کرتے لیکن عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں بچھا دی جاتیں۔ زیارت کا اشتیاق

دیکھنے والے حضرات کرسیوں پر بیٹھتے اور اپنی حاجتیں پیش کرتے ان کی حاجتیں پوری کی جاتیں اگر کسی شخص کو کوئی چیز دیتے اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دست مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ داہنے ہاتھ میں لو بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔ بسم اللہ شریف کا عدد ۷۸۶ لکھنے کا عام دستور یہ ہے کہ پہلے سات لکھتے ہیں پھر ۸ اس کے بعد ۶ لکھتے ہیں لیکن آپ پہلے ۶ پھر آٹھ تب ۷ تحریر فرماتے یعنی اعداد کو بھی داہنی جانب سے لکھتے۔

سنی اور وہابی کی پہچان

علمائے حق کے نزدیک آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت ہے اور آپ سے جلنا اور بغض رکھنا بد دین ہونے کی پہچان ہے حضرت مولانا قادر بخش صاحب سہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست مقرر تھے ایک مرتبہ رجہت (صوبہ بہار) کے سنی مسلمانوں نے حضرت مولانا سہسرامی کو اپنے یہاں تقریر کے لئے بلایا تقریر کے بعد کھانا کھانے کے لئے جب حضرت مولانا بیٹھے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت سنی وہابی کی کیا پہچان ہے ایسی بات بتائیے کہ جس کے ذریعہ ہم لوگ بھی سنی اور وہابی کو پہچان سکیں کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ مولانا سہسرامی نے فرمایا کہ ایسا آسان عمدہ اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ لوگ جب کسی کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں کہ سنی ہے یا وہابی تو اس کے سامنے اعلیحضرت شاہ احمد رضا بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجئے اور اس کے چہرے کو بغور دیکھئے اگر چہرے پر بشاشت اور خوشی کے آثار دکھائی پڑیں تو سمجھ لیجئے کہ سنی ہے۔ اور اگر چہرے پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھ جائیے کہ وہابی

سوحیات اعلیحضرت صہ ۶۲

ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔

آپ کی ذات "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کی زندہ تصویر تھی اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن کو اپنا دشمن جانتے اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آئے۔ خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ جس سے ایک بار کلام فرمایا اس کے دل کو گرویدہ بنالیا کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی ہمیشہ حلم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی چنانچہ ایکؑ مرتبہ حضرت ننھے میاں مولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کے لئے آیا ہے اور ابھی حاضر خدمت ہوگا۔ تالیف قلب کے لئے اس سے بات چیت کر لیجئے گا۔ دوران گفتگو میں ہی وہ رافضی بھی آگیا حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰحضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ننھے میاں صاحب نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ اعلیٰحضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرات نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰحضرت کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دور سے وہ صرف ملاقات کے لئے آیا تھا اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا حضور اعلیٰحضرت نے جلال کی حالت میں ارشاد فرمایا۔ کہ میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے پھر آپ نے بیان فرمایا۔ کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مسجد نبوی شریف سے تشریف لا رہے ہیں راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ میں بھوکا ہوں آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں وہ پیچھے پیچھے کاشانۂ اقدس تک پہنچتا ہے امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لئے حکم دیتے ہیں خادم کھانا لاتا ہے اور دستر خوان بچھا کر سامنے رکھتا ہے کھانا کھانے میں وہ مسافر بدمذہبی کے کچھ الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں کہ کھانا اسکے سامنے سے

عہ حیات اعلیٰحضرت صد ۱۸۹

فوراً اُٹھاؤ اور اس کا کان پکڑ کر باہر کر دو خادم اسی دم حکم بجا لاتا ہے ——— خود حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا۔ اُخْرُجْ یَا فُلَانُ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ۔ اے فلاں مسجد سے نکل جا اس لیے کہ تو منافق ہے۔

آج کل کے نام نہاد مسلمان جو صلح کلیت کے پجاری ہیں وہ اعلیٰحضرت کا یہ واقعہ سن کر بہت کچھ تلملائیں گے اور خود ساختہ اخلاق و تہذیب کا حوالہ دے کر سادہ لوح مسلمانوں کو اعلیٰحضرت سے بدظن کرانے کی پوری کوشش کریں گے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضورِ اقدس سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ و صحابۂ کرام وغیرہم کے اقوالِ مبارکہ مسلمانوں کی بصیرت اور صلح کلیوں کی عبرت کے لیے نقل کیے جائیں اور ساتھ ہی ساتھ چند واقعات بھی سنا دئے جائیں جن سے واضح ہو جائے کہ زمانۂ گذشتہ میں بے دینوں، بد مذہبوں اور فاسقوں کے ساتھ سلف صالحین و علماءِ دین کا کیسا برتاؤ رہا ہے۔

۱۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ سیکون فی آخر امتی اناس یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم (مسلم شریف ص۹)

یعنی (اے مسلمانو!) میری امت کے آخر میں کچھ (بد مذہب) لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے وہ باتیں بیان کریں گے جنکو نہ تم نے سنا اور نہ تمھارے باپ دادا نے سنا ہے تو (جب ایسے بد مذہب ظاہر ہو جائیں تو) تم لوگ ان سے بچتے رہنا اور اپنے کو ان سے دور رکھنا۔

۲۔ دوسری حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم شریف ص۱۰) یعنی آخر زمانے میں بہت بڑے مکار و کذاب پیدا ہوں گے وہ تمھارے سامنے ایسے عقائد و خیالات گڑھ کر پیش کریں گے جن کو نہ تم نے سنا اور نہ تمھارے باپ دادا نے سنا (جب) ایسے مکار لوگ

ص۲۹
؎ یہ حدیث طبرانی و ابن حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ الملفوظ اول

خواہ وہ مولوی کہلاتے ہوں یا صوفی / مسٹر کہلاتے ہوں یا مُلاّ ظاہر ہو جائیں تو تم اے مسلمانو! ان سے الگ رہنا اپنے سے ان کو الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں حق سے بہکا دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں بد مذہبی اور فتنے میں مبتلا کر دیں۔

۳:- تیسری حدیث میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَن وَقَّرَ صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام (مشکوٰۃ شریف ص۳۱) یعنی جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

صلح کلیت کے پرستار صاف کھل کر بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ان ارشادات مقدسہ کے مطابق مسلمانوں پر مرتدوں بد مذہبوں اور گمراہوں سے الگ رہنا فرض ہے یا نہیں اور جو شخص زمانۂ حاضرہ کے مرتدوں بد مذہبوں کی تعظیم نہ کرے ان سے میل جول نہ رکھے وہ اپنے اسلام پر مضبوطی سے قائم ہے یا نہیں۔

۴:- عینی شرح بخاری جلد یازدہم ص۱۴۰ میں ہے کان عبد اللہ بن عمرو ابن عباس وابن ابی اوفی وجابر وانس بن مالک وابوهريرة وعقبة بن عامر واقرانهم رضی اللہ تعالیٰ عنهم يوصون الی اخلافهم بان لا يسلموا علی القدرية ولا يعودوهم ولا يصلوا خلفهم ولا يصلوا عليهم اذا ماتوا۔ (اربعین ص۵۳) یعنی عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس بن مالک ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اپنے زمانے کے مسلمان کہلانے والے قدری بد مذہبوں کے بارے میں) اپنی نسلوں کو سخت تاکید فرمایا کرتے تھے ان لوگوں کو سلام نہ کرنا ان کی بیمار پرسی کو نہ جانا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور ان میں جو مر جائیں۔ انکی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔

صلح کلیت کے متوالو! حضرات صحابۂ کرام نے اپنی نسلوں کو اپنے دور کے مسلمان کہلانے والے بد مذہبوں سے بالکل دور و نفور رہنے کی جو وصیت فرمائی تو وہ تعلیم نبوی کے عین مطابق ہے یا نہیں۔ اسی طرح آج علمائے اہل حق سنی مسلمانوں کو دور حاضرہ کے بد مذہبوں سے الگ رہنے کی جو تلقین فرماتے رہتے ہیں وہ بھی اسلامی

تعلیم کے عین مطابق ہے یا نہیں۔

۵:۔ ہر وہ شخص جو تاریخ و سیر سے واقف ہے اس پر خوب روشن ہے کہ شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے زمانے کے مسلمان کہلانے والے بدمذہب خارجیوں کی نماز قرآن خوانی روزہ اور دیگر عبادات کا پاس و لحاظ نہ فرمایا ان کے آگے یارانہ و دوستانہ کا ہاتھ نہ بڑھایا ان کو اپنا دینی اسلامی بھائی قرار نہ دیا ان سے میل جول روا نہ رکھا۔ بلکہ ان کے فتنہ و فساد ان کی بدمذہبی کے باعث ان پر قتال و جہاد فرمایا۔ مسلمانوں کو الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا سبق پڑھاتے ہوئے آپ نے اور آپ کی فوج نے پانچ ہزار خارجی غیر مقلدوں کو قتل کیا جن میں مولوی، عالم، قاری سب ہی طرح کے لوگ تھے۔

صلح کلیت کے شیدائی بتائیں کہ سیدنا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خارجیوں کے ساتھ یہ برتاؤ تعلیم نبوی کے عین مطابق ہے یا نہیں۔

۶:۔ دارمی شریف میں ہے۔ دخل رجلان من اصحاب الاھواء علی ابن سیرین فقالا یا ابابکر نحدثک بحدیث فقال لا قالا فنقرأ علیک آیۃ من کتاب اللہ قال لا لتقومان عنی او لاقومن قال الراوی فخرجا فقال بعض القوم یا ابابکر وما علیک ان یقرأ علیک آیۃ من کتاب اللہ قال انی خشیت ان یقرءا علی آیۃ فیحرفانہ فیقر ذلک فی قلبی (اربعین شنت ص۵۴)

یعنی جلیل الشان تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں دو بدمذہبوں نے آکر عرض کی کہ حضرت ہم آپ کے سامنے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ میں سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ان دونوں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو ہم قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھیں آپ نے فرمایا نہیں تم لوگ یا تو میرے پاس سے چلے جاؤ ورنہ میں یہاں سے اٹھتا ہوں۔ تب وہ دونوں چلے گئے پھر حاضرین مجلس میں کسی نے کہا حضرت! اگر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے تو سننے میں آپ کا کیا بگڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ وہ آیت کریمہ پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ

تحریف کریں پھر وہی معنی میرے دل میں جم جائے (اور معاذ اللہ تعالیٰ میرا عقیدہ بگڑ جائے)

مسلمانو! یہ عبرت کا مقام ہے کہ جب سیدنا محمد بن سیرین جیسا علوم دینیہ کا امام اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر بدمذہب مسلمان کی زبان سے قرآن و حدیث سننے کے لئے تیار نہیں تو تمہارے لئے یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ تم عہد حاضر کے بدمذہبوں مرتدوں، گمراہوں مثلاً ندویوں، مودودیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، رافضیوں، چکڑالیوں، نیچریوں، قادیانیوں کی کتابیں پڑھو۔ ان کے لکچر سنو کیا تمہارا دین و ایمان سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دین و ایمان سے زیادہ مضبوط اور ٹھوس ہے۔

۷:- اسی مسند دارمی شریف میں ہے۔ ان رجلا من اهل الاهواء قال لا یوب یا ابا بکر اسئلك عن كلمة قال (الراوی) فولی وهو يشير باصبعه ولا نصف كلمة۔ (اربعین شدت ص۵۲) یعنی ایک بدمذہب شخص نے حضرت ایوب سختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک لفظ کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں آپ فوراً منہ پھیر کر چل پڑے اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہارا آدھا لفظ بھی سننا نہیں چاہتا۔

۸:- اسی مسند دارمی شریف میں ہے۔ ان رجلا سئل سعيد بن جبير عن شئ فلم يجبه فقيل له فقال له از ایشان (اربعین شدت ص۵۲) یعنی ایک بدمذہب نے حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی بات پوچھی آپ نے جواب نہ دیا پھر کسی نے آپ سے خاموش رہنے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ آدمی منهم یعنی بدمذہب ہے (اس لئے میں نے خاموشی اختیار کی اور اس سے کلام نہ کیا۔)

۹:- غنیۃ الطالبین شریف میں ہے قال فضیل بن عیاض واذا رأیت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا آخر (اربعین ص۵۴) یعنی جب تم کسی بدمذہب کو راستے میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ پر ہو جاؤ۔

صلح کلیت کے فدائی غور کریں کہ ہمارے اسلاف کرام بدمذہبوں کی صحبت اور ان کے ساتھ میل جول رکھنے سے کتنا سخت پرہیز کرتے تھے۔

مزید بصیرت و عبرت کے لئے دو واقعہ علمائے متاخرین کا بھی سناتا ہوں تاکہ مسلمانوں اور صلح کلیوں سب پر واضح رہے۔ کہ بدمذہبوں سے نفرت کرنے کا حکم شرعی ہر دور میں جاری ہے۔

مولٰنا نور فرنگی محلی اور علی بخش وزیر

حضرت ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد حضرت مولانا نور فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت مولٰنا شاہ فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا سیّد آل رسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ شریف کے استاد تھے۔ ایک دن کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ سامنے سے بادشاہِ اودھ کا وزیر علی بخش جو بادشاہ کی ناک کا بال ہو رہا تھا ہاتھی پر چلا آرہا تھا جب اس نے حضرت مولٰنا نور رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو ادب کے مارے ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر حضرت کے سامنے آیا اور سلام عرض کیا۔ حضرت نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سلام کا جواب نہ دیا کیونکہ وہ رافضی تھا اور اس کی داڑھی منڈی تھی اس نے سمجھا کہ شاید حضرت نے مجھے نہیں دیکھا دوسری طرف جاکر سلام کیا حضرت نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ اور سلام قبول نہ فرمایا اس نے تیسری دفعہ پھر سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر نہ منڈوادیا تو علی بخش نام نہیں حضرت جب مکان تشریف لائے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ جملہ یاد دلایا آپ فوراً باہر تشریف لائے آستانے پر اس وقت مولانا آل رسول مارہروی و مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھے۔ ان دونوں حضرات نے

عـہ الملفوظات حصہ اوّل صـ۸۰

پوچھا کہ حضور کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا بچوا نورا کی حماقتے تو ہے رافضی آیا تھا سلام کیا تھا جواب دے دیا ہوتا اب کسی کی داڑھی مونڑے ہے کسی کا مونڑ مونڑے ہے نورا کی حماقتے تو ہے (آپ کی زبان پوربی تھی مطلب یہ ہے کہ اس رافضی وزیر کے سلام کا جواب میں نے نہیں دیا وہ اپنا بخار اتارنے کے لئے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر منڈوانے پر آمادہ ہے۔ لہذا وزیر کو اس کے ارادۂ بد سے روکنا ضروری ہے) پھر آپ سیدھے بادشاہ اودھ کے محل کی طرف روانہ ہو گئے اس سے پہلے کبھی نہ گئے تھے پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی چل پڑے نوروز کا دن تھا بادشاہ کے محل میں جشن منایا جا رہا تھا۔ شراب و کباب گانے بجانے کے سامان موجود تھے جب شاہی دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر دی بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا کہ تمام منہیات شرع یعنی شراب و کباب نیز گانے بجانے کے سامان ہٹا دیے جائیں اور خود دروازے تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا۔ اور باعزاز تمام بٹھایا علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کاٹو تو جسم میں خون نہیں وہ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے۔ اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کر بیٹھے مگر آپ وسیع الظرف اس ہلکے ظرف والے کے قیاس سے وراء تھے آپ شکایت کرنے نہ گئے تھے بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ وہ ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے بادشاہ نے عرض کی حضرت نے کیسے تکلیف فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا تیری زمین میں رہتے ہیں ہم نے کہا ہو آئیں یعنی ہم تیری سلطنت میں رہتے ہیں سو چاکہ تجھ سے مل لیں بادشاہ نے وہ شیرینی جو نوروز کے لئے آئی تھی پیش کی حضرت نے فرمایا ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں چنانچہ ان حضرات کو بلایا گیا پھر آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس تشریف لائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور بادشاہ دہلی

بادشاہ دہلی[ع] ایک روز حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی خدمت میں آیا آپ نے اس کی تعظیم فرمائی تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ کا وزیر آیا تو اس کی کچھ تعظیم نہ کی پھر بادشاہ کا چوبدار آیا اس کی تعظیم فرمائی جب بادشاہ نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا تم اولوالامر ہو تمہاری تعظیم لازم ہے اور تمہارا یہ وزیر رافضی ہے لہٰذا قابل تعظیم نہیں اور تمہارا چوبدار حافظ قرآن ہے۔ اس لئے اس کی بھی تعظیم کی۔

حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں صہ۴۲۷

انّ احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (مشکوۃ شریف)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا کام یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے دوستی اور محبت ہو اور اللہ ہی کے لئے دشمنی اور عداوت ہو حدیث مذکورہ بالا کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاہنے والوں سے محبت رکھنا اور اللہ ورسول کے دشمنوں سے بغض رکھنا اور ان سے بیزار رہنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پیارا کام اور پسندیدہ عمل ہے ——— بظاہر اَلحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالبُغضُ فِی اللّٰہ پر عمل کرنا بہت آسان معلوم ہوتا ہے لیکن عمل کرنے والوں سے پوچھئے وہ بتائیں گے کہ سال بسال روزہ رکھنا رات بھر سجدے میں پڑا رہنا دن بھر وظیفہ اور قرآن مجید پڑھنا آسان ہے مگر اپنی زندگی کو اَلحُبُّ فِی اللہ وَالبُغضُ فِی اللہ کے سانچے میں ڈھال لینا صرف دشوار نہیں بلکہ بہت دشوار ہے چنانچہ آپ کو بڑے بڑے نام نہاد مشائخ وصوفی عبادت وریاضت ذکر وفکر، تہجد، واشراق

[ع] حیات اعلیحضرت صہ۱۹۲

اور چاشت وغیرہ اعمال میں بہت چاق و چوبند نظر آئیں گے لیکن جب ان کو اَلحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالبُغضُ فِی اللّٰہِ ـــــــ کی کسوٹی پر کس دیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرے جوگی ہیں اور باقی دھونس ہی دھونس ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کے معیار کے مطابق حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبّت و عقیدت اسی وقت ممکن ہے جب حضور کے دشمنوں وہابیوں، دیوبندیوں، چکڑالویوں، نیچریوں، قادیانیوں، اور ندویوں سے نفرت کی جائے انہیں اپنا دشمن قرار دیا جائے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ اپنے مکتوبات جلد اوّل ص۲۲۵ مکتوب ص۲۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محبّت خدائے عزوجل و محبّتِ رسول او علیہ و علیٰ آلہ الصّلوٰۃ و التحیات بے دشمنی دشمنان او صورت نہ بندد ع

"تولا بے تبرا نیست ممکن" ـــــــ در ایں جا صادق است

یعنی اللہ و رسول جلّ جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی کئے بغیر اللہ و رسول کی محبّت وجود میں نہیں آتی جل شانہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مثل اس جگہ کے متعلق ہے کہ دوست کے دشمن سے علیحدگی و بیزاری کے بغیر دوست کی محبّت ممکن نہیں۔

اسی طرح حضرات اہل بیت خصوصاً سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حضرت مولائے کائنات جناب سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے ساتھ محبّت و الفت اسی وقت صحیح ہے۔ جب خارجیوں، ناصبیوں یزیدی وہابیوں سے عداوت رکھی جائے۔ یونہی حضرات صحابہ کرام خصوصاً سیّدنا ابوبکر صدیق، سیّدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیّدنا ابوسفیان، سیدنا امیر معاویہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبّت و عقیدت اسی وقت درست ہے جب رافضیوں سے نفرت کی جائے انھیں دشمنان دین سمجھا جائے۔ اسی طرح حضرات ائمہ اسلام سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ، سیّدنا امام شافعی، سیدنا امام مالک سیدنا امام احمد بن حنبل، سیدنا غوث

اعظم شہنشاہِ بغداد وغیرہ اولیاء کرام سے محبت وعقیدت اسی وقت درست ہے جب
ان کے دشمن غیر مقلد وہابیوں سے نفرت کی جائے۔ ان سے ناتا توڑ الگ رہا جائے یہیں
سے یہ بات بھی بالکل واضح ہوگئی کہ اگرچہ عشق رسول کا نقارہ پیٹنے والے تو بہت ہیں
لیکن سچا عاشق رسول وہی ہے۔ جو اَلْحُبُّ فِیْ اللہ وَالْبُغْضُ فِیْ اللہ۔ کے کانٹے
پر پورا اترآئے۔

نیچری اور صلح کلی حضرات جہاں اور دوسرے اسلامی نقوش اور ایمانی آثار
کے مٹانے کی فکر میں تھے وہیں اپنے قول وفعل سے الحب فی اللّٰہ والبغض فی
اللّٰہ۔ جو اسلام کی بنیادی تعلیم اور صالحین علماء کی روشن سیرت ہے۔ اس کو بھی بالکل
مٹا دینا چاہتے تھے لیکن اعلیٰحضرت نے الحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالبُغضُ فِی اللّٰہ پر سختی کے
ساتھ خود عمل کرکے اور مسلمانوں سے عمل کرا کے اس بنیادی تعلیم کو زندہ رکھا
اور دنیا والوں کو بتادیا کہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز صحابۂ عظام و
اولیائے کرام کے دشمنوں سے ایمان والوں کا ہرگز ملاپ نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰحضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباعِ سنّت کے انوار سے منوّر رہے آپ کی ذات
اتباعِ سنت میں حضرات صحابۂ کرام کا نمونہ تھی آپ نے بہت سی مردہ سنتوں کو زندہ فرمایا
انھیں زندہ سنتوں میں نمازِ جمعہ کی اذانِ ثانی ہے جس کو آپ نے حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ
وسلم اور خلفاء راشدین کی سنّت کے مطابق خطیب کے سامنے خارج مسجد دلوانے
کا رواج قائم کیا۔ آج ہندوستان پاکستان، افریقہ، کابل اور کاشغر وغیرہ ممالک میں جہاں
جہاں جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد دی جارہی ہے وہ آپ ہی کی مبارک کوشش
کا نتیجہ ہے۔

اعلیٰحضرت کا شمار ان چند جلیل القدر شہیدان محبّت میں ہوتا ہے جنھوں نے عظمتِ
مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے پرچم کو بلند رکھنے کے لئے اپنے سردھڑ کی بازی لگا
دی۔ اور اٹل پہاڑ کی طرح جم کر دشمنان رسول کا مقابلہ کیا چنانچہ جب ہند کے نام
نہاد بے دین علماء نے حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گالیاں لکھ کر

عظمت رسول گھٹانے کا ہولناک فتنہ کھڑا کیا تو آپ نے کوہِ استقامت بن کر اس فتنۂ عظیم کی بیخ کنی فرمائی پھر تو ان دشمنانِ دین نے جل بھن کر اپنے رسالوں، اخباروں اور کتابوں میں آپ پر گالیوں کی بوچھار کر دی اور طرح طرح کی آپ کو دھمکیاں دینے لگے مگر کچھار محمدی کے اس شیر نے ان کی گالیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنار کے لئے سپر بنائے رکھا اور ان کی دھمکیوں اور بندر بھبکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادابادی علیہ الرحمہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدّعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں اور اس طرح وہ حضور کے دلائل و براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں دیوبندیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کے دلدادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی حضور کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرّف ہوں اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں۔ حضرت صدر الافاضل مرادآبادی کی یہ گفتگو سن کر اعلیٰحضرت آبدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا مولانا! تمنّا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کا سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سدّباب کرتا۔ لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے۔ تو میں قلم سے سختی اور شدّت کے ساتھ ان بے دینوں کا رد اس لئے کرتا ہوں تاکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بد زبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید

---

۵۰ ترجمان اہلسنّت شمارہ پنجم تا دہم ص ۹۲

رد دیکھ کر مجھ پر غصہ آ ئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں اس طرح میری اور میرے آباؤ اجداد کی عزت و آبرو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جلیل کے لئے سپر ہو جائے

کہاں ہیں عاشقان مصطفےٰ ﷺ[1] جو پہاڑوں کی کھوہ اور سمندروں کے ٹاپو میں منزل عشق کو تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ آئیں اور اعلیحضرت کی بارگاہ میں عشق و محبت کا درس حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اعلیحضرت کو عشق و محبت کا مجسمہ بنایا تھا۔ آپ کے سوزشِ عشق کی آنچ جس طالب پر پڑ جاتی اس کا دل محبتِ رسول کا مدینہ بن جاتا استاذ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی سے ایک مرتبہ ان کے شاگرد حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے عرض کی کہ حضرت! آپ تو مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادابادی علیہ الرحمۃ سے مرید ہیں لیکن آپ کو جتنی محبت و عقیدت اعلیحضرت امام احمد رضا سے ہے اتنی اور کسی سے نہیں اعلیحضرت کی یا د ان کا تذکرہ ان کے علم و فضل کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے حضرت محدث سورتی نے فرمایا سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحٰق صاحب محشی بخاری سے پائی سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے جو مجھے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب سے حاصل ہوئی بلکہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے جس کو میں نے صرف اعلیحضرت سے پایا میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کے بسانے والے اعلیحضرت ہی ہیں اس لئے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے میں ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعلِ ہدایت جانتا ہوں۔[2]

اعلیحضرت اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی مارہرہ شریف میں حضور پُرنور

---

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ [2] حیات اعلیحضرت صفحہ ۶۵

سید شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دستِ حق پرست پر ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اسی وقت مرشد برحق مولانا سید آل رسول نے آپ دونوں حضرات کو خلافت نامہ عطا فرماکر خرقۂ مقدسہ سے بھی سرفراز فرمایا حضرت مولانا سید ابوالحسین نوری عرف میاں صاحب نے حضرت سید آلِ رسول سے عرض کی کہ حضور آپ کے یہاں تو طویل بامشقت مجاہدات وریاضات کے بعد خلافت واجازت دیجاتی ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بیعت کرتے ہی خلافت بھی دے دی گئی حضرت مرشد برحق نے فرمایا ـــــ میاں صاحبؒ اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویلہ ریاضاتِ شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ دونوں حضرات صاف ستھرا پاکیزہ دل لے کر ہمارے پاس آئے۔ ان کو صرف اتصالِ نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہوگئی ـــــ پھر مزید آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہتی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آل رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے۔ تو میں بارگاہِ الٰہی میں کون سی چیز پیش کروں گا۔ لیکن آج وہ فکر میرے دل سے دور ہوگئی۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول تو میرے لئے کیا لایا تو میں عرض کروں گا کہ الٰہی تیرے لئے "احمد رضا" لایا ہوں۔[1]

اعلیحضرت نے پہلی بار ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں اپنے والدین کریمین کے ہمراہ فریضۂ حج ادا فرمایا ایک[2] دن آپ نے مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھی امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل لیل نے جب آپ کا چہرۂ انور دیکھا تو بغیر کسی جان پہچان کے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت خانہ پر لائے اور بہت دیر تک آپ کی پیشانی مقدس پر نگاہ جمائے رہے پھر انھوں نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ فِیْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ۔ یعنی بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں۔ بعدہٗ صحاح ستہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے

---

[1] ترجمان اہلسنت پنجم تادہم۔ صـ ۱۳۳ [2] حیات اعلیحضرت صـ ۱۱۔

مبارک ہاتھوں سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اِسْمُکَ ضِیَاءُ الدِّیْن اَحْمَدُ
تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ پھر اعلیحضرت نے ادائے حج سے فارغ ہو کر حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری دی اور بارگاہِ رسالت
سے ہزاروں نعمتوں اور برکتوں سے نوازے گئے۔ پھر آپ نے دوسرا حج ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ
مطابق فروری ۱۹۰۶ء میں ادا کیا۔ ۲۲ صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۰۶ء
تک مکۂ معظمہ میں آپ کا قیام رہا۔ زمانۂ قیام مکہ میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش
آئے جن کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اعلیحضرت کو قوتِ یادداشت میں بڑا کمال دیا تھا یوں تو قرآن
مجید کا اکثر و بیشتر حصہ آپ کو زبانی یاد تھا لیکن پورے قرآنِ مجید کے آپ حافظ نہ تھے
ایک مرتبہ کسی ناواقف شخص نے اپنے ایک عریضہ میں آپ کے القاب کے ساتھ
حافظ کا لفظ بھی لکھدیا حسنِ اتفاق سے اس کا وہ عریضہ ۲۹ شعبان کو آپ کی خدمت
میں پہنچا دوسرے ہی دن سے آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرما دیا اور ہر روز ایک
پارہ حفظ کر کے تراویح کی نماز میں آپ سنا دیتے یہاں تک کہ رمضان شریف کی
ستائیسویں تاریخ کو مغرب سے پہلے حفظ قرآن مجید پورا کر لیا اور صرف ایک مہینے کی مختصر
مدت میں آپ حافظ ہو گئے۔ پھر بڑی خوبی تو تھی کہ روزانہ ایک پارہ زبانی حفظ کرنے سے لئے
باوجود فتاویٰ مبارکہ لکھنے، مسائل شریعت واحکام دینیہ کی تحریر فرماتے اور وقت
معین پر مسند نشین ہدایت ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ سنانے وغیرہ مشاغلِ دینیہ میں کسی طرح کا کوئی فرق آنے نہ پایا

جس طرح آپ قلم کے دھنی تھے اسی طرح میدان بیان کے شہسوار بھی تھے
اگر آپ کی تحریر تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہاتی تو آپ کی تقریر حقائق و عرفان کے
انوار برساتی تھی لیکن چونکہ بقاء دوام صرف تحریر کو حاصل ہے اس لئے آپ کی مقدس زندگی

سہ ترجمان نجم تادہم صہ ۹۰

کے بیشتر اوقات تصنیفاتِ کتب میں صرف ہوئے مگر تاہم خود شہر بریلی میں ہر سال آپ کے تین زبردست وعظ تو پابندی کے ساتھ ہوا کرتے تھے ایک وعظ طلبہ فارغ التحصیل کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر ہوتا تھا دوسرا بیان جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ہر بارہویں ربیع الاوّل شریف کو آپ کی طرف سے حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کے دولتکدہ پر منعقد ہوتا تھا جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو کئے جاتے اس مبارک جلسہ کی اہمیت پورے شہر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی جملہ شائقین یہیں آکر اس جلیل الشان جلسہ میں شریک ہوتے تیسرا بیان مرشد برحق حضرت مولانا سید آل رسول صاحب مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف کے موقع پر جو ہر سال ۱۸ ذوالحجہ کو آپ کے کاشانۂ اقدس پر منعقد ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ مسلمانوں کی عرض و تمنا پر شہر اور بیرونجات میں بھی آپ کے بیانات ہوتے تھے۔

آپ کی تقریروں تحریروں اور تمام تصنیفوں کا خلاصہ حسب ذیل تین باتیں ہیں۔

۱۔ دنیا بھر کی ہر ایک لائقِ محبت و مستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ و رسول کی محبت و تعظیم (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

۲۔ اللہ و رسول ہی کی رضا کے لئے اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی و محبت (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ——)

۳۔ اللہ و رسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت و عداوت (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ——)

آپ اپنی ساری عمر دنیا کو یہی بتاتے رہے کہ جس مسلمان کے دل میں ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں۔ الغرض آپ نے مسلمانانِ عالم کو شانِ الٰہی کا سچا ادب سکھایا پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا سبق پڑھایا حضراتِ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کا گن گانا بتایا۔ صحابۂ کرام و اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محبت و عقیدت کا درس دیا حضرات

اولیاء قدست اسرارھم کے احترام واکرام کا چراغ روشن کیا محبوبان بارگاہ الٰہی کے دشمنوں سے دور ونفور رہنے کا شرعی حکم سنایا شریعت وطریقت کی سچی تعلیم سے آگاہ کیا جھوٹے تصوف وفقیری کا پردہ چاک کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر خود عامل رہے اور اپنے مخلصین سے عمل کراتے رہے اور دوسرے مسلمانوں کو تلقین کرتے رہے اب ہم ذیل میں تبرکا اعلیحضرت کی ایک رباعی نقل کرتے ہیں۔ جو آپ کی مقدس زندگی کی عکاس ہے

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن ؛ نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے ؛ جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد کی شناخت اور مجددین کی فہرست

علمائے اسلام نے بیان فرمایا ہے کہ مجدد کے لئے ضروری ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے علم وفضل کی شہرت رہی ہو۔ علماء کے درمیان اس کے "احیاء سنت" ازالۂ بدعت اور دیگر دینی خدمات کا چرچا کیا جاتا ہو۔ لہٰذا جس عالم کو آخری صدی کا زمانہ نہ ملا یا ملا لیکن وہ دینی خدمات انجام دینے میں مشہور نہ ہوا تو وہ مجددین کی فہرست میں شمار نہ ہوگا۔ علماء دین کی تصریح کے مطابق ذیل میں مجددین کی فہرست[1] پیش کی جاتی ہے۔

پہلی صدی کے مجدد خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ کی پیدائش ۶۱ھ میں اور وصال ۱۰۱ھ میں ہوا اس اعتبار سے آپ کو دوسری صدی کا مجدد کہنا چاہئے لیکن تمام علماء کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ آپ پہلی صدی کے

---

[1] پاسبان مارچ واپریل ۱۹۶۲ء میں علامہ سید ظفرالدین فاضل بہاری کا مسئلہ تجدید پر ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔ مجددین کی فہرست اسی سے ماخوذ ہے۔

مجدّد ہیں ـــــ دوسری صدی کے مجدد سیّدنا امام شافعی و سیّدنا امام حسن بن زیاد ہیں تیسری صدی کے مجدّد قاضی ابو العبّاس بن شریح شافعی، امام ابوالحسن اشعری اور محمّد بن جریر طبری ہیں چوتھی صدی کے مجدد امام ابو بکر بن باقلانی و امام ابو حامد اسفرائنی ہیں پانچویں صدی کے مجدّد قاضی فخر الدّین حنفی و امام محمّد بن غزالی ہیں چھٹی صدی کے مجدد امام فخر الدین رازی ہیں۔ ساتویں صدی کے مجدد امام تقی الدّین بن دقیق العید ہیں آٹھویں صدی کے مجدد امام زین الدین عراقی، علامہ شمس الدّین جزری اور علامہ سراج الدین بلقینی ہیں نویں صدی کے مجدّد امام جلال الدین سیوطی اور علامہ شمس الدین سخاوی ہیں دسویں صدی کے مجدد امام شہاب الدّین رملی اور مُلّا علی قاری ہیں گیارہویں صدی کے مجدّد امام ربّانی حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبد الحق محدّث دہلوی اور حضرت علامہ میر عبد الواحد بلگرامی مصنف سبع سنابل شریف ہیں، بارہویں صدی کے مجدّد شہنشاہ ہندوستان ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی حضرت سیّدی شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی، حضرت شیخ غلام نقش بند لکھنوی اور حضرت قاضی محبّ اللہ بہاری ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بعض لوگوں نے اپنی خوش اعتقادی کے باعث شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی کو بھی بارہویں صدی کا مجدّد کہا ہے مگر تصریحات علماء اسلام کے مطابق ان کا شمار مجددین میں نہیں ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب موصوف کی پیدائش ۱۱۱۴ھ میں اور وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے تو صاحب علم و فضل ہونے کے باوجود انھوں نے نہ تو کسی صدی کا آخر پایا اور نہ کسی صدی کا آغاز پایا۔

بعض وہابیوں نے سیّد احمد رائے بریلوی اور ان کے مرید مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھی مجدد قرار دیا ہے۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ان دونوں پیر مرید نے اصلاح کے نام پر امت میں فتنہ و فساد کا بیج بویا اور مسلمانوں کے پرانے اسلامی عقائد بگاڑ کر ان کو وہابیت کی طرف موڑا ہے۔ تو بھلا یہ دونوں مجدّد کیسے ہو سکتے ہیں۔ پھر ان باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے قابل غور امر یہ ہے کہ سیّد احمد رائے بریلوی کی پیدائش

۱۲۰۱ھ میں اور اسمٰعیل دہلوی کی پیدائش ۱۱۹۳ھ میں اور دونوں کی موت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ سید احمد نے بارہویں صدی کا زمانہ ہی نہیں پایا، اور مولوی اسمٰعیل نے پایا بھی تو اس طرح کہ وہ صرف سات برس کے بچّے تھے اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہابیوں کے بھی مستند مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی کا فیصلہ بھی سنا دیا جائے جناب فاضل لکھنوی اپنے مجموعۂ فتاویٰ عبد الحی جلد دوم صفحہ ۱۵۱ میں۔ شیخ الاسلام بدر الدّین وامام جلال الدّین سیوطی کی عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

——— ازیں عبارات واضح شد کہ سیّد احمد بریلوی کہ ولادت شان در ۱۲۰۱ھ بود و مرید شان مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ در مصادق حدیث۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ داخل نیستند (یعنی علماء اسلام کی) ان عبارتوں سے صاف صاف واضح ہوگیا کہ سید احمد بریلوی جن کی پیدائش ۱۲۰۱ھ میں تھی اور ان کے مرید مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ حدیث شریف ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا۔ کے مصداق میں داخل نہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات مجدد نہیں)

تیرہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی کے فرزند دلبند حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی متولد ۱۱۵۹ھ و متوفی ۱۲۳۹ھ ہیں آپ بارہویں صدی کے آخر میں علم و فضل، زہد و تقویٰ میں مشہور دیار و اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں آپ کے فضل و کمال کا طوطی پورے ہندوستان میں بولتا تھا آپ کی ساری عمر دینی خدمت درس و تدریس افتاء و تصنیف میں گذری سنّیت کی حمایت اور بدمذہبوں کا رد آپ کا خصوصی کارنامہ ہے۔ آپ کے اندر احقاق حق وابطال باطل کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا جس کا زندہ ثبوت آپ کی ضخیم کتاب تحفۂ اثنا عشریہ ہے اس جلیل القدر عظیم الشان کتاب میں آپ نے دلائل کے ہتھوڑوں

اور براہین کی شمشیروں سے رافضی مذہب کی کھال ادھیڑ کر اس کی ہڈیوں کا سرمہ اور گوشت کا قیمہ بنا دیا ہے فالحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین والہ الطیبین وصحبہ الطاہرین۔

چودھویں صدی کا جلیل القدر مجدّد

علمائے اسلام کے بیان کے فرمودہ اصول کے مطابق اگر اہل حق موجودہ صدی کی فضائے اسلام پر نگاہ ڈالیں تو انہیں مجددیت کا ایک درخشاں آفتاب اپنی نورانی شعاعوں سے بدعت وردت کی تاریک دبیز تہوں کو چیرتا ہوا نظر آئے گا۔ جس کی بے مثل تابانی سے ایک عالم چمک دمک رہا ہے اور وہ فخر روزگار مجدد اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا الحاج حافظ قاری شاہ محمد احمد رضا بریلوی سنی حنفی قادری برکاتی ہیں اس لئے کہ آپ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں اور آپ کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ میں ہوا۔ آپ نے تیرھویں صدی کا ۲۸ سال دو مہینہ بیس دن پایا۔ جس میں آپ کے علوم وفنون۔ درس وتدریس، تالیف وتصنیف وعظ وتقریر کا شہرہ ہندوستان سے عرب شریف تک پہنچا اور چودہویں صدی کا انتالیس سال ایک مہینہ ۲۵ دن پایا جس میں حمایت دین، نکایت مفسدین احقاق حق وازہاقِ باطل اعانت سنّت واماتتِ بدعت کے فرائض منصبی کو کچھ ایسی خوبی اور کمال کے ساتھ آپ نے انجام دیا جو آپ کے عظیم المرتبت مجدد ہونے پر شاہد عدل ہے۔ آپ تیرہ سال دس مہینہ کی عمر ہی میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی دن سے فتویٰ دینا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ عمر شریف کے آخری حصہ تک جاری رہا۔ افسوس کہ آپ کے بہت سے فتویٰ کی نقل نہ لی جا سکی مگر پھر بھی جو نقل ہو سکے وہ بڑی تقطیع $\frac{20 \times 26}{8}$ پر بارہ ۱۲ جلدوں میں تقریباً گیارہ ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اس مجموعۂ فتویٰ کا نام "فتاوی رضویہ"

ہے اس میں آپ نے احکام شرعیہ ومسائل دینیہ کی تفصیل و توضیح ایسی تحقیق کے ساتھ کی ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی فقہی مسائل کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیے ہیں فقہ وکلام کے وہ معرکۃ الآراء مسائل جو اپنی پیچیدگی کے باعث برسوں سے اکابر علماء کے درمیان الجھے ہوئے رہ گئے تھے ان کا جنچا تلا فیصلہ کیا ہے۔ آپ کی تصنیفات کا شمار بروایت حضرت شیر بیشۂ سنت لکھنوی علیہ الرحمہ ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ائمہ متاخرین میں امام جلال الدین سیوطی مجدد قرن عاشر علیہ الرحمہ کے بعد کسی کے متعلق نہیں سنا گیا کہ وہ کثرت تصنیفات میں اعلیحضرت کا مقابل ہے جس[1] وقت آپ کے درس وتدریس کا غلغلہ بلند ہوا تو سہارنپور اور دیوبند کے مدرسوں کے بھی چند طلبہ حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بریلی شریف اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ درس گاہِ رضویہ کے طلبہ انہیں دیکھ کر سخت تعجب میں ہو گئے۔ کیونکہ اعلیحضرت اگرچہ علم وفن کے آفتاب فضل وکمال کے ماہتاب تھے۔ لیکن وہابی علماء سے تو یہ امید ہی نہیں کہ وہ اعلیحضرت جیسے وہابیت کا پرخچہ اڑانے والے کی علمی خوبیوں کا سیدھے الفاظ میں اس طرح اعتراف کرتے ہوں کہ ان کے طلبہ کو آپ سے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو چنانچہ درس گاہِ رضویہ کے طلبہ نے اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے آنیوالے طالب علموں سے دریافت کیا کہ آپ حضرات دیوبند اور سہارنپور چھوڑ کر بریلی کیسے آ گئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ مدارس دیوبند وغیرہ میں اعلیحضرت کی مدح وثنا نہیں ہوتی لیکن جب کبھی وہابی علماء کے درمیان اعلیحضرت کا تذکرہ چل پڑتا ہے۔ تو ان کی گفتگو کا حرف آخر یہی ہوتا ہے کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ تو موافق کو ضرورت افزائش رہتی ہے اور نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔ بس اعلیحضرت کا یہی وصف ہے کہ جو ہم لوگوں کو دیوبند و سہارنپور سے کھینچ کر بریلی لایا۔

---

[1] ماخوذ از مقالہ علامہ سید ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ پاسبان اپریل ۱۹۶۲ء صہ ۲۲

مجددِ اعظم رزم گاہِ حق و باطل میں

حضور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مقدس زندگی کے کارناموں پر ایک نگاہ ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک جل جلالہٗ نے اپنے اس خاص بندے کو اپنے دین کی حمایت ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا دین کی تجدید و تبلیغ، اسلام کی حمایت و نصرت سنیّت کی حفاظت وصیانت ہی آپ کی زندگی تھی مقدس دین کی تجدید و احیاء کے فرضِ منصبی کو آپ نے جس خوبی کے ساتھ انجام دیا وہ آپ کی تصنیفاتِ مقدسہ سے ظاہر ہے۔ آپ نے ساری عمر زندگی اسلام و سنیت کے احیاء و تجدید پر قربان کردی اور کفار و مرتدین مشرکین و مبتدعین کی طرف سے ہونے والے تمام حملوں کا دندان شکن جواب دیا یقینی طور پر آپ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہیں جن کا فیض ان کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی خدا اور رسول جاری رکھتے ہیں۔ (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم۔

آج دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں جس کے رد میں اعلیحضرت کی متعدد تصنیفات نہ ہوں۔ دہریئے فلاسفہ آریہ سماجی، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوس، قادیانی، نیچری وہابی دیوبندی، ندوی، رافضی، خارجی، تفضیلی، صلح کلی وغیرہ بے دینوں بد مذہبوں کی جس قدر فتنہ گر پارٹیاں ہیں ان سب کے خود ساختہ اصول اور باطل اعتقادات کو خود انہیں کے مسلّمات انہیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے اس طرح توڑ پھوڑ کر ان کے دھوئیں اڑا دیے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد ان کا کوئی ایک ذرّہ سلامت نہیں ملتا۔

اعلیحضرت کا وطن اس صوبہ اور شہر میں ہے۔ جہاں ہندوؤں کی تعداد ستاسی فی صدی اور مسلمانوں کی تعداد ۱۳ تیرہ فی صدی ہے۔ اور آپ کا دولت خانہ شہر بریلی

شریف کے محلہ سوداگران میں ہے۔ اس محلہ میں آپ کے اور آپ کے رشتہ داروں کے مکانوں کے علاوہ ایک مکان سیّد مصاحب علیؒ اور دوسرا میاں منیر بھشتی کا ہے اور باقی محلہ کے سارے مکان ہندوؤں کے تھے۔ اس لئے آپ نے ہنود کے رد میں کتابیں[عہ] تحریر فرمائیں انہیں کتابوں میں "الفصل الکرنی قربان البقر" ہے۔

ہندوؤں کے ایک تعلیم یافتہ طبقہ نے جب دیکھا کہ ہندو برابر مسلمان ہو رہے ہیں یا نصرانیت کے جنگل میں پھنستے جا رہے ہیں تو ان کے اگوا پنڈت دیانند سرستی نے آریہ سماج کے نام سے ایک مذہب جاری کیا اور مسلمانوں پر علمی دھونس جمانے کے لئے اسلامی تعلیمات کے خلاف اعتراض کرنا شروع کیا اس لئے اعلیحضرت نے آریہ سماج کا بھی[عہ] رد فرمایا جس کا نمونہ کیفر کردار آریہ ہے۔

آپ کے زمانہ سے پہلے ہی ہندوستان میں اسلامی سلطنت کو مٹا کر انگریزوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی انگریز اگرچہ اعتقاداً و عملاً نرے بیدین ہیں لیکن پھر بھی رومن کیتھولک مذہب کے نام لیوا ہیں اور اسی مذہب کی اشاعت میں طرح طرح کا جال پھیلانے اور لاکھوں روپے تبلیغ میں خرچ کر کے لوگوں کو نصرانی بنانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اس لئے اعلیحضرت نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یہ تینوں فرقے یعنی ہندو، آریہ سماج، اور نصاریٰ غیر مسلم ہیں جو مسلمان ہیں اور نہ اپنے کو مسلمان کہلانا پسند کرتے ہیں ان کے علاوہ وہ فرقے جو اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اسلام کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے رد وطرد پر اعلیحضرت نے خاص توجہ فرمائی انہیں باطل پرست فرقوں میں ایک فرقہ نیچری ہے۔ نیچری حضرات زمانہ کے مطابق رنگ بدلنے اور انگریزی سلطنت کی حمایت وطرفداری کرنے کی

عہ پاسبان مارچ واپریل ۱۹۶۲ء صـ۲۲ عہ پاسبان واپریل ۱۹۶۲ء صـ۲۳
عہ پاسبان مارچ واپریل ۱۹۶۲ء صـ۲۳

بدولت دنیوی حیثیت میں بڑھے چڑھے اور مرجع العوام بنے رہتے تھے ان لوگوں نے سلطنت برطانیہ کی خطرناک سازش کو بھرپور تقویت پہونچانے کے لئے مسلمانوں کے دین و ایمان لوٹنے اور اسلامی نشانات مٹانے کی پوری کوشش کی اعلیحضرت نے ان کے رد میں سات[1] کتابیں تحریر فرمائیں اور انگریزوں کی خطرناک سازشوں کو کچل کر رکھ دیا

جب انگریزوں کے خیرخواہ وہابیہ نے ششش مثل کا فتنہ برپا کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح وغیرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمدؐ، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو اعلیحضرت نے ان کے رد میں تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال اور جواہبائے ترکی بہ ترکی سنہ ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا۔ جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے راہی ملک عدم ہوگیا۔[2]

جب انگریزوں کی شہ پاکر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء عظام کی مقدس شانوں میں گالیاں دینا شروع کیں تو اعلیحضرت نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور ایک ماہنامہ بنام قہر الدیان علی المرتد بقادیان جاری کیا۔[3]

جب انگریزوں کے دلی خیرخواہ وہابی دیوبندی عالموں نے مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا اللہ سبوح و قدوس کے جھوٹ بولنے کو درست بتایا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کو کنھیا کا جنم قرار دیا سرکار دو عالم مدینۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا۔ اور غیر مقلد وہابیوں نے امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا تو اعلیحضرت نے ان وہابیہ و غیر مقلدین کے رد میں دو سو سے زیادہ[4] کتابیں تصنیفات فرمائیں

---

[1] پاسبان اپریل سنہ ۶۳ء ص ۲۳ [2] پاسبان اپریل سنہ ۶۲ء ص ۲۳ [3] پاسبان اپریل سنہ ۶۲ ص ۲۳

[4] ملاحظہ ہو دولت مکیہ ص ۱۶۸

جب فرقہ تفضیلیہ نے شور و غل مچایا اور اکٹھا ہو کر بریلی آئے اور مناظرہ چھڑا تو اعلیحضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے جس کا مفصل بیان " فتح خیبر و تزک مرتضوی میں چھپ چکا ہے۔ اسی طرح جب روافض و نواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا اعلیحضرت نے وہیں سرکوبی فرمائی اور ان کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

مسلمانوں میں افتراق و اختلاف کی آگ بھڑکانے کے لئے پرانے شکاریوں نے اپنے خیرخواہوں مولوی محمد علی کانپوری نوکری مولوی شبلی اعظمگڈھی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام ندوۃ العلماء ہے۔ مکاروں اور عیاروں نے اس خوبصورت جال میں سنیوں کی کثیر تعداد کو پھانس لیا انتہا یہ کہ بہت سے سنی علماء ندوہ کے دھوکے اور فریب میں آ کر اس کے ممبر بن گئے ندوہ کو اگرچہ ایک اسلامی مذہبی درس گاہ ظاہر کیا گیا لیکن اس کے باوجود اس کی بنیادی اینٹ ایک انگریز حکمران کے ہاتھ سے رکھوائی گئی۔ شیخ محمد اکرام ایم۔ اے۔ اپنی کتاب شبلی نامہ ص ۱۷۲ میں لکھتے ہیں کہ۔

۔۔۔۔ ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس سال صوبہ یوپی کے گورنر (انگریز لفٹنٹ) نے دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور (انگریزی) حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کے لئے پانچ سو روپے ماہوار امداد ملنی شروع ہوئی ۔۔۔۔۔۔

مولوی شبلی اعظمگڈھی جو ندوہ کے کرتا دھرتا تھے انھوں نے اس موقعہ پر اپنی انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بیان دیا ہے کہ۔

۔۔۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا ہی موقعہ تھا کہ مقدس علماء عیسائی فرمانروا کے سامنے دلی شکر گذاری کے ساتھ ادب سے خم تھے یہ پہلا ہی موقع تھا کہ شیعہ و سنی ایک مذہبی درس گاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقعہ تھا کہ ایک مذہبی درگاہ

کاسنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیعہ، سنی، حنفی، وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے۔ (شبلی نامہ ص ۴۰)

مولوی شبلی صاحب ندوہ کی تحریک کے ذریعہ ایک طرف اسلام و سنیت کی روح کچل رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ماہوار رسالہ "الندوہ" میں انگریزوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا سبق پڑھا رہے تھے ۱۹۱۴ء میں مولوی شبلی نے مسجد کانپور کے سلسلے میں اپنی لیڈری چمکانے کے لئے کچھ نظمیں شائع کرائی تھیں۔ جب لفٹنٹ گورنر یوپی نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تو انھوں نے اپنے انگریز آقا کو خوش رکھنے کے لئے حسب ذیل بیان شائع کیا۔

• ــــــ میں مدت العمر کبھی انگریز گورنمنٹ کا بدخواہ نہیں رہا ہوں میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق و مغرب (ایشیا و یوروپ) کے درمیان یگانگت بڑھے اور ایک دوسرے کی طرف سے جو غلط فہمیاں مدت دراز سے چلی آتی ہیں دور ہوں چنانچہ اس پر میری تمام تصنیفات شاہد ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ۱۹۰۸ء میں میں نے (ماہوار رسالہ) الندوہ میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے ــــ (شبلی نامہ ص ۲۴۵)

ندوہ کے اندرونی حالات کا اندازہ کرنے کے لئے مولوی شبلی کے رفیق کار مسٹر ابوالکلام آزاد کا بیان پڑھئے فرماتے ہیں۔

• ــــــ ندوۃ العلماء کے اجتماع سے مجھے روشن علماء کی جو حالت منکشف ہوئی کیونکہ منتسبین ندوہ کی طرف سے میرا ایسا ہی حسن ظن تھا اس سے طبیعت کو اور زیادہ مایوسی اور طبقۂ علماء کی طرف سے سخت وحشت پیدا ہوگئی۔ مخالفین ندوہ زبان جو کچھ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے ان کی نسبت تو خیال تھا کہ یہ روشن خیال نہیں ہیں لیکن جو لوگ ندوہ کے لئے سرگرم تھے ان کی بھی عجیب حالت نظر آتی تھی۔ چونکہ پانچ چھ مہینے تک ان سرگرمیوں کو بالکل قریب سے دیکھتا رہا۔ اس لئے اندرونی حالت

بالکل میرے سامنے تھی۔

میں نے دیکھا کہ بالکل چالاک دنیاداروں کی سی کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور وہ تمام وسائل بے دریغ عمل میں لائے جاتے ہیں جو اپنی کامیابی کے لئے ایک شاطر سے شاطر اور عیار سے عیار جماعت کر سکتی ہے لوگوں کو (ندوہ تحریک) میں شامل کرنے کے لئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں میرے سامنے ایک واعظ نے ندوے کے ایک سرگرم ایجنٹ سے مشورہ کیا کہ مجلس وعظ میں کیونکر ان کو اظہار جوش و خروش کرنا چاہیئے اور کیونکر آخر میں نالۂ و بکا (رونا دھونا) شروع کر دینا چاہیئے چنانچہ تجویز پختہ ہو گئی اس کے بعد واعظ نے جونہی مثنوی کی ایک حکایت شروع کی دوسرے صاحب نے معاً کھڑے ہو کر حال بازوں کی طرح حرکتیں شروع کر دیں اس سے مجلس میں بڑی رقت طاری ہو گئی۔ اور اس قدر آہ و بکا ہوا کہ اس پر وعظ ختم کر دیا گیا اسی طرح کی بیسیوں باتیں (مکاری عیاری کی) روز میں دیکھتا تھا اور میرے دل میں اس طبقے (ندوہ والوں) کی طرف سے وحشت بڑھتی جاتی تھی

——— (آزاد کی کہانی ص۲۱۷، ص۲۱۸)

ان سب حوالجات نے دن دوپہر کی طرح واضح کر دیا کہ برطانوی عیاروں نے مسلمانوں کو پھانسنے اور ان کو بدمذہب بنانے کے لئے ایک خوشنما جال بچھایا جس میں عام سنی تو عام سنی ان کے علماء بھی بری طرح پھنس گئے۔ ندوہ سے بڑھ کر کون سا فتنہ سنگین ہو سکتا ہے جس میں رہنما حضرات بھی گھس کر جادۂ حق سے پھسل گئے تھے اعلیحضرت کی حق بیں نگاہوں نے روز اوّل ہی دیکھ لیا تھا کہ ندوہ بے دینوں، بدمذہبوں اور نیچریوں کی ایک کھچڑی اور حق و باطل کا ایک معجون مرکب ہے اس لئے آپ حمایت دین کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور برطانوی وفاداروں کے اس خوشنما جال کا ایک ایک تاگا ادھیڑ کر رکھ دیا۔ ندوہ کی گمراہیوں اور بدعتوں کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اس طرح بے نقاب فرمایا کہ مشاہیر علمائے اہل سنت توفیق خداوندی کی بدولت ندوہ سے بیزار ہو کر الگ ہو گئے حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ

حضرت مولانا محمد حسین الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا علامہ عبدالسلام جبلپوری علیہ الرحمۃ وغیرہ مشاہیر علما، ندوہ کی خوبصورت تجویزوں پر فریفتہ ہو کر اس میں شامل ہو گئے تھے لیکن جب اعلیحضرت نے ندوہ کی بیخ کنی فرمائی اور اس کی گمراہیوں کو بے پردہ کر دیا تو یہ حضرات ندوہ سے متنفر ہو کر اس سے بالکل الگ ہو گئے۔

خدائے تعالیٰ عالم فرید فاضل وحید حضرت مولانا قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ، محب الرسول تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی استاذ المحدثین حضرت مولینا وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی، عالم جلیل فاضل نبیل حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم بدایونی، عالم امجد فاضل ارشد حضرت مولانا عبدالصمد حافظ بخاری سہسوانی سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ ہدایت رسول رامپوری لکھنوی علیہم الرحمۃ والرضوان کی قبروں پر قیامت تک اپنی رحمت کے پھول برساتا رہے کہ اوّل الذکر نے اپنے مال و دولت اور باقی حضرات نے اپنے علم وافر سے اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بٹایا جس سے ندوہ کا فتنۂ عظیم ۱۳۲۰ھ میں مدراس پہنچ کر ختم ہو گیا ـــــ حضرت مولانا مفتی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف اعلام ضروری ص۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"علمائے کرام نے ندوے کے رد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ تحریری رد میں بھی کامل حصّہ لیا۔ قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کئے ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی۔ جلسوں کی رودادیں طبع کرا کے شہر در شہر پہنچائیں۔ مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ سے اوپر کا ہے۔ پچاس ہزار روپے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمۃ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کئے ایسے اہم کار دینی میں مال کی کوئی حقیقت نہ تھی۔"

جو صاحب مزید طور پر ندویوں کی گمراہی اور بددینی اور ان کے متعلق شرعی احکام پر مطلع

ہونا چاہیں وہ اعلیحضرت کا مرتب کردہ فتویٰ بنام "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" کو ملاحظہ فرمائیں جس میں اکابر علمائے مکہ و مدینہ کے بھی فتاویٰ ہیں۔

جب ملحد فاسق اور نام نہاد صوفی جھوٹی طریقت کی آڑ لے کر شریعت محمدیہ پر حملے کرنے لگے اور شریعت کو طریقت کا مخالف بتانے لگے بناوٹی صوفیوں کے چودھری مسٹر حبا دھاری نے اپنی کتاب "مرشد کو سجدۂ تعظیم" میں اعلان کر دیا کہ اپنے پیر کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے تو اعلیحضرت نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ ملحد صوفیوں کا قلع قمع فرمایا۔ آپ نے اپنی کتاب "مقال العرفا" میں قرآن و حدیث و اقوال علما باطن سے ثابت کیا کہ۔

• ــــ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے شریعت ہی پر طریقت کا دارمدار ہے شریعت ہی اصل کار اور محک و معیار ہے شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور پڑے گا طریقت اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقہ ہے ــــ ۔ (مقال العرفا)

اور الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجدۃ التحیہ لکھ کر آپ نے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ نیز اقوال ائمہ سے روشن آفتاب کی طرح خوب آشکارا کر دیا کہ ہماری شریعت محمدیہ میں خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی طرح کا سجدہ جائز نہیں۔

سائنس داں حضرات کا بیان ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان کوئی چیز نہیں بظاہر اس بیان میں سادہ لوح عوام کو کوئی خرابی نظر نہ آتی ہو گی لیکن اگر ذرا سا غور و فکر سے کام لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ سائنس دانوں کا یہ نظریہ دین و مذہب کی بنیاد پر ایک ضرب کاری ہے کیونکہ جب آسمان کوئی چیز ہی

نہیں ہے تو توریت، انجیل، زبور، قرآن، اور دیگر صحائف انبیاء کا آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت نہ ہوگا تو پھر سائنس دانوں کا یہ نظریہ تسلیم کر لینے کا معنی یہی ہوگا کہ دین و مذہب کوئی چیز نہیں اور قرآن مجید آسمانی کتاب نہیں نیز مذہب اسلام آسمانی دین نہیں حالانکہ قرآن مجید آسمانی کتاب اور مذہب اسلام آسمانی دین ہے ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس جدید کے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کر دی جائے چنانچہ اعلیحضرت نے اپنی شمشیر خارا شگاف سے فلاسفہ یورپ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف فوز مبین در رد حرکت زمین، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان میں سائنس دانوں ہی کے خود ساختہ اصول سے کپلر، نیوٹن اور ڈارون کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں انہیں گے گڑھے ہوئے قواعد سے ان کے نظریے کو باطل قرار دیا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لئے آیات و احادیث سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اور چاند، سورج وغیرہ تارے آسمان میں تیرتے رہتے ہیں اور ہمہ وقت ان کی حرکت جاری ہے۔

اخیر زمانہ یعنی ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں علی برادران[عہ] اور ان کے ہمنواؤں نے نہایت زور و شور سے تحریک خلافت کے نام پر ایک ایسا خوفناک فتنہ کھڑا کیا جس نے جملہ بد مذہبوں، منافقوں، زندیقوں اور کھلے کافروں سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور حق و باطل اسلام و کفر کا سارا امتیاز مٹا دینا چاہا ــــــ واقعہ یوں ہے کہ چند دنیادار اور غرض پرست ہندوستان کے بادشاہ بننے کی طمع میں اٹھ کھڑے ہوئے اور عام مسلمانوں کا رخ اپنی جانب موڑنے کے لئے اپنی تحریک میں "خلافت"

عہ علی برادران سے مراد مولوی محمد علی صاحب جوہر و مولوی شوکت علی صاحب لیڈران خلافت ہیں ان حضرات نے سیاست کے ہولناک سیلاب میں بہتے ہوئے مشرک نوازی و شعائر دین کی پامالی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی نام نہاد خلافت کے نشہ میں اس قدر مخمور تھے کہ مشرکانہ افعال انجام دینے اور کفری اقوال بولنے

کا مذہبی رنگ بھرا جس کی وجہ سے مسلمان آنکھیں بند کر کے ان کی تحریک میں گھس پڑے اور بعض علماء اور مشائخ بھی مصنوعی خلافت کے سبز باغ پر فریفتہ ہو کر اس فتنہ کا شکار ہو گئے تحریک خلافت کو مضبوط کرنے کے بعد اس کے لیڈروں اور مولویوں نے ایسے ایسے فتنے برپا کئے جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ ان غرض پرستوں نے اپنی تحریک کا نام تو "خِلَافَتِ اِسْلَامِیَہ" رکھا لیکن حصول سلطنت کے نشہ میں کچھ اس بری طرح مدہوش ہوئے کہ حق و باطل کی تمیز ہی اٹھادی اسلامی قوانین کے توڑنے، شرعی احکام کے کچلنے اور دینی نشانات کے مٹانے میں کھلے کافروں سے بھی بہت آگے بڑھ گئے اس وقت صرف اعلیٰحضرت کی ایک ذات گرامی تھی جس نے ان فتنہ گروں کا جم کر مقابلہ کیا ان کے رد وطرد میں اشتہارات پر اشتہارات

حاشیہ پچھلے صفحہ کا۔ میں شرعی حدود کو پار کر چکے تھے لیکن بروایت حکیم مولانا سیّد غلام معین الدین صاحب نعیمی مولیٰ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ ان دونوں بھائیوں کو اواخر عمر میں توبہ نصیب ہو گئی۔ مولانا موصوف نے اپنی مرتبہ کتاب "حَیَاتِ صَدْرُ الْاَفَاضِلْ" ص۱۴۲ میں ان حضرات کی توبہ کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا محمّد علی جوہر مرحوم کے سفر لندن سے پہلے حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدّین مرادآبادی علیہ الرحمہ اتمام حجّت اور خوف آخرت سے ہوشیار کرنے کے لئے مولانا مرحوم کے مکان پر دہلی تشریف لے گئے اور ان کو اسلامی احکام سے روشناس کراتے ہوئے آخرت کے عذاب وخسران سے ڈرایا۔ مولانا مرحوم حضرت صدر الافاضل کی تبلیغ حق سے متاثر ہوئے اور حضرت کو گواہ بنا کر انھوں نے توبہ کی۔ اور مولانا شوکت علی مرحوم نے بھی مرادآباد آ کر حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور اپنی آخرت سنواری۔

اور جب ان دونوں کی توبہ کی اطلاع ایک عالم دین دے رہا ہے تو اب دعا یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے ضلال ومعصیت کو معاف فرمائے لیکن یہ لوگ اپنی تحریر و تقریر کا جو فتنہ امّت کے درمیان پھیلا گئے ہیں اس کے خلاف ہمارا احتجاج قیامت کی صبح تک رہے گا۔

شائع فرمائے ان کی خلاف شرع باتوں کو منظر عام پر لاکر مسلمانوں کو اس ہولناک فتنہ سے بچایا یہانتک کہ آخر میں رسالہ مبارکہ "المحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ" شائع فرما کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا اور ٹھیک دوپہر کے آفتاب کی طرح حق کو واضح اور آشکار کردیا جس کے نتیجہ میں بہت سے علمائے کرام تحریک خلافت سے بیزار ہو کر علیحدہ ہو گئے تحریک خلافت کے فتنۂ عظیم ہونے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ فرنگی محل کے مولانا عبد الباری صاحب لکھنوی نے ایک کھلے غیر مسلم کو اپنا امام و پیشوا محض اس لئے بنا رکھا تھا کہ وہ غیر مسلم اپنی چالاکی سے نام نہاد تحریک خلافت کا حامی بنتا تھا۔ مولوی عبد الباری صاحب نے تحریک خلافت کی حمایت میں جہاں اور بہت سے کفریات لکھنے کا وبال اپنے سر لیا تھا۔ وہیں یہ بھی صاف لکھ دیا کہ میں نے تو اس غیر مسلم بت پرست کو اپنا رہنما بنا لیا ہے میں وہی مانتا ہوں جو یہ کہتا ہے۔ میرا حال سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستے کردے

الحمد للہ تعالیٰ کہ حضرت مولانا مولوی عبد الباری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے اقوال کفریہ سے توبہ و بیزاری کا اعلان کیا۔ جس سے خلافت والوں کی علمی قوت و شوکت بالکل جاتی رہی ہاں دنیا کی لالچ میں بہت سے مطلب پرست مسلمان تحریک خلافت سے چپٹے رہے مگر حق تو سب پر واضح ہو کر رہا۔

خلافت کمیٹی کے لیڈروں نے مسلمانوں کا دین و ایمان برباد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دنیا کو بھی خوب اچھی طرح لوٹا۔ مسٹر ابو الکلام آزاد جو تحریک خلافت کے سرگرم رکن تھے ان کے داہنے بازو مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی اپنی کتاب ذکر آزاد ص ۲۸۸ میں لکھتے ہیں کہ۔

ؔ پاسبان اپریل ۱۹۶۲ء ص ۲۴

•——خلافت تحریک کے سلسلے میں ہندوستان کے غریب مسلمانوں نے قابل فخر جذبۂ ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا تھا بے شمار روپیہ خلافت فنڈ میں دیا۔ پردہ نشین خواتین نے زیور تک اتار کے دیدیے (خلافت کمیٹی کے) خود لیڈروں کا اعتراف تھا کہ چھپن لاکھ روپیہ جمع ہوا ہے۔ لیکن اس مالامال فنڈ کا حشر کیا ہوا؟ ایک قلیل رقم تو ترکوں کو پہنچی باقی روپیہ کو مردے کا مال سمجھ لیا گیا۔ اس زمانے میں خود میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ (خلافت کمیٹی کے) بڑے بڑے لیڈر کس بے دردی سے قومی روپیہ اپنی ذات پر اڑا رہے ہیں"——

حوالہ مذکورہ بالا نے کیسا صاف واضح کردیا کہ دنیا دار غرض پرست مولویوں اور لیڈروں نے تحریک خلافت کا ڈھونگ محض دولت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے رچایا تھا۔ ان کو حرام و حلال کے فرق سے کوئی مطلب نہ تھا۔

الغرض جہاں بھی کسی بد مذہب بد دین نے سر اٹھایا وہیں اعلیحضرت نے اس کا پُرغرور سر کچل کر رکھدیا اس کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور مطبع اہل سنت محلّہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر، مشائخ، علماء اور رؤسا کے پاس ٹکٹ چسپاں کرکے روانہ کردیا اور اس طرح حمایت دین میں اپنی پاک زندگی اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کردیا۔ یہ سب دینی مذہبی کارنامے صاف صاف شہادت دے رہے ہیں کہ اعلیحضرت امام احمد رضا موجودہ صدی کے عظیم المرتبت مجدد ہیں۔

بعض چرب زبان مخالفین جن کو دین و مذہب کے اندر سوئی کی نوک برابر بھی بصیرت نہیں وہ اعلیحضرت کی دینی خدمات پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مولینا احمد رضا جس قابلیت و جامعیت کے عالم تھے اس کے پیش نظر سارا زمانہ اُن کی قدمبوسی کرتا اور ان کو پیشوا مانتا مگر انھوں نے عمر بھر سب کا رد کرکے اپنی مقبولیت کو بڑا دھکا پہنچایا۔ —— ان الفاظوں کے قول میں وہی جھلک ہے جو کفّار مکہ کے مطالبہ میں تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام بت

پرستوں کے خلاف آواز بلند فرمائی تو مشرکین عرب بلبلا اُٹھے اور انھوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے گذارش کی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہیں تو ہم لوگ آپ کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں اور پھر ہم سب مل کر آپ کے پاس دولت کا انبار لگادیں گے۔ جس سے آپ سب سے بڑھ کر مالدار ہو جائیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا۔ تو چونکہ اعلیٰحضرت اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے نائب اور وارث تھے اس لئے آپ نے بھی اپنے زمانے کے باطل پرستوں کا عمر بھر رد کیا۔ اور کسی کی ملامت کی کوئی پرواہ نہ کی اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی مقبولیت کا تو یہ عالم ہے کہ مکہ شریف و مدینہ منورہ کے اکابر علماء نے آپ کو اپنا سردار و پیشوا اور موجودہ صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔

بعض تعصب پرست کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر و تقریر، رسائل و اشتہارات کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ لیکن یہ دن دوپہر میں چمکتے سورج کا انکار ہے حدیث[عہ] شریف میں ہے۔ لان یهدی الله علی یدك رجلا واحدا خیر مما طلعت علیه الشمس یعنی اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب فرما دے تو یقیناً روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے ——— اور یہاں ہزاروں تو کیا بلکہ لاکھوں اشخاص نے اعلیحضرت کی تقریروں اور تحریروں سے فائدہ اٹھایا گمراہوں کا طبقہ آپ کی تحریریں پڑھ کر دیندار بنا بدمذہب حضرات آپ کی کتابیں دیکھ کر ایسے راسخ الاعتقاد سنی ہوئے کہ بدمذہبی کی ہولناک آندھی بھی ان کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی کتنے وہ ہیں جو کفریات بک کر مرتد اور بیدین ہو گئے تھے آپ کی رہنمائی سے مخلص مسلمان بن گئے حضرت شیر بیشۂ اہلسنت علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ اپنے ماہنامہ ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص۸۹ میں لکھتے ہیں۔

عہ جواہر البحار شریف جلد ثالث ص۱۹۳ مطبوعہ مصر

• ـــــــ مجھ کو بھی حضور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس کتاب تمہیدِ ایمان دیکھنے ہی سے اسلام وسنیّت کی بے بہا دولت عطا ہوئی ورنہ میں بھی دیوبندیت کی تاریک کفری گھٹاؤں میں پھنس کر اسلام وسنیّت کے آفتاب عالمتاب کے سچے اصلی حقیقی نور سے بہت دور جا پڑا تھا ـــــ •

یہ اعلیحضرت کی تحریروں ہی کا صدقہ ہے کہ ایک غریب سُنّی کا بچہ اسٹیج پر کھڑا ہو کر زمانہ موجودہ کے فرعون، نمرود، ابوجہل اور ابولہب جو اپنی جماعت میں مخدوم الکل، شیخ الاسلام، حکیم الامّت، قاسم العلوم کہلاتے ہیں ان کی بددینی کی دھجیاں اڑاتا ہے ان کے کفر وارتداد کو بے نقاب کرتا ہے یہ اعلیحضرت کی مقدس کتابوں ہی کا فیض ہے کہ ہمارا مناظر میدان مناظرہ میں باطل پرست بھیڑیوں سے لوہے کے چنے چبواتا ہے۔ وہابی سیٹھوں اور جمعیۃ العلمائی دیوبندیوں نے مناظر اسلام حضرت شیر بیشۂ سنّت لکھنوی علیہ الرحمہ کے خلاف رد وہابیت کے سلسلے میں ہندوستان کی متعدد کورٹوں میں مقدمات اور استغاثے دائر کئے اور ایڑی سے چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح ایک بار بھی دنیائے سنیّت کا یہ شیر جیل خانہ کے پنجرے میں بند ہو جائے۔ لیکن یہ اعلیحضرت کی مقدس تصنیفات ہی کا فیض ہے جس نے ہر کورٹ میں حضرت مولانا لکھنوی علیہ الرحمہ کو سربلند رکھا اور دشمنان اسلام کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا۔

دنیا میں ایسے کم ظرف دنی الطبع بہت ہیں جن کے حسب ونسب کا پتہ نہیں چلتا اور بے حیائی کی باتیں بکنا ہی اُن کا شیوہ رہا کرتا ہے ایسے ہی لوگوں میں بعض وہ حضرات ہیں جو اعلیحضرت کی دینی خدمات سے جل بھن کر یہ بک دیا کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ تھے حالانکہ اعلیحضرت ہی کی تنہا وہ ذات ہے جس نے اپنے خداداد علم وفضل کی بدولت بکمال ہوشیاری وبیدار مغزی انگریزوں کی خفیہ سازشوں کو ناکام بنا دیا اور انگریزوں کے مقرر کردہ لیڈروں، مولویوں اور پیروں کا

عام چورا ہے پر بھانڈا پھوڑا۔ سلطنت برطانیہ کے جان نثاروں اور دلی خیرخواہوں کو اپنے سیف قلم سے موت کے گھاٹ اتارا برٹش گورنمنٹ سے سالانہ سات ہزار دو سو روپیہ وظیفہ پانے والے ایجنٹ کو کیفر کردار تک پہنچایا انگریزی حکومت کی حمایت میں جہاد کا فتویٰ دینے والے کی پھیلائی ہوئی گمراہی اور بے دینی سے مسلمانوں کو بچایا۔ بے شک بے شک اعلیحضرت امام احمد رضا وہ سچے وارث رسول ہیں جن کی چادر عظمت انگریزی راج نیز دنیا کی ہر سلطنت کی آڑ کاری کے داغ دھبے سے بحمدہٖ تعالیٰ ہر طرح پاک وصاف ہے یہی وجہ ہے کہ اعلیحضرت کے مخالفوں میں اہل قلم، ارباب تاریخ سیاست داں حضرات بھی ہیں جنھوں نے مذہبی عداوت کی بنا پر اعلیحضرت کو طرح طرح کی گالیاں دی ہیں لیکن کسی میں یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اعلیحضرت کو انگریزی حکومت کا ایجنٹ لکھ دیتا۔

مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی اپنی کتاب ذکر آزاد صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں

• ــــــ اور وہ (اعلیحضرت مولانا احمد رضا) خلافت تحریک کے اور ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف ہو ــــــ •

بے شک اعلیحضرت خلافت تحریک کے واقعی سرگرم مخالف تھے جس کی وجہ یہ ہے کہ تحریک خلافت مقدس اسلام کو ڈھاکر اس کی جگہ کفر و شرک نصرانیت و یہودیت کی عمارت کھڑا کرنا چاہتی تھی اور اسی طرح اعلیحضرت ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو اسلام کا لباس پہن کر اسلام کی جڑ کھوکھلی بنانا چاہتی تھی اب رہا مذہب کے نام پر اٹھائی ہوئی کسی تحریک کو انگریزی راج کے موافق بنانا جیسا اندویوں نے کیا یا مخالف ظاہر کرنا جیسا خلافت کمیٹی نے کیا تو یہ بساط سیاست پر شطرنج کھیلنے والوں کا داؤں ہوا کرتا تھا اور سیاست دانوں کے داؤں اور پیچ کو بھانپنا پھر اس کی گہری کاٹ کرنا یہ اعلیحضرت ہی جیسے۔ مرد مومن مؤیدا من اللہ کا کام تھا

رہا ملیح آبادی کا دبی دبی بولی میں اعلیحضرت کو انگریزی راج کا موافق کہنا

تو یہ خلافت تحریک کی مخالفت کا پرانا بخار اتارنا ہے ورنہ انگریزی راج کی جیسی گہری مخالفت اعلیٰحضرت نے کی اس کو کچھ برٹش کے دلی خیر خواہ ہی جان سکتے ہیں ملیح آبادی جیسے سطحی نظر والے اگر برطانیہ کے سچے جان نثاروں سے معلوم کریں تو وہ بتائیں گے کہ انگریزی سامراج کا توڑ اعلیٰحضرت نے کیا ہے۔ برطانیہ کے وفاداروں کا سنگین پنجہ اعلیٰحضرت نے موڑا ہے ہاں یہ کہنا بالکل درست اور حق بجانب ہے کہ لیڈران خلافت کے پیشوائے اعظم سر سید احمد خاں انگریزی راج کے کھلم کھلا وفادار تھے وہ انگریزی راج کے خلاف کسی تحریک کو گوارا نہ کرتے تھے بلکہ ہر اس بولی کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے ذرا سا خلاف ہو جاتی۔

اعلیٰحضرت کے مخالفین تاریخ داں اہل قلم حضرات کو اعلان عام ہے کہ زبانی جمع خرچ سے تو آپ حضرات بہتان طراز قرار پائیں گے اگر آپ لوگوں میں ذرا سا بھی دم خم ہے تو مقابلہ پر آیئے اور اعلیٰحضرت کو تاریخ وحقائق کے کانٹے پر برٹش گورنمنٹ کا وفادار ہی ثابت کر دیجئے آلۂ کار و ایجنٹ ثابت کرنا تو بہت دور کی بات ہے لیکن ہنڈل بازی افتراء پردازی سے پرہیز کرنا شرط مردانگی ہے۔

ہم تو آج ہی کہے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اس مجدد کو اسلام وسنیت کی حفاظت اور برطانوی جان نثاروں کی نکایت کے لئے پیدا فرمایا تھا اعلیٰحضرت تو اعلیٰحضرت آپ کے غلاموں کا بھی دامن گورنمنٹ برطانیہ کی آلۂ کاری سے پاک وصاف ہے۔ اگر دشمنان اسلام کے پاس اعلیٰحضرت کے خلاف کوئی مسالہ ہوتا تو اب تک کس دن کے لئے رکھ چھوڑتے

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

وہابیت کا ہولناک فتنۂ عظیم اور اس کا قلع قمع کرنے والے علمائے دین

صحیح بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۰۵۱ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارگاہ الٰہی جل شانہ میں عرض کی۔ "اللھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا وفی نجدنا قال اللھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھنالك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان ــــــ۔

اے اللہ! تو ہماری خاطر ہمارے ملک یمن میں برکت عطا فرما (حاضرین مجلس میں سے) کچھ حضرات نے گذارش کی (حضور) اور یہ دعا بھی کر دیں کہ اے اللہ تو برکت عطا فرما)۔ ہمارے ملک (نجد) میں (سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان حضرات کی گذارش قبول نہ فرمائی اور پھر دوبارہ شام و یمن کے لئے) دعا کی اے اللہ تو ہماری خاطر ہمارے شام میں برکت دے۔ اے اللہ تو ہماری خاطر ہمارے یمن میں برکت دے ان حضرات نے (پھر عرض کی یارسول اللہ! اور یہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ! تو برکت دے) ہمارے نجد میں (حضور اقدس سرکار رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار گذارش کے باوجود سرزمین نجد کے لئے دعا نہ فرمائی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ علم غیب سے حضور کو معلوم تھا کہ اسی منحوس سرزمین سے

شیطان کی جماعت نکلے گی جو دنیا میں فتنہ وفساد بیدینی وگمراہی پھیلائے گی پھر سرکار نے دعا نہ کرنے کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے) تیسری بار فرمایا کہ وہاں یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے پیدا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی جماعت نکلے گی (حدیث مذکور کے بالا کے راوی نقل روایت میں احتیاط برتنے کے پیش نظر کہتے ہیں کہ) میرے گمان میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (دو مرتبہ شام ویمن کے لئے دعا فرمائی اور) تیسری بار (سرزمین نجد کی نحوست آشکارا کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا هناك الزلازل والفتن وَبِهَا يَطلع قرْن الشَّيطان ۔ یعنی سرزمین نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے ۔ اور وہیں سے شیطان کی جماعت پیدا ہوگی مخبر غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خبر بارہ سو برس کے بعد ظاہر ہوئی اس کی تفصیل[1] یوں ہے کہ سنہ ۱۲۰۴ھ میں سلطان عبدالحمید خاں غازی بادشاہِ روم کے انتقال کے بعد اس کے بھتیجے سلیم ثالث نے بادشاہ کے لڑکوں کو نظربند کردیا اور خود زبردستی سے بادشاہ بن بیٹھا۔ پھر اقتدار کے نشہ میں اس نے بہت سے پاشاؤں آفیسروں اور کثیر فوجیوں کو غفلت کی حالت میں قتل کرا دیا۔ کہ کہیں یہ لوگ بادشاہ کی اولاد کی حمایت وطرفداری میں کھڑے نہ ہوجائیں مزید برآں رعایا پر بھی ظلم ستم کا آرا چلایا۔ سلیم ثالث کی اس تباہ کن روش نے ترکی سلطنت کی چولیں ہلا دیں۔ جس کے نتیجے میں ماتحت حکومتیں اور زیر اثر صوبے خود مختار ہوگئے۔ ترکی حکومت کا رعب ودبدبہ جاتا رہا۔ ہر طرف طوائف الملوکی شروع ہوگئی جس کے ساتھ کچھ شورہ پشت فسادی اکٹھا ہوگئے اس کو بھی حکومت حاصل کرنے اور بادشاہ بننے کا حوصلہ پیدا ہوگیا چنانچہ ترکی حکومت کی کمزوری وبدنظمی کو دیکھ کر عبدالوہاب نجدی نے بھی سلطنت حاصل کرنے کی جرأت پیدا کی یہ عبدالوہاب نجدی بڑا ہوشیار نہایت چالاک آدمی تھا اس کے باپ دادا صوبہ نجد میں عالم اور پیر ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کئے جاتے تھے۔ عبدالوہاب نجدی نے اپنے خاندانی اثرات اور پیری مریدی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جب اس نے اپنے ہمنواؤں کی ایک

---

[1] تفصیل مذکور سیف الجبار مصنفہ حضرت مولانا شاہ فضل رسول سے ماخوذ ہے۔

کیثر جماعت تیار کر لی تو جمعہ کے دن ایک جلسۂ عام کیا اس میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اب ترکی حکومت مردِ بیمار بن چکی ہے۔ شرعی احکام جاری کرنیکے لئے کسی بادشاہ کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا تم لوگ کسی کو اپنا بادشاہ بنالو تاکہ احکام شرعیہ نافذ کیا جاسکے حاضرین نے کہا کہ آپ سے بہتر کون ہے۔ جس کو بادشاہ منتخب کیا جائے پھر تو عبدالوہاب نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور سب سے بیعت لے کر امیر المومنین بن گیا۔ اور قصبہ "درعیہ" کو راجدھانی قرار دیکر اپنی اولاد و اقارب کو مختلف شہروں میں حاکم مقرر کیا۔ اس نے اپنی خفیہ اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے نماز، روزہ کا خوب پرچار کرایا پھر سلطنت کا انتظام اپنے حواریوں کے سپرد کر کے خود ایک نئے مذہب کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کا نام آج وہابی مذہب ہے اس نئے مذہب کی اشاعت کے لئے اس نے کچھ مسئلے خارجیوں کے کچھ معتزلہ کے کچھ خیالات ملحدین ظاہریہ کے لے کر اور کچھ عقائد اپنے دل سے گڑھ کر ایک کتاب بنائی۔ عبدالوہاب کے چھوٹے لڑکے "محمدؔ" نے اس کتاب میں اپنا مضمون بڑھا کر اس کتاب کا نام کتاب التوحید رکھا جس میں اعلان کیا کہ تمام جہان کے مسلمان خاص طور پر مکہ مدینہ والے کافر و مشرک ہیں لہذا ان کو قتل کرنا ان کے مالوں کو لوٹ لینا واجب ہے ——— پھر اس کتاب کے چند نسخے بڑے بڑے شہروں میں بھیجے گئے۔ حاکمان شہر نے کتاب کے مضمون سے عوام کو آگاہ کیا۔ بس پھر کیا تھا مسلمانوں کا مال لوٹنے کے لئے تمام وہابیوں کے منھ میں پانی بھر آیا چنانچہ "عبدُ الوَہَابُ" نجدی کا چیلا سعود ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں اپنے وہابی ڈاکوؤں کو لے کر طائف شریف، مکہ شریف، مدینہ شریف پر حملہ آور ہو گیا۔ پھر تو ان ظالم وہابیوں نے چنگیز خاں تاتاری کا رول ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کے مال و متاع کو بے دریغ لوٹا۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کر کے حرمین شریفین کی مقدس سرزمین رنگین کر دی علمائے اہل سنت اور سادات کرام کو توچن چن کر قتل کیا۔ طائف شریف میں مسجد عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ڈھا کر زمین سے برابر کر دیا۔ حرمین شریفین

سے فارغ ہوکر عراق پر بھی دھاوا بول دیا اور اس طرح لوٹ مار قتل وغارت کر کے عرب شریف پر اپنی ظالمانہ حکومت قائم کرلی اور بچے کھچے مسلمانوں کو کافر ومرتد قرار دے کر ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے رہے۔

ہندوستانی وہابیوں کے پیشوا مدرسہ دیوبند کے صدر المدرسین مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی اپنی کتاب الشہاب الثاقب صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ۔

• ــــ صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی (وہابیوں کا پہلا امام) ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ وعقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت وجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا اور ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا ان کے (سنیوں کے) قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین (مکہ مدینہ والوں) کو خصوصًا اور اہل حجاز کو عمومًا اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے باکی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ الحاصل وہ (محمد بن عبد الوہاب) ایک ظالم وباغی، خونخوار وفاسق شخص تھا ــــ۔

یہی صدر دیوبند مولوی حسین احمد صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔

• ــــ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر ہیں اور ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے ــــ۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۵۱)

یہی مولوی حسین احمد تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ۔

ــــ • شان نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو

مماثل ذات سرورکائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کرکے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے (وہابیوں کے) بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذاللہ معاذاللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے ——————— ۰ الشہاب الثاقب صہ ۵۶ وصہ ۵۵)

پھر جب سلطان سلیم اور مصطفےٰ رابع کے قتل ہو جانے کے بعد سلطان محمود غازی ترکی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی اور بیدار مغزی سے ترکی سلطنت کی مردہ رگوں میں روح پھونک کر اسے طاقتور بنایا اور مصر کے والی محمد علی پاشا کے پاس نجدی وہابیوں پر جہاد کرنے کے لئے شاہی فرمان بھیجا محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو اسلامی لشکر کا افسر بنا کر عرب میں بھیجا جس نے وہابیوں کے لشکر کو پسپا کرکے ۱۲۳۳ھ میں ان کی نام نہاد حکومت کا خاتمہ کر دیا ملک شام کے جلیل الشان فاضل علامہ سید محمد ابن عابدین علیہ الرحمہ فقہ حنفی کی معروف ومشہور کتاب شامی جلد سوم صفحہ ۳۷۸ میں لکھتے ہیں کہ۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون فاستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالی شوکتهم وخرب بلادهم وظفرهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف۔

یعنی جیسا کہ ہمارے زمانے میں وہابی نجد سے نکلے اور مکہ شریف مدینہ شریف پر زبردستی قبضہ کر لیا یہ لوگ اپنے کو حنبلی کہلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو مسلمان وہابی عقیدہ کے نہ ہوں وہ کافر و مشرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں اور علمائے اسلام کے قتل کو جائز قرار دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زور توڑا ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور ان پر مسلمانوں کے لشکر کو سنہ ۱۲۳۳ھ مطابق سنہ ۱۸۱۷ء میں فتح دی۔

ضروری اِطلاع

میں نے نجدی وہابیوں کے تاریخی واقعات حضرت مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "سیف الجبّار" سے اخذ کئے ہیں۔ حضرت مولانا بدایونی علیہ الرحمہ کا سنہ ۱۲۸۹ھ مطابق سنہ ۱۸۷۲ء میں وصال ہو گیا بعد کا واقعہ ہے کہ فرانس برطانیہ اور زار روس کی متحدہ[عہ] طاقت نے جب ترکی سلطنت کا مقابلہ کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق سنہ ۱۹۲۳ء میں ملحد کمال پاشا نے ترکی کے بقیہ حصہ پر غیر اسلامی راج قائم کیا۔ تو اس کے بعد حرمین شریفین کا کوئی محافظ نہ رہ گیا میدان خالی دیکھ کر پھر دوبارہ نجد کا بھیڑیا انگریزوں کی شہ پا کر مکہ مدینہ پر حملہ آور ہوا اور حجاج و یزید کی یادگار بن کر حرمین پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ ماہنامہ رضوان لاہور بابت جولائی سنہ ۱۹۶۲ء ص۲۷ میں ہے کہ۔

عہ ملاحظہ ہو النور ص۱۲ مصنفہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ

•———— اسی سال ۱۹۲۵ء کے آخر میں ایک فتنۂ عظیم رونما ہوا امیر ابن سعود والی نجد نے انگریزوں کے ایمار پر مملکت حجاز پر فوج کشی کر دی۔ شریف حسین بادشاہ حجاز سے چونکہ بعض سیاسی وجوہ کی بنار پر سلطنت برطانیہ کا بگاڑ ہو گیا تھا۔ اس لئے انگریزوں نے والیٔ نجد کو سیاسی جوڑ توڑ اور مالی و فوجی امداد و اعانت کے ذریعہ حجاز پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ نجدیوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں چند مختصر لڑائیوں کے بعد سلطنت حجاز پر قبضہ کر لیا۔ شریف حسین گرفتار ہوا اور انگریزوں نے اسکو جزیرۂ قبرص میں لے جا کر نظر بند کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد اسی مقام پر اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا شریف علی چند روز کے لئے تختِ حجاز پر بیٹھا۔ لیکن جلد ہی اس کو ابن سعود کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی اور وہ بھی بالآخر فرار پر مجبور ہوا نجدیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا اور سادات و شرفار علمار صلحار کے قتل سے ہاتھ رنگنے کے بعد حرمین شریفین کے۔ ماثر متبرکہ و مقابر و مساجد کو منہدم کرا دیا۔ "جنت المعلیٰ" اور جنت البقیع کے تمام قبے مسمار کر دیئے گئے مکہ معظمہ کے آثار مقدسہ مثل مولود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ "مولد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اسی قسم کے دیگر مقاماتِ مطہرہ کو بالکل پامال کرا دیا۔ مسجد جن، مسجد بوقبیس، مسجد نور وغیرہ کو منہدم کرا دیا۔ حتیٰ کہ روضۂ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی گرانے کا ارادہ کیا۔——•

شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی و مولینا شاہ فضل حق خیرآبادی

ہندوستان میں وہابی مذہب پھیلنے کا واقعہ جیسا کہ صاحب سیف الجبار مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے لکھا یوں ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی سرشت اور مزاج میں فتنہ و فساد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا مذہبی امور میں ان کی طبیعت کو پابندی بالکل گوارا نہ تھی مولوی اسمٰعیل کی مذہبی آزادی سے ان کے بزرگوار نالاں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آخر عمر میں اپنی جائداد و مال اپنے نواسوں اور حرم وغیرہ کو ہبہ کر کے قابض کرا دیا لیکن اپنے بھتیجے مولوی اسمٰعیل کو اپنی ملکیت میں سے کچھ بھی نہیں دیا مولوی اسمٰعیل کا مزاج بہت بدعت پسند تھا چنانچہ جب محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید نگاہ سے گزری ہزار جان سے اس کی تازہ بدعتوں پر فریفتہ ہو کر انھوں نے وہابیت قبول کر لی اور اردو زبان میں "کتاب التوحید" کا ترجمہ کر کے اسکی شرح لکھ ڈالی۔ جس کا نام انھوں نے تقویۃ الایمان رکھا۔ حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ کی زندگی میں تو مولوی اسمٰعیل کچھ دبے رہتے تھے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کا وصال فرمانا تھا کہ مولوی اسمٰعیل بالکل خود سر ہو گئے۔ اور دین کے اندر فساد کے تین چشمے جاری کئے ایک فتنہ داؤد ظاہری والا کھڑا کر کے تقلید ائمہ کو حرام اور مجتہدین کرام کو فاسق ٹھہرایا دوسرا فتنہ اپنی کتاب صراط مستقیم کے ذریعہ پھیلایا جس میں انھوں نے اپنے ان پڑھ پیر سید احمد رائے بریلوی کے نبی ہونے کا راگ الاپا ہے ملک گیری کا جب سودا سمایا تو

سکھوں سے لڑائی کا اعلان کرکے اپنے پیر سیّد احمد کو امیرالمومنین قرار دیا تھوڑا سا اقتدار مل جانے پر سیّد احمد کے نام کے ساتھ صلّی اللہ علیہ وسلم کا لفظ جوڑ دیا تیسرا فتنہ وہابیت کا برپا کیا اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ وہابی مذہب کی اشاعت کرکے عوام الناس کو بری طرح گمراہ کیا۔ وہابیت کا زور بڑھ جانے سے ہر طرف حضرات انبیاء واولیاء کی تحقیر اور اُمّت مرحوم کی تکفیر ہونے لگی پھر تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے بھتیجے اور شاگرد مولانا شاہ مخصوص اللہ محدّث دہلوی اور مولینا شاہ محمّد موسیٰ دہلوی جو مولانا شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے اور خود مولوی سمٰعیل دہلوی کے چچازاد بھائی تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور مولوی سمٰعیل دہلوی کے عقائد باطلہ اور ان کی وہابیت فاسدہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مولوی سمٰعیل کے رد میں فتاوی اور رسالے مرتب کئے جن میں مولوی سمٰعیل کو ان کے عقائد باطلہ کے باعث گمراہ اور کافر قرار دیا اور حق آشکارا کرنے میں رشتۂ خاندانی کا کوئی پاس ولحاظ نہ کیا۔ حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ محدّث دہلوی نے خاص تقویت الایمان کے رد میں "معیدالایمان" لکھ کر واضح کر دیا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا علمی ونسبی گھرانا وہابیت نیز تقویت الایمان سے متنفر وبیزار ہے۔

وہابیت کے ابطال اور مولوی سمٰعیل کے رد میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصّہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگردوں نے لیا۔ شہنشاہ اقلیم منطق وکلام مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیرآبادی جو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں تھے آپ نے خصوصی طور پر عقائد وہابیہ کی دھجیاں اڑائی ہیں۔

جس زمانے میں مُلا سمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان میں بیان کئے ہوئے عقائد وہابیہ کا دہلی میں چرچا پھیلا تو ایک شخص نے مسئلہ شفاعت سے متعلق تقویت الایمان کی پوری عبارت نقل کرکے استفتاء مرتب کیا جس میں اس نے مندرجہ

ملاحظہ ہو محضر جہاں گیر حصّہ اوّل ص۱۳ مصنفہ مولینا سیّد شاہ ابو محمّد اشرف حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ

ذیل تین سوال قائم کئے۔

۱:۔ ملا اسمٰعیل دہلوی کا شفاعت سے متعلق یہ کلام حق ہے یا باطل؟

۲:۔ ملائے دہلوی کا یہ کلام سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عالی میں اہانت وگستاخی ہے یا نہیں؟

۳:۔ اگر ملائے دہلوی کا یہ کلام نبی اکرم سرکار اولین وآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان اور توہین پر مشتمل ہے تو قائل (اسمٰعیل دہلوی) کا شرعاً کیا حکم ہے اور وہ دین وملت کے اعتبار سے کون ہے؟

پھر مستفتی نے یہ استفتا رئیس علمائے اہل سنت وارشد تلامذۂ خاندان عزیزی حضرت مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیرآبادی علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے استفتاء مذکور کے جواب میں ایک جلیل الشان کتاب بنام "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" تصنیف فرمائی اور ہر سوال کا خوب شرح وبسط کیساتھ جواب تحریر فرمایا۔ اور آخر میں وہابیوں، دیوبندیوں، نیچریوں، ندویوں، مودودیوں کے پیشوائے کبیر ملا اسمٰعیل دہلوی کو کافر، مرتد بے دین قرار دیتے ہوئے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵ مئی ۱۸۲۵ء عیسوی کو یہ فتویٰ صادر کیا کہ۔

قائل این کلام لاطائل از روئے شرعِ مبین بلاشبہ کافر وبیدین ست ہرگز مومن و مسلم نیست وحکم او شرعاً قتل وتکفیر است۔ (تحقیق الفتویٰ مطبوعہ لاہور پاکستان ص ۲۴۴)

یعنی اس بے ہودہ کلام کا قائل اسمٰعیل دہلوی شریعت غراء کے نزدیک بے شبہ کافر و مرتد ہے ہرگز مومن اور مسلمان نہیں اور اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اس کی گردن ماردی جائے اور اسے کافر قرار دیا جائے۔

پھر یہ فتویٰ علمائے اسلام ومفتیان کرام کے سامنے پیش ہوا دہلی کے مندرجہ ذیل علماء مشاہیر نے تحقیق الفتویٰ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کی اور ملا اسمٰعیل دہلوی کے کافر و مرتد ہونے کی توثیق فرمائی۔

۱ المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۲۴۰ھ

۲ حاجی محمد قاسم

۳ فقیر محمد حیات الآری

۴ کریم اللہ

۵ محمد رشید الدین

۶ مخصوص اللہ

۷ محمد رحمت

۸ عبدالخالق

۹ محمد عبداللہ

۱۰ محمد موسیٰ

۱۱ خادم محمد

۱۲ احمد سعید مجددی

۱۳ محمد شریف

۱۴ محمد حیات

۱۵ صدر الدین

۱۶ رحیم الدین

لمّا تاملتُ ونظرتُ ما فیہ من دعاوی ووجوھا نظر الانصاف من غیر العناد والاعتساف وجدتُہ حقًّا لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ فختمتُ علیہ۔

جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے دلائل پر غور کیا اور عناد وتعصّب سے ہٹ کر نظر انصاف سے انہیں دیکھا تو اسے ایسا حق پایا جس کے اردگرد باطل کا گزر نہیں۔ تب میں نے اس پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

محبوب علی

مولانا منوّر الدین دہلوی!

مولانا منور الدین متوفی ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء قاضی سراج الدین کے صاحبزادے اور مولانا خیر الدین مکی کے نانا تھے آپ نے ابتدائی تعلیم علماء لاہور سے حاصل کی پھر دہلی پہنچے اور حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی آپ کے علم وفضل کا شہرہ دور دور تک پہنچا اور شاہ عالم ثانی کے دور حکومت میں آپ کو مغلیہ سلطنت کا رکن المدرسین بنایا گیا آپ حق گوئی کی اس منزل پر فائز تھے کہ سلطنت کا رعب ودبدبہ بھی آپ کی حق گوئی میں حائل ہونے سے کتراتا تھا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور وہابیت کا مقابلہ جس آن بان کے ساتھ آپ نے کیا ہے اس کو وہابیوں کے عظیم پیشوا مسٹر ابو الکلام آزاد کی زبان سے سنئے آزاد صاحب بیان کرتے ہیں کہ۔

(۱) :۔ مولانا اسمٰعیل شہید کے ساتھ ان کا جو شدید اختلاف بلکہ مخالفت ہوئی

اس کی بابت جو رائے بھی قائم کی جائے تاہم اس کا تفصیل سے دکھانا ضروری ہے جس سے مولانا منور الدّین کا اپنے عقائد میں تصلّب جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کے احقاق میں سرگرمی اور جسے باطل سمجھتے تھے اس کے ردّ و ازالے میں ان تھک ہمّت ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہید مولانا منور الدّین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انھوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے اس مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ وہ سرگرمی بلکہ ہر سربراہی مولینا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور عہ ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ ان کی (مولینا منور الدّین کی) تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسمٰعیل اور ان کے رفیق اور شاہ (عبدالعزیز) صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحیؒ تھے۔ اور دوسری طرف مولانا منور الدینؒ اور تمام علماء دہلی

______ (آزاد کی کہانی ص ۵۶)

یہی مسٹر ابوالکلام آزاد دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ۔

(۲) ______ (مولانا منور الدین کی) ایک کتاب مجموعی طور پر تقویۃ الایمان جلاء العینین اور یک روزی کے رد میں ہے اس میں تقویۃ الایمان کے تیس مسئلے مَا بِهِ النزاع منتخب کئے ہیں۔ اور پھر تیس بابوں میں ان کا رد کیا ہے۔ ایک رسالہ اس باب میں ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہید کے عقائد کا رد خود ان ہی کے خاندان اور

عہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا انتقال سنہ ۱۲۴۶ھ میں ہوا اور مباحثہ مذکور سنہ ۱۲۴۰ھ میں ہوا سنہ ۱۲۴۸ھ یہ کتابت کی غلطی ہے یا آزاد صاحب کو صحیح سنہ یاد نہ رہا۔

اساتذہ کی کتب سے کیا جائے چنانچہ اس میں ہر مسئلے کے رد میں شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین کے اقوال سے اپنے نزدیک رد کیا ہے ــــــــ۔ (آزاد کی کہانی ، ص ۵۸)

ان دونوں حوالوں سے واضح ہوگیا کہ مولانا منور الدین دہلوی علیہ الرحمۃ مولوی اسمٰعیل کے ہم سبق تھے جب مولوی اسمٰعیل کی کتاب تقویۃ الایمان اور جلاء العینین کے ذریعہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی وہابیت کا چرچا ہوا تو مولانا منور الدین صاحب نے پہلے مولوی اسمٰعیل اور ان کے ساتھی مولوی عبد الحی کو ہر طرح سمجھایا وہابیت کی گمراہی اور خرابی سے آگاہ کیا۔ لیکن جب مولوی اسمٰعیل وغیرہ نے دعوت حق قبول نہ کی اور وہابیت کی تبلیغ و اشاعت پر جمے رہ گئے تب مولانا منور الدین کی سربراہی میں سنیت کی حمایت کرنے والے تمام علماء وہابیت کے خلاف صف آرا ہو گئے مولانا منور الدین نے مولوی اسمٰعیل کے رد و طرد میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا مولوی اسمٰعیل کے خلاف ہندوستان کے تمام علماء سے فتوی مرتب کرایا۔ مکہ شریف اور مدینہ شریف سے بھی فتوی منگوایا اور جب میدان مناظرہ میں مولوی اسمٰعیل آئے تو وہابیت کی طرفداری میں ان کے ساتھ صرف ایک عالم مولوی عبد الحی تھے۔ اور ادھر اسلام وسنیت کی حمایت میں مولانا منور الدین کے ساتھ شہر دہلی کے تمام علماء تھے پھر مولانا منور الدین نے انھیں امور پر بس نہ کیا بلکہ مولوی اسمٰعیل کی تصنیفات تقویۃ الایمان، جلاء العینین، یک روزی کے رد میں متعدد کتابیں تحریر فرمائیں۔ اور شاہ عبد الرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالی علیہم کی کتابوں کی عبارتوں کا حوالہ دے دے کر ثابت کیا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے عقائد اپنے پردادا شاہ عبد الرحیم، دادا شاہ ولی اللہ اور چچا شاہ عبد القادر و شاہ رفیع الدین کی تحریروں کے خلاف ہیں۔

اب سوال ہے دور حاضر کے تمام علمائے وہابیہ اور فضلائے دیوبند سے کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے جلیل الشان شاگرد مولانا منور الدین دہلوی

نے وہابیت پھیلنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے مولوی اسمٰعیل دہلوی کا انتخاب کرکے ان سے مقابلہ کیوں کیا؟ مولوی اسمٰعیل کے خلاف تمام علمائے ہندوستان سے فتوی کیوں مرتب کرایا؟ مولوی اسمٰعیل کے عقائد و خیالات کے رد میں متعدد کتابیں کیوں لکھیں؟ ہم سبق ہونے کی وجہ سے مولوی اسمٰعیل کی رعایت کیوں نہیں کی؟ شاہ ولی اللہ کا پوتا ہونے کی حیثیت سے مولوی اسمٰعیل کا خاندانی پاس کیوں نہیں کیا؟ اپنے استاذ شاہ عبدالعزیز کا بھتیجا ہونے کے اعتبار سے مولوی اسمٰعیل کا لحاظ کیوں نہیں رکھا؟ ——— یہ واضح رہے کہ مولانا منور الدین صاحب ۱۲۷۳ھ میں وصال فرما گئے اور ۱۲۷۲ھ میں اعلیحضرت شاہ احمد رضا کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ اگر مولانا منور الدین صاحب اعلیحضرت کے زمانے میں ہوتے اور اعلیحضرت کے شاگرد یا مرید ہوتے تب تو یہ جواب دینا آسان رہتا کہ شاہ احمد رضا بریلوی کی اتباع میں مولانا منورالدین نے ایسا کیا۔ لیکن حسن اتفاق کہئے یا سوء اتفاق کہ مولانا منور الدین اعلیحضرت کے نہ تو شاگرد ہیں، نہ مرید بلکہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں۔

علامہ شاہ فضل رسول بدایونی

خانوادۂ قادریہ برکاتیہ مجیدیہ بدایوں کے شمس بازغہ اور خانوادۂ علمی فرنگی محل لکھنؤ کے سراج نابغہ جامع منقول و معقول، حاوی فروع و اصول حضرت علامہ شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی قدس سرہٗ الرّبانی کی ولادت شہر بدایوں میں

ماہ صفر ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء میں ہوئی۔

آپ نے صرف و نحو کی تعلیم اپنے جدامجد مولانا شاہ عبدالحمید بدایونی علیہ الرحمہ سے حاصل کی پھر مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ کا سفر کیا اور ملک العلماء بحرالعلوم حضرت مولانا عبدالعلی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے جلیل الشان شاگرد حضرت مولانا علامہ نورالحق فرنگی محلی عرف مولانا نور علیہ الرحمہ سے علوم دینیہ و فنون عقلیہ کی تکمیل کی نیز اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی علیہ الرحمہ سے تصوف کی کتابیں پڑھیں پھر اپنی ساری زندگی درس و تدریس دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ وعظ و تقریر معالجۂ جسمانی و روحانی میں صرف کی۔

مشاہیر علمائے ہند حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محب الرسول بدایونی علیہ الرحمۃ مجاہد آزادی اور مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا قاضی مفتی اسداللہ خاں الہ آبادی، مولانا عنایت رسول عباسی چریاکوٹی (اعظم گڑھ یو۔پی) مولینا سید عبدالفتاح قادری المدعو بہ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی (موجودہ شہر ناسک مہاراشٹر) مولانا عبدالقادر حیدرآبادی، مولانا کرامت علی جونپوری مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری، مولانا سید بنیاد شاہ سنبھلی وغیرہ حضرات نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا ہے[ع]

آپ نے اپنے دور میں تردید عقائد وہابیہ و اشاعت مذہب اہل سنت کا فریضہ بتوفیقہ تعالیٰ خوب جم کر انجام دیا۔ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہ ملایان وہابیہ کے مکر و فریب کا بھانڈا پھوڑنا ان کی بدعنوں اور گمراہیوں کا پردہ چاک کرنا گستاخ وہابیت کا سر کچلنا آپ کی مقدس زندگی کا بلندپایہ کارنامہ رہا ہے۔

ع مقدمہ سیف الجبار مرتبہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ مکتبہ رضویہ انجمن شید لاہور ص ۲۱/۲۲۔

درس وتدریس، وعظ و تبلیغ کا مشغلہ رکھتے ہوئے آپ نے اعتقادیات، دربیاتِ فقہ، تصوف اور طب میں قابل قدر کتابیں تحریر کی ہیں جن میں چند کا تذکرہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

۱: "سوط الرحمٰن علی قرن الشیطٰن" آپ کی یہ تصنیف ملائے وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں ہے۔ اس کا دوسرا نام بوارق محمدیہ ہے۔

۲ سیف الجبّار یہ تاریخی کتاب آپ نے ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۱۸۴۸ء عیسوی میں تصنیف کی جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی مکاریاں اور چال بازیاں آپ نے بے نقاب کردی ہیں نیز نجدی وہابیوں کے ظلم وستم، قتل وغارت گری کی لرزہ خیز داستان بیان کی ہے۔ حضرت علامہ شاہ فضل حق خیرآبادی اور سترہ علمائے دہلی نے وہابیوں کے چودھری مولوی اسمٰعیل کے کافر ومرتد ہونے کا جو متفق علیہ فتوی جاری کیا تھا اس سے آپ نے اتفاق کرتے ہوئے اپنی تالیف سیف الجبار میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

قائل ایں کلام لاطائل (مولوی اسمٰعیل دہلوی) ازروئے شرع مبین بلاشبہ کافرو بے دین است ہرگز مومن ومسلمان نیست ——— •

(سیف الجبار مطبوعہ لاہور آرٹ پریس پاکستان صـ۸۷ـ)

۷ محرم ۱۲۲۱ھ ہجری مطابق ۲۸ مارچ ۱۸۰۶ء کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت ابن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف کتاب التوحید صغیر علمائے مکہ کے سامنے پیش ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب کہ وہابیوں کا لشکر شہر طائف کے مسلمانوں کا خون بہانے ان کے اموال لوٹنے اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ڈھانے میں مشغول تھا حضرات علماء مکہ نے بعد نماز جمعہ باب کعبہ کے سامنے کتاب التوحید کے باب اوّل کا رد بنام ہدایت مکیہ تحریر فرمایا پھر عصر کی نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر کتاب التوحید کے باب ثانی کی تردید لکھنے کی تیاری کی جارہی تھی کہ اتنے میں شہر طائف کے مظلوم مسلمانوں کا ایک

جتھا بیت اللہ شریف میں پہنچا اور بتایا کہ وہابی لشکر طائف کو اجاڑ کر اب مکہ شریف میں قتل و خون ریزی اور غارت گری کرنے کے لئے آرہا ہے۔ اس خبر کے پھیلتے ہی شہر مکہ میں ہیجان برپا ہوگیا اور باب ثانی کی تردید لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔

اسی دن نماز عصر کے بعد مکہ شریف کے علماء، قضاۃ، مفتیان اور دیگر ملکوں کے علماء جو حج کے لئے مکہ آئے تھے اور عاشورہ محرم کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے سب منبر مسجد کے اردگرد جمع ہو گئے امام مسجد حرام مولانا ابوحامد منبر پر چڑھے اور حاضرین کو نجدی کتاب التوحید کا باب اوّل اور اس کا رد جو علمائے مکہ نے لکھا تھا دونوں کو پڑھ کر سنایا پھر کہا ایھا العلماء والقضاۃ والمفاتی سمعتم مقالھم وعلمتم عقائدھم فما تقولون فیھم۔

اے عالمو! قاضیو! مفتیو! آپ حضرات نے نجدی وہابیوں کا کلام سُن لیا اور ان کے عقائد سے آگاہ ہو گئے تو اب وہابیوں کے متعلق آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟ حاضرین علمائے بالاتفاق جواب دیا کہ نجدی وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں مولانا احمد بن یونس باعلوی ہدایت مکیہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ فاجمع کافۃ العلماء والقضاۃ والمفاتی علی المذاھب الاربعۃ من اھل مکۃ المشرفۃ وسائر بلاد الاسلام الذین جاء وا للحج وکانوا جالسین ومنتظرین لدخول البیت عاشر المحرم وحکموا بکفرھم۔ یعنی کتاب التوحید کے اقوال کفریہ پر آگاہ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے رہنے والے حنفی، شافعی، مالکی حنبلی مذہب کے علماء قضاۃ اور مفتیان نیز اسلامی ممالک سے آئے ہوئے علماء قضاۃ مفتیان جو حج کے بعد داخلۂ کعبہ کے لئے دسویں محرم کے انتظار میں رُک گئے تھے۔ سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ وہابی کافر ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف سیف الجبّار کے آخر میں کتاب التوحید باب اوّل کی عبارات اور اس کے رد میں علماء مکہ کے جوابات

بنام ہدایت مکیہ سب نقل فرما دیئے ہیں اور اردو داں حضرات کی خاطر مذکور بالا دونوں کتابوں کی عربی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ بھی تحریر کر دیا ہے نیز ساتھ ہی ساتھ تقویۃ الایمان کی وہ سب اردو عبارتیں جو نجدی کتاب التوحید کا ترجمہ یا چربہ ہیں ان کو بھی آپ نجدی قول کے بغل میں زیر عنوان فائدہ نقل کرتے گئے ہیں تاکہ نجدی وہابیوں کے ساتھ ہندوستانی وہابی بھی تازیانہ حجازی کا مزہ چکھتے رہیں۔

۳:- المعتقد المنتقد۔ یہ مبارک کتاب آپ نے ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق ۱۸۵۳ء میں بزبان عربی عقائد اہل سنّت کے بیان میں علم کلام کے طرز پر تصنیف فرمائی ہے جس میں دیوبندیت کے مولائے اکبر نجدیت کے برادر اصغر مولوی اسمٰعیل دہلوی کے اقوال کفریہ مندرجہ تقویۃ الایمان و صراط مستقیم کا ابطال بھی خوب واضح کر دیا ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا مفتی صدر الدین دہلوی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کبیر حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی، حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی۔ مصنف منتہی الکلام نے آپ کے احقاق حق و ازہاق باطل کو سراہتے ہوئے۔ المعتقد المنتقد پر جلیل الشان تقریظات تحریر فرمائی ہیں پھر ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں سرکار اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقدس کتاب کی ایک مختصر مگر جامع شرح بنام المعتمد المستند لکھ کر اُسے زندۂ جاوید بنا دیا۔ فالحمد للہ رب العلمین ط

المعتقد المنتقد اور اس کی شرح المعتمد المستند کو مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی رئیس شہر پٹنہ (بہار) نے ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ پھر مولانا انوار الاسلام قادری نے ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء عیسوی میں مکتبہ حامدیہ لاہور سے اور ۱۳۹۵ھ ہجری مطابق ۱۹۷۵ء میں مولانا حسین حلمی بن سعید نے مکتبۃ الشیق استنبول ترکی سے ان دونوں مبارک کتابوں کی اشاعت کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیرًا

جب حضرت علامہ بدایونی کے وصال کا زمانہ قریب آگیا تو ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی سے جو آپ کے والد حضرت مولانا شاہ عبدالمجید علیہ الرحمہ

کے مُرید تھے عیادت کے لئے حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب! وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ کے ارشاد کے مطابق آج آپ سے کہتا ہوں کہ!

• ـــــ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے استیصال فرقۂ وہابیہ کے لئے میں مامور کیا گیا الحمد للہ کہ فرقہ باطلہ اسماعیلیہ واسحاقیہ کا رد پورے طور پر ہو چکا دربار رسالتؐ میں میری یہ سعی قبول ہو چکی میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں ـــــ •

(پاسبان الٰہ آباد مارچ واپریل ۱۹۶۲ء ص ۵۲)

۳ جمادی الآخرۃ ۱۲۸۹ھ مطابق ۸/ اگست ۱۸۷۲ء پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیّت فرمائی ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مشغول تھے۔ کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا۔ اور بلند ہو کر غائب ہو گیا۔ ساتھ ہی روح پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا اہل السنۃ والجماعۃ۔

علماء صوفیا فقراء مشائخ کے مرجع
مولانا شاہ احمد سعید مجددی

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نسلِ پاک سے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے۔

مولانا شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی فاروقی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

آپ کی ولادت شہر رامپور میں یکم ربیع الآخر سنہ ۱۲۱۷ھ مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۰۲ عیسوی کو ہوئی۔ وہابیوں کے مستند مورخ حکیم عبد الحی رائے بریلوی آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

الشیخ العالم الکبیر احمد سعید بن ابی سعید بن الصفی العمری الدھلوی احد المشائخ المشھورین۔ یعنی استاذ وقاق بڑے عالم مشہور پیر احمد سعید فاروقی دہلوی از اولاد شاہ ابوسعید بن صفی۔

(نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص۲۲)

آپ نے مفتی شرف الدین رامپوری، مولانا سراج احمد رامپوری اور علماء دہلی و لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آپ کو حصن حصین، دلائل الخیرات، بخاری شریف مسلم شریف، ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث کی اجازت دیدی

آپ نے اپنے پیرو مرشد مولانا شاہ غلام علی علوی دہلوی نقشبندی سے رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، احیاء العلوم وغیرہ تصوف کی کتابیں پڑھیں۔

جمادی الاخرہ ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں جب آپ کے والد مولانا شاہ ابو سعید حج کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔ تو دہلی کی خانقاہ مجددیہ آپ کے حوالہ کی جہاں آپ نے طالبان حق و تشنگان علوم کو چوبیس سال سات ماہ تک فیضیاب کیا پھر آپ نے محرم ۱۲۷۴ھ مطابق ستمبر ۱۸۵۷ء میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور ۲ ربیع الاول شریف ۱۲۷۷ہجری مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

آپ کے زمانہ قیام دہلی میں دیوبندیوں کے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے بھی آپ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے مگر صد افسوس کہ وہابیت کی دیمک نے شیخ گنگوہی کا ایمان و عقیدہ چاٹ لیا اور سنی استاذ سے رشتہ کاٹ دیا۔ آپ نے وہابیت کی تردید اور مذہب اہلسنت کی تائید میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ ذیل میں ان کے اسماء لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تحقیق الحق المبین۔ آپ نے یہ کتاب بزبان فارسی مشہور محدث مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کی تصنیف مسائل اربعین کے رد میں لکھی۔ بزم رضا گجرانوالہ پاکستان نے اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

(۲) اثبات المولد والقیام:۔ آپ کی یہ کتاب محفل میلاد شریف وقیام تعظیمی کے ثبوت میں ہے۔ اسے مولانا حسین حلمی بن سعید نے مکتبہ ایشیق ترکی سے شائع کیا ہے

(۳) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی یہ کتاب اردو میں ہے۔

(۴) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف ..... آپ کی یہ کتاب بزبان فارسی میلاد شریف کے ثبوت میں ہے۔

(۵) الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ۔ آپ کی یہ کتاب بزبان فارسی تصور پیر کے ثبوت میں ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کی تصنیف المعتقد المنتقد پر تقریظ لکھتے ہوئے آپ نے علامہ بدایونی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

وہابیوں دیوبندیوں کے چودھری ملا اسمٰعیل دہلوی کے کافر و مرتد بیدین ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے آپ نے تحقیق الفتویٰ مصنفہ حضرت مولانا شاہ فضل حق خیرآبادی کی حقانیت پر مہر توثیق ثبت کی ہے ملاحظہ ہو تحقیق الفتوی فارسی مطبوعہ لاہور کا صفحہ ۲۴۷۔

آپ فقیر منش سچے درویش تھے کسی کی برائی میں زبان نہیں کھولتے تھے مگر وہابیوں کی خباثت وضلالت علی الاعلان بیان کرتے تھے آپ کو وہابیوں سے ان کی بدعقیدگی کے سبب بڑھ اور نفرت تھی۔

آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی اپنی تصنیف "مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ" ص ۱۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

ولم یذکر احداً بالسوء الا الفرقۃ الضالۃ الوھابیہ لتحذیر الناس من قباحۃ افعالھم واقوالھم یعنی حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ کسی کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کرتے تھے مگر اس گمراہ فرقہ وہابیہ کی برائی بیان فرماتے تھے تاکہ مسلمانوں کو وہابیوں کے برے افعال اور گندے اقوال سے بچائیں۔ پھر حضرت مولانا موصوف مناقب احمدیہ مذکور کے ص ۱۷۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ۔ وکان قدس سرہٗ یقول ادنیٰ ضرر صحبتھم ان محبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التی ھی من اعظم ارکان الایمان تنقص ساعۃ فساعۃ حتی لایبقی منھا غیر الاسم والرسم فکیف یکون اعلاہ فالحذر الحذر من صحبتھم ثم الحذر الحذر عن

روایت ھم۔ ۲۱۔ (منہ) یعنی حضرت والد ماجد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہابیوں سے میل جول کا معمولی نقصان یہ ہے کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبّت جو ایمان کا رکن اعظم ہے۔ وہ (مسلمان کے دل سے) دھیرے دھیرے گھٹتی جاتی ہے یہاں تک کہ محبّت نبوی تو ختم ہو جاتی ہے صرف نام ونمود کا اسلام رہ جاتا ہے (اور جب معمولی نقصان کا حال یہ ہے) تو پھر بڑے نقصان کا عالم کیا ہوگا۔ لہٰذا (اے سنی مسلمانو!) وہابیوں کے میل جول سے بچو، دور بھاگو بلکہ ان کی صورت دیکھنے سے پرہیز کرو۔ دور رہو۔

بصیرت افروز ضروری تنبیہ

محترم قارئین! سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے۔ شیخ المشائخ درس گاہ علوم دینیہ کے محدث وفقیہ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی مجددی کی جو مختصر سیرت طیبہ ابھی پچھلے صفحات میں بیان کی گئی اس سے صاف طور پر روشن ہے کہ حضرت مولانا احمد سعید علیہ الرحمہ کے نزدیک۔

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا، وہابیوں کے مولانا نیچریوں کے چودہری مُلا اسمٰعیل دہلوی نے چونکہ بارگاہ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے تقویۃ الایمان میں اقوال کفریہ تحریر کئے ہیں اس لئے وہ بحکم شریعت اسلامیہ کافر و بیدین ہیں۔

(۲) وہابیوں کی برائی بیان کرنا ان کے عقائد باطلہ کا رد کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ سادہ لوح مسلمان چوکنے ہو جائیں۔ اور وہابیت کے جال میں نہ پھنسیں۔

(۳) وہابیوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبّت ختم ہو جاتی ہے۔

(۴) وہابیوں سے اتنا دور بھاگو کہ ان کے منحوس چہرے پر نگاہ نہ پڑے

سبحان اللہ! الحمدللہ، اللہ اکبر ـــــ یہ ہے تیرہویں صدی ہجری کے علمائے سلف کے۔ شیخ طریقت حضرت شاہ احمد سعید مجددی کا بے پردہ حق کا اظہار ـــــ یہ ہے نقشبندی پیشوا کی روشن تبلیغ و باطل شکن تلقین۔ یہ ہے درویشوں، صوفیوں کے رہنما کی وہابیت سوز ہدایت و ایمان افروز تربیت۔

یہاں ناظرین کو اب اس امر سے بھی آگاہ کرنا ضروری ہے کہ دورِ حاضر میں بعض پیروں نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نام پر پیری مریدی کی دکان کھول رکھی ہے۔ یہ دوکاندار پیر اپنے دھندے کو چمکانے اور فروغ دینے کے لئے ایک طرف تو عرس کی تقریب انجام دیتے ہیں میلاد شریف کی محفل کرتے ہیں جلسۂ میلاد شریف کی دعوت قبول کرکے شریک جلسہ ہوتے ہیں محفل میلاد شریف میں قیام تعظیمی کرتے ہیں، اپنے مریدوں کو نیاز و فاتحہ، گیارہویں شریف کی ترغیب دیتے ہیں ـــــ اور دوسری طرف وہابیوں دیوبندیوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا رشتہ کرتے ہیں، سرکار مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے پیشوایان وہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کو ہادی شریعت، رہبر طریقت، علمائے دین، رہنمائے اسلام مانتے ہیں۔ اور اپنے مریدوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ پیروں، فقیروں صوفیوں، درویشوں کو سنّی دیوبندی کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے فقیروں کو اللہ اللہ کرنا چاہئے۔ فقیروں کو اتنی کہاں فرصت؟ کہ وہ سنّی وہابی کی بحث میں مشغول ہوں درویشوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی کو برا بھلا کہیں۔ ان کے مشرب میں گوبر حلوہ برابر ہے۔ صوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ کسی سے بگاڑ نہ کیا جائے اور حق و باطل دونوں سے موافقت رکھی جائے۔

ناظرین کرام! سلسلۂ عالیۂ نقشبندیہ، مجددیہ کے۔ شیخ طریقت مولٰنا شاہ احمد سعید دہلوی کی روشن سیرت طیبہ جو حقانیت کا آئینہ ہے وہ آپ حضرات کے سامنے ہے اس آئینۂ مجددی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ دور

حاضر کے مذکورہ بالا پیر اور درویش قطعی طور پر جعلی نقشبندی اور مصنوعی مجددی ہیں۔ سلسلۂ مجددی کا شیخ کبیر تو علی الاعلان وہابیوں کی برائی بیان کرے وہابیوں کی تردید میں کتاب تصنیف کرے، وہابیوں کے امام کو کافر و مرتد قرار دے وہابیوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید کرے وہابیوں کا منحوس چہرہ دیکھنے سے منع کرے اور یہ پیر حضرات اپنے ہی سلسلہ کے شیخ طریقت کی مخالفت کرتے ہوئے وہابیوں سے گہرا رشتہ قائم کریں۔ علمائے وہابیہ کو پیشوائے دین کہیں۔ وہابیوں سے خوب میل جول رکھیں تو کیا ان پیروں کے جعلی مجددی ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی ؟

حاصل گفتگو یہ ہے کہ دورحاضر کے مذکور بالا پیر اگر واقعی نقشبندی مجددی ہوتے تو وہی راہ چلتے جس پر مجددیوں کے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ احمد سعید علیہ الرحمہ زندگی بھر چلتے رہے۔ اور اسی راہ پر آپ کا وصال بھی ہوا۔

اور ہاں جو تاثر یہ جعلی پیر اور صلح کلیت نواز فقیر اپنے مریدوں، معتقدوں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دیتے ہیں وہ سراسر دجل و فریب اور الحاد و زندقہ وہابیوں دیوبندیوں کی اصل جنگ علمائے اہل سنت سے نہیں بلکہ سرکار مصطفٰے تاجدار عرش و دنا علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت و رفعت سے ہے کیا کوئی شخص تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم میں مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی مولانا شاہ فضل حق خیرآبادی مولانا مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا رشیدالدین دہلوی، مولانا شاہ فضل رسول بدایونی مولانا شاہ احمد سعید مجددی وغیرہ علمائے اہلسنت کے علم و فضل کے خلاف کوئی ایک جملہ بھی دکھا سکتا ہے ؟ــــــ ہرگز نہیں۔ کیا تھانوی صاحب کی کتاب حفظ الایمان میں اعلیحضرت شاہ احمد رضا بریلوی، مولانا شاہ ہدایت رسول لکھنوی، مولانا خیرالدین کلکتوی مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، مولانا شاہ امجد علی اعظمی وغیرہ علماء کی شان کے خلاف کوئی ایک فقرہ بھی لکھا گیا ؟ــــــ ہرگز نہیں ہاں وہابیوں کی ان

مذکور بالا کتابوں میں سرکار دو جہاں مالک کون و مکان، شہنشاہ زمین و آسمان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے خلاف گستاخیوں کا انبار ہے۔
تو کھلم کھلا ثابت ہو گیا کہ وہابیت کی جنگ براہ راست عظمت رسالت سے ہے۔
چنانچہ وہابی سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل جلیلہ و خصائص جمیلہ سے جل بھن کر سرکار کی توہین کرتے ہیں۔ سرکار کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ سرکار کو اپنا بھائی قرار دیتے ہیں۔ شان الٰہی بیان کرنے کی آڑ میں سرکار کو ذرۂ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل ٹھہراتے ہیں۔ سرکار کے شفیع المذنبین ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ سرکار کو مر کر مٹی میں مل جانے والا کہتے ہیں۔ زمین کے وسیع علم کے بارے میں شیخ نجدی ابلیس لعین کو بڑا عالم اور سرکار کو چھوٹا عالم مانتے ہیں۔ سرکار کے شان علم کی توہین کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں کہ رسول اللہ کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ سرکار کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح قرار دیتے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ من ھذہ الاقوال الباطلہ۔

قارئین حضرات ملاحظہ کریں۔ وہابیوں، دیوبندیوں کے گستاخانہ تیروں کا اصل نشانہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اکرم کائنات کے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ سرکار ہی کی ذات مقدس پر وہابیت براہ راست حملہ آور ہے۔ تو پھر ان حالات میں علمائے اہل سنت اپنے آقا و مولا سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے وہابیوں کی گستاخیوں کا رد و ابطال کرتے ہیں۔ اپنے سرکار پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں وہابی حملوں کا دفاع کرتے ہوئے اپنے سرکار کی عظمت و جلالت کا پرچم بلند کرتے ہیں سرکار کی عظمت کے کفر و ارتداد کا اعلان کرتے ہیں بارگاہ رسالت کے باغی وہابی اپنی تکفیر کا اعلان سن کر جل بھن اٹھتے ہیں اور سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفادار غلاموں کے خلاف خوب شور و غل مچاتے ہیں طرح طرح کا فتنۂ فساد برپا کرتے

ہیں ـــــ یہ ہے سنی وہابی اختلاف کی اصل تصویر جس کا معنی یہ ہے کہ بریلوی، دیوبندی جھگڑے کا سنگ بنیاد تعظیم رسول و توہین رسول ہے تعظیم رسول کا قائل سنی ہے جو توہین رسول کرنے والوں کا شدید ترین مخالف ہے۔ اور توہین رسول کا مرتکب وہابی ہے جو تعظیم رسول کے حامیوں کا بدترین دشمن ہے۔ اور جو اس طرح تعظیم رسول کا قائل ہو کہ توہین رسول کرنے والوں کو بھی حق پر سمجھے وہ پیکر حیلہ و فریب نرا ملحد و زندیق ہے۔

پھر صلح کلی منافقین اور بگلا بھگت پیر و فقیر اپنے مریدین، معتقدین۔ نیز سادہ لوح عوام مسلمین کے ذہن سے سنی وہابی اختلاف کے اصل سنگ بنیاد کو اوجھل کرتے ہوئے ان لوگوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ بھائیو! سنی وہابی کا اختلاف یہ دو گروہ کے علما کی آپس کی لڑائی ہے۔ ادھر بھی عالم ادھر بھی عالم علماء کے جھگڑوں میں ہم لوگ کیا دخل دے سکتے ہیں؟ علماء کی بات علماء سمجھیں ہم لوگ ان کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے ہمارے مشرب میں تو ان دونوں گروہوں کے علماء مسلمانوں کے رہنما اور قابل تعظیم پیشوا ہیں۔ کسی عالم کو برا بھلا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ـــــ یہ ہے راستہ ملحدوں اور زندیقوں کا جنھوں نے اسلام و کفر کے اختلاف کو دو قابل تعظیم عالموں کا اختلاف ٹھہرا دیا اور سنی وہابی اختلاف کی اصل تصویر پر پردہ ڈال کر ایک دوسری پر فریب تصویر گڑھی اور عامۂ مسلمین کو یہ الحادی تاثر دیا کہ تعظیم رسول کا قائل بھی حق پر ہے اور توہین رسول کا مرتکب بھی حق پر ہے۔ معاذ اللہ رب العالمین دین اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ سرکار اعظم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ایمان ہے اور سرکار کی توہین کفر ہے۔ لیکن جنہیں اسلام و ایمان کا حصہ نہ ملا الحادی تاثر دینے پر مجبور ہیں۔

اور ہاں خاص و عام سب لوگ سن لیں کہ جو طالب دنیا فقیر باہر سے صوفی بنے اور اندر سے زندیق ہو تو ضرور وہ نجس گوبر اور پاک حلوے کو برابر ٹھہرائے گا۔ تعظیم رسول اور توہین رسول کو یکساں قرار دے گا۔ باطل کا موافق

رہتے ہوئے حق کا زبانی اقرار بھی کرجائے گا ایسے فقیر کا مشرب اس مصرعہ کا مصداق ہے۔ ؎ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

جس درویش کے دل میں حبیب خدا سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبّت و تعظیم نہ ہو جس نے درویشی کا لبادہ اس لئے اوڑھ رکھا ہے تاکہ لوگ اس کی ظاہری پارسائی، مصنوعی تقوی پر فریفتہ ہو کر اس کے معتقد بن جائیں جس کا مطمح نظر، سنی، وہابی، صلح کلی سب کی نگاہ میں ہر دلعزیز بن کر رہنا ہو تاکہ ہر طبقہ کے لوگ کثیر تعداد میں اس سے مرید ہوں۔ اور روپیوں، کپڑوں اور دیگر نذرانوں سے اس کو مالامال رکھیں تو ایسا درویش قاطع الطریق ہے۔ دین کا چھپا ہوا ڈاکو ہے۔ وہ سنی وہابی کے جھگڑے میں کبھی نہیں پڑے گا جہاں سنی وہابی اختلاف کا مسئلہ کھڑا ہوگا تو اس موقع پر یہ بگلا بھگت پیر کہے گا کہ بابا ہم فقیر لوگ مذہبی جھگڑوں میں نہیں پڑتے ہمیں اللہ اللہ کرنے سے فرصت نہیں ـــــ لیکن جس درویش کے دل میں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبّت و تعظیم کی شمع روشن ہوگی۔ جس نے درویشی کا لباس اس لئے پہنا تاکہ اللہ و رسول جل شانہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے راضی ہوں جس نے بیعت کا سلسلہ اس لئے قائم کیا تاکہ مسلمانوں کو اسلام و سنیّت کا صحیح راستہ بتائے بے دین کلمہ گویوں کے مکر و فریب سے بچائے اور طالبان حق کو باطنی تعلیم سے آراستہ کرے تو ایسا درویش مرشد برحق ہے۔ وہ ضرور سنی وہابی کے جھگڑے میں پڑ کر سنی مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔ جیسا کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی مجددی نے اپنے زمانہ تیرہویں صدی ہجری میں سنی وہابی اختلاف برپا ہونے پر شاہ فضل حق خیرآبادی، شاہ مخصوص اللہ دہلوی، شاہ فضل رسول بدایونی کا ڈٹ کر ساتھ دیا اور وہابیوں کے پیشوائے اوّل ملائے دہلوی کی تکفیر کے فتوی پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

جاہ و اقتدار کا طالب پیر، مال و زر کا جالب فقیر ضرور اللہ اللہ کی رٹ لگاتا

ہے. بلکہ اپنی بزرگی کی دھونس جمانے کے لئے حلقۂ ذکر کی مجلس بھی قائم کرتا ہے.
لیکن اس کا باطل اعتقاد اور پر فریب کردار گواہ ہے کہ یہ اللہ اللہ کی رٹ اور مجلس ذکر کا قیام صرف تسخیر عوام کی خاطر ہے. رب العالمین جل شانہٗ کو راضی کرنے کے لئے نہیں کیونکہ جو پیر و فقیر توہین رسول کے مرتکب کو حق پر سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا کیا جانے ؟

سنی وہابی اختلاف کی گفتگو سن کر جس صوفی کا یہ قول ہو کہ ہم کسی عالم کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے وہ صوفی نہیں نرا کذاب. زندیق و منافق ہے. بے پردہ ننگا جھوٹ بولتا ہے. کیونکہ اسکے قول کا ظاہری معنی یہی تو ہے کہ ہم سنی وہابی اختلاف کے معاملہ میں نہ تو سنی عالم کو برا کہہ سکتے ہیں نہ وہابی عالم کو ـــــ لیکن یہی عیار و مکار صوفی وہابیت کی تردید کرنے والے علمائے اہلسنت کو دل کھول کر برا بھلا کہتا ہے اور اپنے معتقدین کو حق گو علماء کے خلاف خوب بھڑکاتا رہتا ہے.

یہ کتنا بڑا اندھیر ہے کہ جو پیشوائے وہابیہ و علمائے دیابنہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا بھلا کہیں خدائے بے نیاز کے برگزیدہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گالیاں لکھ کر چھاپیں انبیائے عظام و اولیائے کرام کی عظمت پر حملہ آور ہوں. محبوبان بارگاہ الٰہی کو چمار سے بھی بڑھ کر ذلیل کہیں. وہ زمانہ حاضرہ کے مذکور بالا پیروں، فقیروں، صوفیوں درویشوں کے نزدیک قابل تعظیم پیشوائے اسلام ہیں. ان ملایان وہابیہ کو برا بھلا کہنا کسی طرح حلال نہیں. گویا ان پیروں صوفیوں جٹادھاریوں کے اعتقاد میں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق سے زیادہ علمائے وہابیہ کا حق ہے. جو عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے دشمن ہیں. معاذ اللہ تعالیٰ

یہ واضح رہے کہ جس طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اسلام و سنیت لوٹنے والے صلح کلی وہابیت نواز، ملحد و زندیق، صوفی و درویش لوگ.

گھسے ہوئے پیری مریدی کا دھندا چلا رہے ہیں یوں ہی قادریہ چشتیہ وغیرہ سلاسل عالیہ میں بھی اس قسم کے پیروں فقیروں کی بہتات ہے لہذا مسلمانوں کو اس تاریک دور میں اپنے دین و ایمان، اسلام وسنیت بچانے کا دھیان ہر کام پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ پھر اگر مرید ہونے کی خواہش ہے تو ایسے پیر کا انتخاب کریں جو عقیدۃً متصلب اور عملاً صاحب استقامت ہو متصلب کا معنیٰ یہ ہے کہ سُنی عقائد میں ٹھوس ہو۔ اس طرح کہ وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں نیچریوں قادیانیوں، ملحد فقیروں، زندیق صوفیوں وغیرہ بد مذہب، بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ میل جول سے پرہیز رکھتا ہو ——— اور صاحب استقامت سے مراد یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی پابندی پر اٹل چٹان کی طرح جما ہو ایسا پیر اگر کشف و کرامت نہیں رکھتا تو کوئی حرج نہیں۔

ابوالکلام کے والد ماجد مولٰینا خیرالدین

مولانا خیرالدّین ۱۲۴۷ھ ہجری مطابق ۱۸۳۱ء میں ہندوستان کی راجدھانی شہر دہلی میں پیدا ہوئے آپ نے اپنے نانا مولانا منورالدّین اور دیگر علمائے کرام سے تحصیل علوم کی اور مفتی صدرالدّین سے تکمیل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا رشیدالدینؒ اور شاہ محمدؒ یعقوب وغیرہ علماء ہیں پھر اپنے نانا مولٰینا منورالدین کے ساتھ مکہ شریف حاضر ہوئے۔ آپ نے تبلیغ کے پیش نظر قسطنطنیہ عراق اور مصر کا دورہ بھی فرمایا۔ آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں شہر کلکتہ میں ہوا آپ نے فتنۂ وہابیت کی بیخ کنی جس سرگرمی کے ساتھ کی ہے اس کا تفصیلی بیان ابوالکلام آزاد کی زبان سے سنئے آزاد صاحب فرماتے ہیں کہ

١ اسلام کے اندرونی فرقوں میں انھیں (مولانا خیرالدین کو) جس قدر کاوش تھی وہ صرف وہابیوں سے تھی اور اس کا سبب وہ صحبت ہے جس میں غدر سے پہلے ان کا ابتدائی وقت صرف ہوا تھا۔ اتفاق سے ان کے اساتذہ بھی وہی تھے جنہیں اس بارے میں بہت تشدد تھا۔ ان کے ہم درس بھی وہی لوگ تھے۔ جو آگے چل کر اس بارے میں بہت سخت ثابت ہوئے اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنی تمام خاندانی باتوں میں اپنے جد مرحوم (مولانا منورالدین) سے فیضیاب ہوئے تھے اور مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحی مرحوم سے رنج کی وجہ سے ان کا بھی بڑا وقت وہابیوں کی مخالفت ہی میں صرف ہوا۔ مکہ گئے اور وہاں بھی اس وقت سب سے بڑا چرچا یہی تھا۔ (محمد بن عبدالوہاب کے چیلے) نجدیوں کا حملہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا اور بہت سے پولٹکل اسباب بھی ایسے تھے جن کی وجہ سے عرب و ترک دونوں وہابیوں سے سخت تعرض و نفرت رکھتے تھے۔ ان اسباب سے روز بروز والد مرحوم (مولانا خیرالدین) کے اندر بھی یہ جذبہ قوی تر ہوتا گیا اور بالآخر ان کی تقریر و تحریر کا سب سے بڑا موضوع بن گیا۔ شیخ احمد دحلان نے الرد علی الوہابین لکھی وہ بھی فی الحقیقت والد مرحوم کے خیالات کا عکس ہے ——— (آزاد کی کہانی ص ١٤٠)

٢ :- انھوں نے (یعنی مولانا خیرالدین نے) وہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا کہتے تھے دو فرقے ہیں ایک اسماعیلیہ ہے دوسرا اسحاقیہ اسماعیلیہ سے مقصود وہ فرقہ تھا جو بدعات و رسوم کی مخالفت کے ساتھ تقلید شخصی کا بھی تارک ہو۔ جیسا کہ مولانا اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین وغیرہ میں لکھا ہے۔ اسحاقیہ سے مقصود وہ فرقہ ہے جو حنفیت و تقلید سے تو انکار نہیں کرتا لیکن بدعات و رسوم کا مخالف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ شاہ محمد اسحاق نے مائۃ مسائل میں بدعات و رسوم سے اختلاف کیا ہے مگر تقلید و حنفیت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے۔ وہ (مولانا خیرالدین)

کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہوگئی تو وہابیت نے اپنے عکائد کی اشاعت کے لئے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی آڑ قائم کرکے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔ جہاں تک مجھے خیال ہے وہ (یعنی مولانا خیرالدین) وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ انھوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ کسی حنفی کے لئے کسوٹی یہ تھی کہ اس سے سیّد احمد صاحب بریلوی مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا اسحاق اور تقویۃ الایمان صراط مستقیم، مائۃ مسائل، اربعین کی نسبت (والد مرحوم) سوال کرتے اگر وہ شخص بدقسمتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت ہوتا علاوہ بریں بعض اور جزئیات جن پر ان کا اصرار تھا ان کے انکار کو بھی وہابیت قرار دیتے تھے ...... (آزاد کی کہانی ص ۱۶۵)

(۲) ـــــ اسی زمانے میں علمائے مکہ نے والد مرحوم (مولانا خیرالدین) سے کہا کہ وہابی عقائد کی کتابیں اردو میں ہیں جنہیں وہ (علمائے مکہ) سمجھ نہیں سکتے نیز نجدی عقائد کا بھی رد کافی طور پر نہیں ہوا ہے۔ شیخ احمد دحلان نے اس بارے میں خاص طور پر زور دیا۔ اور اس طرح والد مرحوم نے ایک کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جو ان کی تصانیف میں سب سے بڑی ہے اس کا نام نجم الرجم الشیاطین ہے یہ دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ اور ہر جلد بہت ضخیم ہے۔ اس کی ترتیب اس طور پر ہے کہ ایک موجودہ مسئلے ما بہ النزاع منتخب کئے ہیں۔ اتنی تعداد جزئی جزئی اختلافات کے استقصار کی وجہ سے ہوگئی ہے۔ ہر مسئلے کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اس میں پہلے قرآن سے پھر احادیث سے پھر اقوال علماء سے رد کا التزام کیا ہے اس طرح کتاب ایک سو چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک جلد صرف مقدمہ میں ہے۔ اور چونکہ وہ ان مسائل کے متعلق نہیں ہے اس لئے معلومات کے اعتبار سے بکار آمد ہے۔ اس میں اصولی طور پر عقائد اہل سنّت پر بحث کی ہے اور ہر طرح کے اختلاف کو ختم کرکے اپنے

مسلک کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے ——— (آزاد کی کہانی ص۹)

۴ ——— والد مرحوم (مولانا خیرالدین) کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت، پھر نیچریت، نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جو الحادِ قطعی کی ہے اُس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت ہی کو الحاد قطعی سمجھتے تھے۔ لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا سرسیّد احمد خاں مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی ——— (آزاد کی کہانی، ص۳۸۱)

۵ ——— بھائی مرحوم (مولانا ابو نصر) کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرے خیالات میں وہابیت کی طرف میلان پیدا ہو چکا ہے وہ اس پر بگڑتے بھی تھے اور ایک دو بار والد مرحوم کے سامنے بھی انھوں نے اس کا اشارہ کر دیا تھا اس وقت تک والد مرحوم کو میرے عقائد و خیالات کی بابت یقین کے ساتھ کوئی بدگمانی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس خیال کی بنیاد پڑ چکی تھی کہ اس کی (ابوالکلام کی) کی طبیعت ہر طرف دوڑنے لگی ہے۔ اور خیالات محفوظ نہیں ہیں کئی بار انھوں نے میرے متعلق فرمایا بھی تھا" مجھے اس کے (ابوالکلام کے) آثار اچھے نظر نہیں آتے۔ بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ میں اس کی ذہانت سے ڈرتا ہوں۔ پھر والد مرحوم بعض اشخاص کے حالات سناتے جو ذہانت و طباعی کی وجہ سے ہر طرف خیال دوڑانے لگے اور بالآخر دین و دنیا سے کھوگئے ——— (آزاد کی کہانی ص۳۸۶ و ۳۸۷)

محترم ناظرین! آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی" مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی سے جو پانچ حوالے مذکور بالا نقل کئے گئے ہیں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان پر ایک مختصر تبصرہ بھی پیش کر دیں تاکہ آزاد صاحب کے بیان کردہ مضامین کے خاص خاص گوشوں پر قارئین کی توجہ ہو جائے۔

حوالۂ اوّل:۔ سے واضح ہو گیا کہ مولانا خیرالدین مکی علیہ الرحمۃ

کو وہابیوں سے بہت سخت کاوش تھی مولانا موصوف کے اساتذہ وہابیت کی مخالفت میں بہت شدید اور نہایت سخت تھے۔ مولانا موصوف کا بہت زیادہ وقت وہابیوں کی مخالفت میں صرف ہوا ہے۔ عرب و ترک دونوں وہابیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ مولانا خیرالدین صاحب کی تقریر و تحریر کا اہم موضوع رد وہابیت تھا مفتی شافعیہ حضرت مولانا سید احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ نے وہابیوں کے رد میں جو کتاب الرد علی الوہابیین لکھی ہے وہ مولانا خیرالدین صاحب کے خیالات کا آئینہ اور عکس ہے۔

حوالۂ دوم: کی روشنی میں مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ کے ارشادات سے حسب ذیل امور واضح ہوئے اوّل یہ کہ تقلید ائمہ سے چڑھنے والے غیر مقلدین اور حنفیت کا دم بھرنے والے دیوبندی دونوں کے دونوں خالص وہابی ہیں دوم یہ کہ مذہبی آوارگی اور عدم تقلید کے باعث جب وہابیت مردود ہونے لگی تو اس نے تقیہ کر کے حنفیت سے صلح کر لی اور حنفی لباس پہن کر اپنے عقائد و مسائل کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہوئی۔ سوم یہ کہ وہابی مرد سے سنی عورت کا نکاح اور سنی مرد سے وہابی عورت کا نکاح جائز نہیں۔ چہارم یہ کہ جو شخص سید احمد رائے بریلوی، مولوی اسمٰعیل دہلوی کا معتقد ہو تقویۃ الایمان صراط مستقیم وغیرہ کتب وہابیہ کو مانے وہ وہابی ہے۔ خواہ تقلید ائمہ کے نام سے اسے بخار چڑھ جاتا ہو۔ یا حنفیت کی حمایت میں وہ سرد آہیں بھرتا ہو ـــــ یہ امر بھی حوالہ دوم سے ثابت ہو گیا کہ ابوالکلام آزاد کو بھی یاد پڑتا ہے کہ مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ وہابیوں کو یقینی طور سے کافر مانتے تھے۔

حوالۂ سوم: سے واضح ہو گیا کہ مکہ معظمہ کے علمائے کرام بالخصوص مولانا سید احمد زینی دحلان علیہ الرحمۃ والرضوان ہندوستان کی وہابیت اور عرب کی نجدیت کے مخالف تھے۔ پھر چونکہ وہابی عقائد کی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان وغیرہ اردو زبان میں تھیں اس لئے حضرات علمائے مکہ نے وہابی

عقائد کا تفصیلی رد لکھنے کے لئے مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا۔ کیونکہ مولانا موصوف ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے اردو زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے نہایت تفصیل کے ساتھ دس جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب وہابی عقائد کے رد میں تصنیف فرمائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔

حوالۂ چہارم:۔ سے کئی اہم امور کا انکشاف ہوا۔ **اوّل** یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب بھی مانتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں کوئی مذہبی مسلمان اچانک اور دفعۃً براہ راست ملحد و دہریہ نہیں ہو جاتا بلکہ پہلے وہ وہابیت اختیار کرتا ہے بعدہٗ جب اس کی وہابیت پختہ اور ٹھوس ہو جاتی ہے تب وہ نیچری ہو جاتا ہے پھر جب اس کی نیچریت انتہا کو پہنچتی ہے تو وہ ملحد و دہریہ بن جاتا ہے۔ **دوم** یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ وہابی گمراہ ہے اور نیچری اس سے بڑھ کر گمراہ ہے۔ رہا ملحد تو وہ آخری گمراہ ہے۔ **سوم** یہ کہ ابوالکلام آزاد صاحب کو ٹھیک ٹھیک یہ تینوں امور یعنی وہابیت نیچریت اور الحاد بالترتیب پیش آئے جس کا معنی یہ ہے کہ آزاد صاحب پہلے وہابی ہوئے پھر نیچری بنے اس کے بعد ملحد ہو گئے۔ **چہارم** یہ کہ ابوالکلام آزاد کو یہ اعتراف ہے کہ سر سید احمد خاں کی گمراہی بد دینی کی پہلی منزل وہابیت تھی یعنی سر سید احمد صاحب اچانک یک بیک نیچری نہیں ہو گئے تھے بلکہ پہلے وہ وہابی ہوئے پھر ترقی کر کے نیچری ہو گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ نے اپنی بصیرتِ ایمانی سے اور آزاد صاحب نے اپنے مسلسل تجربہ کی روشنی میں وہابیت کو جو گمراہی و ضلالت کا پہلا زینہ قرار دیا وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ کیونکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے زمانے سے ابوالاعلیٰ مودودی کے زمانے تک کے واقعات و حالات گواہ ہیں کہ آج مسلم گھرانوں میں جس قدر دہریے، لامذہب، ملحد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی

خاکساری، غیر مقلد، دیوبندی، ندوی، صلح کلی، اور مودودی پیدا ہوئے ان سب کی ذمہ دار وہابیت ہے۔ اور صرف وہابیت ہے۔

اس مقام پر غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ جب آپ حضرات کے پیشوا ابوالکلام آزاد نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہابیت، نیچریت اور الحادیہ تینوں گمراہی ہیں اور انھوں نے یہ بھی اعتراف کر لیا کہ میں نے پہلے وہابیت اختیار کی پھر ترقی کر کے نیچری ہوا اس کے بعد ملحد ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ آزاد صاحب نے ان تینوں گمراہیوں یعنی وہابیت، نیچریت اور الحاد سے توبہ بھی کر لی ہے یا نہیں؟ ——— ہم سنیوں کو تو یہی علم ہے کہ آزاد صاحب کو ٹھیک ٹھیک جو ندکورہ بالا گمراہیاں پیش آئیں ان سے آزاد صاحب نے توبہ نہیں کی ہے لہٰذا اگر آپ حضرات آزاد صاحب کی توبہ سے آگاہ کر دیں تو ہماری معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ اور اگر آزاد صاحب نے وہابیت سے نہیں صرف نیچریت و الحاد ہی سے توبہ کر لی ہو تب بھی ذریعہ اخبارات و رسائل مطلع کریں۔

اب وہابیت کے تمام علمبرداروں کو دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ضرور کرنی ہوگی۔ یا تو وہ اپنے امام الہند ابوالکلام آزاد کے تجربے اور بیان کے مطابق تسلیم کر لیں۔ کہ واقعی گمراہی اور بدعقیدگی کا پہلا زینہ وہابیت ہے یا آزاد کی کہانی۔ صـــ۳۸۱ـــ سے اپنے امام الہند آزاد کی ترتیب گمراہی پر مشتمل عبارت کو کھرچ ڈالیں اور میرا تو مخلصانہ مشورہ ہے کہ اگر علمبرداران وہابیت واقعی دل سے ابوالکلام کو امام الہند اور اپنا پیشوا مانتے ہیں تو اپنی وہابیت باقی رکھنے پر نظر ثانی کریں۔

حوالۂ پنجم: ۔ سے ثابت ہوا کہ ابوالکلام آزاد کا وہابیت کی طرف صرف میلان دیکھ کر ان کے بھائی مولانا ابونصر صاحب ان پر بگڑتے تھے ——— اور اس زمانے میں جب کہ مولانا خیر الدین صاحب کو ابوالکلام آزاد کے خیالات و عقائد کی خرابی کی بابت کوئی علم نہ تھا انھوں نے

محض اس گمان و خیال پر کہ ابو الکلام آزاد کی طبیعت مذہبی آزادی چاہتی ہے بارہا پیشگوئی فرمائی تھی کہ "مجھے اپنے لڑکے ابو الکلام آزاد کے آثار اچھے نظر نہیں آتے ہیں اس لڑکے کی ذہانت سے ڈرتا ہوں بہت زیادہ ذہانت انسان کے لئے بسا اوقات گمراہی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔

مولانا خیر الدین صاحب کی اس سچی پیشنگوئی کے بعد ابو الکلام آزاد کی مذہبی زندگی میں جو انقلابات رونما ہوئے وہ شاہد عدل ہیں کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمۃ نے اپنی فراستِ ایمانی سے آزاد صاحب کی بابت جو پیشنگوئی کی تھی وہ حرف بحرف سچ نکلی اور پھر گذشتہ صفحات میں آزاد صاحب کا یہ اقرار کہ "ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا" مولانا خیر الدین صاحب کی پیشنگوئی کے حق ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

ان سب حوالجات کا حاصل یہ ہے کہ مولانا خیر الدین علیہ الرحمۃ کی مکی اور ہندوستانی زندگی کا بیشتر حصہ وہابیت کے خلاف مورچہ قائم رکھنے میں گزرا ہے مولانا موصوف نے تحریرًا تقریرًا قولًا، عملًا ہر طرح سے وہابیت اور اسمٰعیلی عقائد کا رد و طرد فرمایا ہے، مولانا موصوف وہابیت کو کافر و مرتد سمجھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بارہا فتوی دیا کہ وہابی مرد سے سنی عورت کا نکاح اور یونہی سنی مرد کا وہابی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ وہابی جب کافر و مرتد ہیں تو ان سے نکاح منعقد ہونے کی شرعًا کوئی صورت نہیں۔

یہ حی و قیم نبی سرکار مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور عبد المصطفٰے اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کرامت جلیلہ ہے کہ خود غیر مقلدوں اور دیو بندیوں کے پیشوائے عظیم المرتبت جس کو وہابی حضرات اپنی جماعت کا صاحب بصیرت عالم قرآن و حدیث کا ماہر کامل دینیات کا بلند پایہ محقق، اسلامیات کا مفکر اعظم چوٹی کا سیاستدان

تاریخ وفلسفہ کا استاد مانتے ہیں اور جس نے وہابیت کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ وہابیت قبول کرکے نادم آخر اس کی قیادت کے فرائض انجام دیتا رہا اور جو وہابیوں میں امام الہند ابوالکلام آزاد کے نام سے مشہور ہے اس نے صاف صاف بے پھیر پھار اعلان کردیا کہ پہلی گمراہی وہابیت ہے بعدہٗ نیچریت پھر الحاد ہے ———— تو اگر ہم وہابیوں نیچریوں کو مشورہ دیں کہ آپ لوگ ابوالکلام آزاد کے تجربے اور آزمائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہابیت ونیچریت سے توبہ کریں اور سچی سنیت اختیار کرلیں تو کیا ہمارا یہ مشورہ بدخواہی وفساد، بگاڑ، جھگڑے پر محمول کرنا روا ہوگا ؟ سوچو! غور کرو! جلد بازی سے کام نہ لو۔

آخر میں غیر مقلدوں، دیوبندیوں، صلح کلیوں وغیرہم تمام وہابیوں سے گزارش ہے کہ اگر وہابیت اور اسمٰعیلی خیالات وعقائد کا رد کرنا گناہ ہے تو پہلے حضرت مولانا خیرالدین کو گنہگار قرار دو۔ اگر مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ماننے والوں کو وہابی کہنا جھوٹ ہے تو پہلے مولانا خیرالدین صاحب کو جھوٹوں میں شمار کرو اگر وہابیوں کو کافرو مرتد کہنے والا لڑاکو ہے تو پہلے مولانا خیرالدین کو لڑاکو کہو۔ اگر وہابی اور سنی کے درمیان رشتۂ نکاح توڑنے والا فسادی اور فتنہ انگیز ہے تو پہلے مولانا خیرالدین صاحب کے متعلق فسادی عالم ہونے کا اعلان کرو۔ اگر وہابیت کا جم کر مقابلہ کرنے والا فتین اور جھگڑالو ہے تو پہلے مولانا خیرالدین صاحب کی بابت فتین عالم اور جھگڑالو مولوی ہونے کا اشتہار شائع کراؤ۔ اگر وہابیت کو سراپا گمراہی وضلالت قرار دینے والا مولوی اسلام کا دشمن ہے تو پہلے اپنے مذہبی پیشوا ابوالکلام آزاد کی اسلام دشمنی کا اعلان کردو۔ اگر وہابیت کی مخالفت کرنے والا سب وشتم وبرا بھلا کہے جانے کے قابل ہے تو پہلے مولانا خیرالدین علیہ الرحمۃ کے خلاف ایک ضخیم گالی نامہ مرتب کرکے اس کو پورے

ہندوستان میں پھیلادو ـــــــــ مگر اتنا یاد رکھنا کہ مولانا خیرالدین صاحب نہ تو اعلیحضرت شاہ احمد رضا کے شاگرد ہیں اور نہ مرید بلکہ حسن اتفاق یا سوءِ اتفاق سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے علمی خانوادے کے چشم وچراغ اور ابوالکلام آزاد کے لائق صد عزت والد گرامی ہیں۔

مولٰینا عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی آسام

آپ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے ہیں آپ کے والد حضرت مولانا محمد ادریس بلاد بنگال کے حاکم ملقب بہ صدر الصدور تھے آپ نے علم دین اپنے برادر اکبر حضرت مولانا ابو محمد عبدالقادر سے حاصل کیا اور انھوں نے فاضل جلیل الشان مولانا رمضان سے انھوں نے قاضی القضاۃ مولانا فضل الرحمٰن سے انھوں نے اپنے برادر اکبر قاضی القضاۃ مولانا غلام سبحان سے انھوں نے فاضل ذیشان مولانا معظم الدین سے انھوں نے ملک العلماء حضرت مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے (ملاحظہ ہو سیف الابرار مطبوعہ نظامی کانپور ومطبوعہ مکتبۃ الشیق ترکی کا صفحہ ۶۵)

اس سلسلۂ تلمذ سے واضح ہوا کہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی فرنگی محل لکھنو کے علمی خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں ـــــــ۔

آپ نے ۱۲۹۸ھ ہجری مطابق ۱۸۸۱ء میں دہابیوں کے شیخ الکل

مولوی نذیر حسین دہلوی کی تصنیف "ثبوت الحق الحقیق" کی تردید میں ایک کتاب "سیف الابرار المسلول علی الفجار" بزبان فارسی تالیف فرمائی ہے جسے محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد روشن خان نے سنہ ۱۳۰۲ھ مطابق سنہ ۱۸۸۴ء میں اپنے مطبع نظامی کانپور سے شائع کیا پھر سنہ ۱۳۹۷ ہجری مطابق سنہ ۱۹۷۷ عیسوی میں مکتبہ ایشیق استنبول ترکی نے اسے طبع کرا کر نشر کیا ہے۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن فاروقی علیہ الرحمہ بانئے وہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں اپنی تصنیف سیف الابرار میں لکھتے ہیں کہ

"اوّل کسیکہ بخلاف اہل سنّت وجماعت انکار اجماع وقیاس کرد در ملک ہند و رخنہ انداز دین اسلام شد مولوی اسمٰعیل بود"۔ یعنی ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے اہل سنّت وجماعت کی مخالفت کرتے ہوئے اجماع وقیاس کا انکار کیا اور اسلامی عقائد میں توڑ پھوڑ کیا وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی تھا ——— (سیف الابرار مطبوعہ ترکی ص ۲۲)

پھر آپ نے اپنے رسالہ سیف الابرار کے صفحہ ۲۵ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کی ایک کفری عبارت نقل کرکے مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بارگاہ رسالت کا گستاخ قرار دیا اور صفحہ ۲۶ میں پیشوائے وہابیہ ملا اسمٰعیل دہلوی کے کفر و ارتداد کو آشکارا کرنے کی خاطر بطور سند حضرت مولانا شاہ فضل حق فاروقی خیرآبادی علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ بھی نقل فرمایا کہ۔

• ——— "قائل ایں کلام لاطائل (مولوی اسمٰعیل دہلوی) از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است ہرگز مومن ومسلمان نیست ——— •

یعنی اس ناشائستہ کلام کا قائل (ملا دہلوی) شریعت غرا کے نزدیک ضرور کافر و بیدین ہے۔ ہرگز مومن ومسلمان نہیں ——— (سیف الابرار مطبوعہ ترکی صفحہ ۲۶)

وہابیوں دیوبندیوں کے مستند مورخ حکیم عبدالحی رائے بریلوی اپنی عربی تصنیف نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۲۴۶ مطبوعہ حیدرآباد میں حضرت

علامہ عبدالرحمن سلہٹی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ۔ الشیخ العالم الفقیہ عبد الرحمٰن بن محمد ادریس بن محمد کلیم العمری الحنفی السلہٹی احد العلماء المشھورین بارض بنگالہ۔ یعنی استاذ فاضل فقیہ عبدالرحمن بن محمد ادریس فاروقی حنفی سلہٹی صوبہ بنگال کے مشہور عالم دین ——————۔

پھر رائے بریلوی حکیم صاحب علامہ موصوف کی کتاب سیف الابرار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

——"رسالۃ بالفارسیۃ وھی فی الرد علی ثبوت الحق الحقیق اثبت فیھا وجوب تقلید الشخص المعین علی الناس وشنع فیھا تشنیعاً بالغاً علی السید المحدث نذیر حسین الدھلوی صاحب ثبوت الحق الحقیق وعلی الشیخ الشھید المجاھد الغازی فی سبیل اللہ اسمعیل بن عبد الغنی الدھلوی صاحب تقویۃ الایمان وکفر الشیخ الشھید" یعنی سیف الابرار فارسی زبان میں ایک رسالہ ہے جو (نذیر حسین دہلوی محدث وہابیہ کی کتاب) ثبوت الحق الحقیق کی تردید میں ہے (علامہ عبدالرحمن فاروقی نے) اس رسالہ میں ثابت کیا ہے کہ (ائمہ مجتہدین میں سے) کسی معین امام کی تقلید مسلمانوں پر واجب ہے۔ نیز علامہ موصوف نے اس رسالہ میں سید محدث نذیر حسین دہلوی مصنف ثبوت الحق اور شیخ شہید مجاہد غازی فی سبیل اللہ اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کی خوب مذمت کی ہے۔ اور شیخ شہید (اسمعیل دہلوی) کو کافر کہا ہے۔

(نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۲۳۶)

یہ سب پوست برکندہ تاریخی حقائق صاف صاف گواہی دے رہے ہیں۔ کہ خود خاندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند مولانا مخصوص اللہ محدث دہلوی، مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی نے نیز حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فاضل یگانہ تلامذہ مولانا فضل حق خیرآبادی مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی

مولانا مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا منورالدین دہلوی نے سب سے پہلے ملا اسمٰعیل دہلوی اور ان کی وہابیت کا رد وابطال کیا ہے۔

علمائے ہندوستان میں سب سے پہلے مولانا فضل حق خیرآبادی نے اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی کی پیدائش سے بتیس سال پیشتر ملائے وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کی تردید میں ایک جلیل الشان کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ تصنیف فرمائی جس میں ملا اسمٰعیل دہلوی کو کافر، مرتد، بے دین قرار دیتے ہوئے ان کے قتل و تکفیر کا فتوائے شرعی صادر کیا حضرت مولانا شاہ رفیع الدّین محدّث دہلوی کے صاحبزادگان مولانا شاہ مخصوص اللہ اور مولانا شاہ محمد موسیٰ نے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مشاہیر زمانہ شاگردان مولانا شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا کریم اللہ دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا محبوب علی دہلوی وغیرہ سترہ علمائے دہلی نے اس حقانی نورانی فتوی کی تصدیق کرتے ہوئے اس پر مہر توثیق ثبت فرمائی۔

پھر وہابیت اور بابائے وہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رد وابطال میں استاذ مشاہیر علمائے ہند حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے وہ خدمت جلیلہ انجام دی جو سیف الجبّار المعتقد المنتقد کی شکل میں آج بھی زندہ ہے یوں ہی خانوادۂ علمی فرنگی محل لکھنؤ کے نجم ثاقب مولانا عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی۔ نے رسالہ سیف الابرار تصنیف فرمایا اور بنگال و آسام میں ملائے وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کا کفر و ارتداد آشکارا کر کے وہابیت کی مٹی پلید کر دی۔

پھر ملا اسمٰعیل دہلوی کی تردید میں ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین مکی ثم کلکتوی نے اتنا سرگرم حصّہ لیا جس سے کلکتہ سے عرب تک کی زمین اسمٰعیل دہلوی کے کفر و بے دینی پر گواہ بن گئی۔

پھر ان سب مشاہیر علماء، فقہاء، محدثین و متکلمین کے بعد رد وہابیت کے میدان میں شہنشاہ علم و فن مجدد اعظم سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی کی آمد ہوئی ہے۔

۲۲ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۱۲ ہجری مطابق ۲۱ ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۴ عیسوی کو حضرت مولانا محمد فضل المجید فاروقی بدایونی نے شہر بدایوں سے اعلیٰحضرت کی خدمت بابرکت میں ایک تحریری سوال بھیجا کہ ہمارے فقہائے کرام پیشوایان مذہب کے نزدیک وہابیہ اور ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی پر حکم کفر لازم ہے یا نہیں؟ اعلیٰحضرت نے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزی وغیرہ کتابوں سے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ستر لکھے ہوئے کفریات شمار کر کے جمہور فقہاء کے مسلک پر فتویٰ دیا کہ

• ——— ماہ نیم ماہ و مہر نیمروز کی طرح ظاہر و باہر کہ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسمٰعیلیہ اور اس کے امام نافرجام (اسمٰعیل دہلوی) پر جزماً قطعاً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد، کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب ——— (الکوکبۃ الشہابیہ ص ۵۷)

اس فتوی پر تمام وہابی دیوبندی چیخ پڑے اور بوکھلا کر اعلیٰحضرت کو گالیاں دینے لگے چنانچہ المہند جو ہندوستان بھر کے وہابی دیوبندیوں کی متفقہ کتاب ہے اس میں علمائے دیوبند لکھتے ہیں کہ۔

• ——— (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے خاندان میں چونکہ بدعت کی تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی ہے اس وجہ سے سب کے پچھلے نچوڑ خان صاحب احمد رضا خاں " برعکس نام نہند زنگی کافور " درحقیقت احمد خفا خاں صاحب نے تمام ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فخر امۃ ومعجزۃ من معجزات سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے خاندان کو چنا اور حضرت مولانا

اسمٰعیل صاحب شہید مرحوم مغفور مظلوم اہل بدعت پر بوجہ بعض کلمات کے جو سخت اور غالی اہل بدعات کے جن کی بدعات شرک کی حد تک پہنچ گئیں تھیں مقابلہ میں لکھے گئے تھے تمام قرائن حالیہ اور غیر حالیہ سے قطع نظر کر کے اتہامات لگائے اور ان پر ستر کیا بلکہ غیر متناہیہ وجوہ سے کفر لازم کیا اور ان کا کفر اجماعی قطعی قرار دے کر فقہاء کرام کا فتوی تکفیر چھاپ دیا ۔۔۔۔۔ (المہند ص ۲۲،۲ لت)

بدزبان دریدہ دہن گستاخ علماء دہابیہ جن کا دین و مذہب بارگاہ رسالت کی عظمت وجلالت کے خلاف گالیاں بکنا اور لکھنا ہے ۔ اگر وہ سرکار اعظم پیارے مصطفے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سچے وارث اعلیحضرت امام احمد رضا کو بھٹیاروں کی زبان میں رات دن گالیاں دیتے رہیں تو اس پر ہمیں کوئی تعجب نہیں کیونکہ جو شخص اپنے مذہب کا پابند ہے وہ مذہب کے احکام پر ضرور عمل کرے گا ۔ ہاں اس گھٹا ٹوپ اندھیر اور سنگین دھاندلی پر ہمیں ضرور حیرت ہے کہ جس اسمٰعیل دہلوی کو خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے کافر و مرتد قرار دے کر لائق گردن زدنی ٹھہرایا جس اسمٰعیل دہلوی کے متعلق حضرت استاذ المحدثین شاہ عبد العزیز کے مشاہیر روزگار تلامذہ مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد سعید مجددی مولانا مفتی صدر الدین دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی وغیرہ اکابر علماء نے کافر و بیدین و قابل قتل ہونے کا فتوی صادر کیا جس اسمٰعیل دہلوی کی تردید میں مولانا منور الدین دہلوی نے متعدد کتابیں تحریر کیں اور مکہ شریف مدینہ شریف سے فتوی منگوایا۔ جس اسمٰعیل دہلوی کا کفر وارتداد مولانا فضل رسول بدایونی مولانا عبد الرحمن فاروقی سلہٹی نے اپنی اپنی تصنیفات کے ذریعہ یوپی سے بنگال اور آسام تک آشکار کیا ۔ جس اسمٰعیل دہلوی کے رد و ابطال کو ابو الکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین نے اپنی تحریر و تقریر کا سب سے بڑا موضوع بنایا اوسی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں جب اعلیحضرت امام احمد رضا

بریلوی نے سنہ ۱۳۱۲ ہجری میں کفر و ارتداد کا فتوائے فقہی صادر فرمایا تو علمائے دیوبند کی سر جوڑ پنچایت کو بگڑا ہوا میعادی بخار چڑھ آیا تو جس نے سرسامی کیفیت پیدا کر دی اور وہ بھٹیاروں کی زبان میں ہذیان بکنے لگے۔ پھر ان کی متفقہ سر جوڑ کمیٹی نے تیرہویں صدی ہجری کے تاریخی حقائق پر دبیز پردہ ڈال کر چودہویں صدی ہجری کی نئی نسل کے عام مسلمانوں کو یہ پُر فریب باطل اور جھوٹا تأثر دیا کہ۔

لوگو! ہمارے مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی پیشوائے دین و ہادیٔ اسلام ہیں پورے ہندوستان میں شاہ اسمٰعیل دہلوی کا کوئی عالم دین مخالف نہیں ہندوستان کے کسی مفتی شرع نے ہمارے شاہ اسمٰعیل کو کافر و بیدین قرار نہیں دیا بس شہر بریلی کے تنہا مولانا احمد رضا ہیں جو خاندان شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے شدید ترین دشمن ہیں جنھوں نے ہمارے پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی پر کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ لیکن جب تیرہویں صدی سے چودہویں صدی تک کے سارے علمائے ہندوستان شاہ اسمٰعیل دہلوی کے موافق ہیں۔ ہمارے مولانا اسمٰعیل کا ان میں کوئی مخالف نہیں تو ایک اکیلے مولانا احمد رضا کے تنہا فتوی کا کیا اعتبار؟ لہذا عام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ مولانا احمد رضا کے فتوی کو دشمنی پر محمول کر کے اسے غلط سمجھیں اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی اسی طرح پرستش کریں جس طرح عام نیچری، دیوبندی، غیر مقلدین مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی کی پرستش کرتے آ رہے ہیں۔

(تأثر ماخوذ از المہند ص ۳۷)

لیکن اب جبکہ حقائق کو بالکل ننگا بے پردہ کر دیا گیا تو عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک وفادار مسلمان بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر غدار منافق سے پوچھ سکتا ہے کہ خاندان شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے صاحبزادگان مولانا شاہ مخصوص اللہ محدّث دہلوی اور مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی نے اپنے چچا مُلا اسمٰعیل دہلوی کو تکفیر کا نشانہ کیوں بنایا۔؟ حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے فاضل یگانہ تلامذہ مولانا شاہ فضل حق، مولانا صدرالدّین، مولانا رشید الدّین مولانا کریم اللہ، مولانا محبوب علی وغیرہ علمائے دہلی نے ملا اسمٰعیل دہلوی کو کافر و مرتد، بے دین قابل گردن زدنی کیوں قرار دیا؟ نقشبندیوں مجددیوں، صوفیوں درویشوں کے شیخ طریقت مولانا شاہ احمد سعید مجددی نے پیشوائے وہابیہ مولوی اسمٰعیل کو کافر و مرتد، بے دین کیوں ٹھہرایا؟ مشاہیر علمائے ہند مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مولانا منور الدّین دہلوی، مولانا عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی، مولانا خیرالدّین کلکتوی نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کفر وارتداد کی اشاعت کیوں کی؟ علامہ بدایونی اور علامہ فاروقی کے سوا باقی سب ہی علماء حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے علمی گھرانے ہی کے فرزند ہیں۔ تو پھر ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کی شدید مخالفت کیوں کی؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰحضرت سے پہلے کے علمائے اسلام کے زمانے میں چونکہ وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا مذہب نہ تھا اس لئے ان حضرات علماء نے تنہا وہابیت کا مقابلہ کر کے اس کو پسپا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سبکدوش ہو گئے لیکن اعلیٰحضرت کے دور میں وہابیت شباب پر تھی اور وہ اپنے پیٹ سے کئی نئے مذاہب کو جنم دے چکی تھی، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت چکڑالویت، دہریت، ندویت، صلح کلیت وغیرہ مذاہب وہابیت کے پیٹ سے پیدا ہو چکے تھے۔ اعلیٰحضرت نے چومکھیا لڑائی لڑ کر ان سب کے دانت کھٹے کر دیے باطل پرستوں کے ایک حملے کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر وہ اپنی کمر سیدھی نہ کر سکے۔ سابق علمائے اسلام نے رد وہابیت کے سلسلے میں تحریر سے زیادہ تقریر سے کام لیا تھا جس سے صرف حاضرین خوب فیضیاب ہوئے لیکن اعلیٰحضرت نے تقریر کے ساتھ تحریری رد کے انبار لگا دیے اور وہابیت کے کلیات و جزئیات سب کا ابطال فرمایا۔ پھر اعلیٰحضرت نے پیارے مصطفیٰ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دی ہوئی حق بین نگاہوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہابیت کو صرف
موجودہ فتنوں کے پیدا کرنے پر چین نہ آئے گا بلکہ آگے چل کر وہ نئے نئے فتنوں کو
بھی جنم دے گی تاوقتیکہ آخری فتنۂ دجّال سے مِل نہ جائے اس لئے آپ نے
ایک طرف احقاقِ حق وابطالِ باطل کی خاطر اپنے دور کے تمام فتنوں کی سرکوبی فرمائی
اور دوسری طرف حق کو بلند کرنے اور باطل کے دبانے کے لئے عام سنیوں
کو بھی دلائل وبراہین کے ہتھیاروں سے مسلح فرما دیا۔ اور سنیوں کی آئندہ
نسل کے لئے سامانِ جنگ کا ذخیرہ اتنا کافی جمع کر دیا کہ جب بھی حق کے مقابلے
میں بے دین فرقے بالخصوص وہابی دیوبندی سر ابھاریں تو انھیں کچل کر رکھ دیا جائے
چنانچہ جب اعلیٰحضرت کے بعد وہابیت کے پیٹ سے مودودی مذہب اور الیاسی
مذہب نئے نئے ساز وسامان لے کر پیدا ہوئے تو غلامانِ احمد رضا نے دونوں
کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے۔ اعلیٰحضرت اپنے انھیں خصوصی کارناموں کے باعث
علماء، صوفیاء، مشائخ اور عام مسلمانوں کی عقیدت ومحبّت کے مرکز بن گئے
مسلمانوں نے اپنا دین وایمان بچانے کے لئے اعلیٰحضرت کی ہدایات، تحریرات
اور تصنیفات کو حرزِ جان اور پناہِ ایمان بنالیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے دیوبندیوں
کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ مسلمان جب تک امام احمد رضا کے دامنِ پاک سے
وابستہ رہیں گے ان کو بڑی سے بڑی طاقت بھی اسلام وسنیّت سے برگشتہ نہیں
کرسکتی اس لئے انھوں نے تاریخی حقائق کو کچلتے ہوئے یہ باور کرانے کی پوری
کوشش کی کہ صرف احمد رضا ہی وہ تنہا عالم ہیں جنہوں نے وہابی مذہب
کو باطل اور اسمٰعیل دہلوی کو گمراہ بددین قرار دیا باقی دوسرے علمائے اسلام
وہابی مذہب کو درست وحق سمجھتے رہے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو پیشوائے
اسلام مانتے رہے تاکہ سادہ لوح ناواقف مسلمان ردِ وہابیت کے میدان
میں اعلیٰحضرت کو تنہا سمجھ کر آپ سے بدگمان ہو جائیں اور آپ کی تبلیغ وہدایت
پر اپنا اعتماد قائم کرسکیں اور اس طرح اسلام وسنیّت کی دولتِ گرانمایہ

سے ہاتھ دھوبیٹھیں۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ دیوبندیوں نے سوچا کہ ردِّ وہابیت وابطالِ اسمٰعیلیت کے سلسلے میں اگر شاہ ولی اللہ کے پوتے مولانا شاہ مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے تلامذہ میں مولانا فضلِ حق، مولانا مفتی صدرالدین، مولانا رشید الدین، مولانا کریم اللہ، مولانا منور الدین و مولانا خیرالدین وغیرہ مشاہیر پر کیچڑ اچھالا گیا تو خود وہابیت کا شیش محل ہی سفوف بن جائے گا۔ اور سنیت کا زور ٹوٹنے کی بجائے وہابیت پسپا ہو گی اس لئے انھوں نے رد وہابیت کا انتقام لینے کے لئے صرف اعلیٰحضرت کی ذات گرامی کو منتخب کیا اور اعلیٰحضرت کے خلاف افترا و بہتان کے جتنے بنڈل وہ پھینک سکتے تھے اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

فتنۂ وہابیت کی بیخ کنی اور سرکوبی پر کوشش بلیغ کی وجہ

یوں تو عام طور پر اعلیٰحضرت نے اسلام و سنیت کی جملہ مخالف پارٹیوں کا رد فرمایا۔ لیکن وہابیت اور دیوبندیت کی سرکوبی اور پیشوایانِ وہابیہ کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی پر آپ نے زیادہ توجہ فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ کھلے کفار و مشرکین۔ مثلاً فلاسفہ، آریہ، یہود، نصاریٰ، مجوس اور ہنود کے پہچاننے میں عام مسلمانوں کو کوئی دشواری نہ تھی اور چونکہ روافض کی مسجد و عیدگاہ اور دیگر مذہبی چیزیں پہلے ہی سے الگ ہو چکی تھیں قادیانی

حضرات مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا کر مسلمانوں سے جدا ہو گئے تھے۔ اس لئے ان دونوں فرقوں کا پہچاننا مسلمانوں کے بس سے باہر نہ تھا اب رہے وہابی دیوبندی تو چونکہ یہ لوگ اپنے کو سنی کہلاتے ہیں حنفی ہونے کا دم بھرتے ہیں قران وحدیث پر عمل کرنے کا دعوی کرتے ہیں عقائد وفقہ کی کتابوں کے ماننے کا اظہار کرتے ہیں سنی مسلمانوں جیسی نماز پڑھتے روزہ رکھتے اور حج ادا کرتے ہیں۔ قادری چشتی نقشبندی اور سہروردی بنتے ہیں علمائے سلف وخلف کی تصنیفات کا اعتراف کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور دینی کتابوں کے درس وتدریس کا شغل رکھتے ہیں اس لئے ان کی پہچان عوام مسلمین کے بس سے باہر تھی۔ اہل سنت سے ان کا امتیاز کرنا ان کے اقوال کفر و ضلال کا پہچاننا ان کے خیالات فاسدہ وعقائد باطلہ سے واقف ہونا۔ عامۃ المسلمین کے لئے سخت دشوار کام تھا ان حالات کے پیش نظر اعلیحضرت رضی اللہ تعالی عنہ نے دیوبندی مذہب کی کھال ادھیڑنے وہابی دھرم کی دھجی بکھیرنے میں کوشش بلیغ فرمائی پیشوایان وہابیہ کے ایک ایک فریب کا پردہ چاک کیا ان کے طرح طرح کے دجل ومکر کو بے نقاب فرمایا۔ جب وہابیوں نے تقویۃ الایمانی تعلیمات کے مطابق شور مچایا کہ درود تاج کا پڑھنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا شرک و بدعت ہے تو حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خانصاحب نے ۱۲ جمادی الاخرہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۲۱ ردسمبر ۱۸۹۳ عیسوی کو دہلی سے اعلیحضرت کی خدمت بابرکت میں استفتار بھیجا آپ نے ان کے استفتار کا جواب دیتے ہوئے رسالہ مبارکہ "الامن والعلی" تحریر کیا جس میں آیات واحادیث سے چمکتے ہوئے موتیوں کی طرح مندرجۂ ذیل باتیں روشن طور پر ثابت فرمائیں۔

اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا اللہ ورسول نگہبان ہیں اللہ ورسول بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ و

رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ ورسول زمین کے مالک ہیں۔ اللہ ورسول کی طرف توبہ اللہ و رسول کی دہائی اللہ ورسول دینے والے ہیں۔ اللہ ورسول سے دینے کی توقع اللہ ورسول نے نعمت دی اللہ ورسول نے عزت بخشی (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں۔ حضور ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں حضور تمام امتوں کے مالک ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ جنّت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ آخرت میں عزّت دنیا حضور کے ہاتھ ہے قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہے حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے حضور سختیوں کے ٹالنے والے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق حضور کے بندے حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور کے خادم بلائیں ہٹاتے ہیں حضور کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیاء کے سبب روزی ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے اولیاء کے سبب بارش ہوتی ہے۔ اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔

یہ اور ان سب جیسی بیسیوں باتیں آپ نے قرآن وحدیث سے لکھی ہیں چونکہ یہ سب باتیں کتاب وسنّت سے ثابت ہوئی ہیں۔ لہذا وہابی دیوبندی ان باتوں کو شرک قرار دینے سے پہلے اللہ ورسول کی جناب میں لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝

جب عام وہابیہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ بولنا ممکن قرار دیتے ہوئے امکان

کذب الٰہی کا فتنہ کھڑا کیا تو شہر میرٹھ سے اعلیحضرت کی خدمت میں سوال آیا آپ نے
اس کے جواب میں مقدس کتاب سبحٰن السبوح ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ مطابق
۶ دسمبر ۱۸۸۹ء میں تصنیف فرمائی جو ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئی اس نورانی
کتاب میں آپ نے سچے خدا کو جھوٹ کا عیب لگانے والے تمام وہابیہ دیوبندیہ و غیر
مقلدین کے عقیدۂ خبیثہ امکان کذب پر دو سو کوڑوں کی ایسی ضرب شدید
لگائی جس سے قلعۂ وہابیت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ سبحٰن السبوح نے
دیوبندیوں کے ہوش اڑا دیے چھکے چھڑا دیے ان کے دانت کھٹے کر دیئے
اسمٰعیل دہلوی اور مولوی گنگوہی کے ایک ایک جملے ایک ایک کلمے حرف
حرف کے ایسے منہ توڑ جواب دیے کہ اس کے بعد سے دیوبندیوں نے
مسئلہ امکان کذب باری کی بحث کو اپنے لئے موت کا خوفناک جنگل سمجھ لیا ۱۳۰۸ھ
سے اعلان عام ہے کہ کسی وہابی کسی دیوبندی کسی گنگوہی میں اگر دم ہے
تو سبحٰن السبوح کے دلائل قاہرہ کا علمی تحقیقی جواب لکھے اس کے دو سو سنگین
اعتراضوں کی ضرب کاری سے مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد
گنگوہی کی کھوپڑی کو بچا لے۔ مگر آج ۱۴۰۴ھ ہجری مطابق ۱۹۸۴ء
کا دور گذر رہا ہے اب تک کسی دیوبندی کو جرأت نہ ہو سکی کہ سبحٰن
السبوح کی کسی ایک دلیل کا جواب لکھتا اس چھیانوے ۹۶ برس کی طویل
خاموشی ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہی ہے۔ کہ دیوبندیوں کا اہانت آلود
دامن علمی دلائل سے بالکل خالی ہے ہاں گالی گلوج سبّ و شتم مکر و فریب شیر اور
ہے۔ مدرسہ دیوبند کے صدر المدرسین جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے ایک
گالی نامہ بنام الشہاب الثاقب تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے علمائے اہل سنت
اور اعلیحضرت کو بے شمار گالیاں دی ہیں۔ مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمہ نے
اپنی کتاب رد شہاب الثاقب میں ٹانڈوی صاحب کی صرف موٹی موٹی گالیوں
کا شمار کیا تو وہ چھ سو چالیس تک پہنچ گئیں۔ فاضل دیوبند مولوی عامر صاحب

ایڈیٹر تجلی تحریر کرتے ہیں کہ۔

• ——— واقعی مولانا (حسین احمد صاحب) مدنی نے اس کتاب (شہاب ثاقب) میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں انہیں موٹی موٹی گالیاں نہ سہی مہذب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے ———•

(تجلی فروری و مارچ ۱۹۵۹ء ص ۷۹ کالم ۲)

ٹانڈوی صاحب سبحٰن السبوح کے براہین قاہرہ دلائل باہرہ سے چکنا چور ہو کر یوں رقمطراز ہیں کہ

• ——— مجدد التفضیل صاحب نے خیال کیا کہ ہم بھی خون لگا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں جھٹ ایک رسالہ مسمّٰی سبحٰن السبوح لکھ کر کھینچ مارا اس کو دیکھا گیا تو سوائے گالی گلوج اور خرافات و بازاری باتوں کے اور کوئی مضمون علمی ایسا نہیں تھا کہ جس کی طرف توجہ کی جاوے علاوہ ازیں کبھی کسی عالم نے ان کو اہل علم سے شمار ہی نہ کیا اور نہ کچھ علمی باتیں تھیں بازاریوں کی سی گفتگو تھی اس لئے ان کے رسالے کے رد کی طرف توجہ کرنا محض بے سود بلکہ خلاف شان و ہتک عزت شمار کیا گیا ——— • (الشہاب الثاقب ص ۱۰۱)

دیوبندی علماء جو بارگاہ رسالت میں گالیاں دینے کے عادی رہ چکے ہیں وہ اگر اعلیٰحضرت کو مجدد التفضیل کہہ کر گالیاں دیں تو اس پر ہمیں کوئی حیرت نہیں لیکن اس بات پر ہمیں اور ہر انصاف پسند کو سخت حیرت ہے کہ جس سبحٰن السبوح میں اعلیٰحضرت نے امکان کذب کے باطل ہونے پر تیس نصوص پیش کیے اور پچیس فولادی دلائل اور دس حجتیں قائم فرمائیں وہ ٹانڈوی صاحب کے نزدیک صرف گالی گلوچ، خرافات اور بازاری باتوں کا مجموعہ ہے۔ اور پھر یہ بات اور بھی زیادہ قابل غور ہے کہ جس سبحٰن السبوح میں کثیر آیاتِ قرآنیہ کے روشن موتی پروئے گئے ہوں۔ اور تفسیر کبیر[1]، تفسیر بیضاوی[2]، تفسیر مدارک[3] تفسیر ابی سعود[4]، تفسیر

[ع] بحوالہ خون کے آنسو حصہ اول ص ۸۷۔

روح البیان[5]، تفسیر عزیزی[6]، فقہ اکبر[7]، شرح السنوسی[8]، مواقف[9]، شرح مواقف[10]، عقائد[11] شرح عقائد[12]، شرح مقاصد[13]، مسامرہ[14]، مسایرہ[15]، حدیقہ ندیہ[16] شرح طریقہ محمدیہ[17]، کنز الفوائد[18]، طوالع الانوار[19]، شرح طوالع[20]، شرح عقائد جلالی[21]، مسلم الثبوت[22] فواتح الرحموت[23]، مفاتیح الغیب[24]، ارشاد العقل[25]، منح الروض[26]، شفائے قاضی عیاض[27]، نسیم الریاض[28]، شرح مقاصد الطالبین[29]، رد المحتار[30]، حلیہ[31]، المعتقد المنتقد[32] سے کثیر حوالے نقل کیے گئے ہوں ایسی تحقیقی کتاب میں صدر المدرسین جناب ٹانڈوی صاحب کو کوئی بھی علمی بات نہ ملی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس مقام پر خود ٹانڈوی صاحب نے اپنے علم و دانش کا بھانڈا پھوڑ دیا جو لوگ نہیں جانتے تھے اب وہ بھی جان گئے کہ دیگر فاضلانِ دیو بند کی طرح جناب صدر المدرسین حسین احمد صاحب ٹانڈوی بھی سبحٰن السبوح کے علمی دلائل و براہین کے جواب سے نہ صرف عاجز تھے بلکہ سمجھنے سے بھی قاصر ہی رہے۔ رہا اعلیٰحضرت کی کتابوں کا رد اور جواب لکھنا تو یہ کام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جیسے بڑوں سے تو ہو ہی نہ سکا جو علمائِ دیو بند کے اُستاذ، مخدوم الکل اور حکیم الامت تھے ٹانڈوی صاحب تو بہرحال ان سے چھوٹے ہی ہیں۔

جانا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے پیارے رسول سرکارِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم سے اعلیٰحضرت نہ صرف یہ کہ علومِ دینیہ کے صاحب بصیرت عالم تھے بلکہ اپنے معاصرین فقہاء و محدثین کے امام اور اربابِ منطق و فلسفہ کے استاذ تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اکابر علمائے اسلام نے آپ کے علم و فضل کا مشاہدہ کرکے تحریری گواہی دی کہ شیخ احمد رضا بریلوی

علامۂ کامل، استاذِ ماہر، یکتائے زمانہ امام یگانہ، علماء مشاہیر کے سردار، نادرِ روزگار، دریائے زخار، عالمِ کثیر العلم، فاضلِ سریع الفہم ہیں۔

(ملاحظہ ہو حسام الحرمین ص۵۲ تا ص۵۷)

مکہ شریف کے فقیہ جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل علیہ الرحمہ بن مولانا سید خلیل علیہ الرحمہ نے آپ کے فتاوی کے صرف چند اوراق ملاحظہ فرماکر یہاں تک لکھ دیا کہ واللہ اقول والحق اقول انہ لو رآ ھا ابو حنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاقرت عینہ ولجعل مولفہا من جملۃ الاصحاب

(رسائل رضویہ ص۲۵ مطبوعہ لاہور، الاجازات المتینہ، مطبوعہ بریلی ص۶)

یعنی بخدا میں کہتا ہوں کہ اور سچ کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اعلیحضرت) کے، اس فتوی کو ملاحظہ فرماتے تو حضرت امام اعظم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور فتوی لکھنے والے (اعلیحضرت) کو اپنے شاگردوں (امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہ کے طبقہ میں) شامل کرتے۔

استاذ علم المیراث سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد علیہ الرحمہ ساکن قصبہ مکھن بیلہ ضلع رحیم یار خاں ریاست بہاولپور پاکستان سے ایک وہابی فاضل ملا نظام الدین احمد پوری کی ملاقات ہوئی یہ وہابی فاضل اپنے زمانے کے علمائے دیوبند میں کسی کو علم فقہ میں اپنا ہمسر نہیں سمجھتا تھا۔ آگے کا واقعہ حضرت سراج الفقہاء کے زبان قلم سے سنیئے۔ حضرت موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

• — مولوی نظام الدین فقیہ احمد پوری وہابی جو تفقہ میں اپنے ہمعصر علمائے دیوبند وغیرہ میں اپنے آپ جیسا کسی کو فائق نہیں جانتا تھا۔ فتاوی رشیدیہ (مصنفہ مولوی رشید احمد گنگوہی) کے اس فتوی پر کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہیئے" اس کے سامنے میں نے رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی مصنفہ اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی اوراق، منازل حدیث

کے سُنائے تو اسُ (وہابی فاضل) نے بعد حیرت کہا یہ سب منازل فہم حدیث مولانا احمد رضا کو حاصل تھے۔ افسوس کہ میں مولانا (احمد رضا) کے زمانے میں رہ کر بے خبر بے فیض رہا۔

پھر میں (سراج احمد) نے اس وہابی عالم کو رسائل رضویہ سے چند مسائل فقہ کے جوابات سُنائے تو کہنے لگا کہ علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر، مولانا احمد رضا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں ــــــ •

(سوانح سراج الفقہا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۴)

ہندوستان کے مشہور فلسفی ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اعلیحضرت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ۔

• ـــــ ہندوستان کے دور آخر میں اُن جیسا طباع و ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عدل ہیں۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۱۶ مصنفہ پروفیسر مسعود احمد ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی مطبوعہ لاہور)

فاضل اہل حدیث ڈاکٹر محی الدین الوائی پروفیسر ازہر یونیورسٹی مصر کا ایک مقالہ جریدہ صوت الشرق قاہرہ مصر شمارہ فروری سنہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا ہے پروفیسر صاحب اپنے مقالہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ۔

یعد مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ من طلیعۃ علماء الہند المسلمین الذین ساھموا مساھمۃ فعالۃ فی خدمۃ العلم والدین واللغۃ العربیۃ

(بحوالہ المیزان امام احمد رضا نمبر بمبئی شمارہ اپریل مئی جون ۱۹۷۶ء ص ۵۵۰)

یعنی جن علمائے ہند نے علوم دینیہ و عربیہ کی خدمات میں اعلیٰ قسم کا حصہ لیا ہے

ان میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام سرِ فہرست نظر آتا ہے۔

وہابیوں کی تحریک جماعت اسلامی کے پیشوا مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی اپنے مکتوب بنام ایڈیٹر ترجمان اہلسنت کراچی میں تحریر کرتے ہیں۔

———— میری نگاہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم و مغفور دینی علم و بصیرت کے حامل اور مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کے قابل احترام مقتدا تھے۔ اگرچہ ان کے بعض فتاویٰ و آراء سے مجھے اختلاف ہے لیکن میں ان کی دینی خدمت کا بھی معترف ہوں۔

———— (بحوالہ المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر شمارہ اپریل مئی جون ۱۹۷۶ء ص۱۶)

ندویوں کے پیشوا مولوی حکیم عبدالحئی رائے بریلوی اور دیوبندیوں کے زعیم اکبر ابوالحسن علی ندوی رائے بریلوی نزھۃ الخواطر ص۳۸ جلد ہشتم مطبوعہ حیدرآباد دکن میں لکھتے ہیں کہ

———— الشیخ العالم المفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی الافغانی الحنفی البریلوی المشھور بعبد المصطفیٰ ولد یوم[1] الاثنین عاشر شوال سنۃ اثنتین وسبعین ومائتین بعد الالف ببلدۃ بریلی واشتغل بالعلم علی والدہ ولازمہ مدۃ طویلۃ حتی برع فی العلم وفاق اقرانہ فی کثیر من الفنون لاسیما الفقہ والاصول ————.

یعنی استاذ کامل، عالم، مفتی احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی افغانی حنفی بریلوی عرف عبد المصطفیٰ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ ہجری کو دوشنبہ[2] کے دن شہر بریلی میں پیدا ہوئے اور عرصہ دراز تک اپنے والد سے تعلیم حاصل کرنے میں لگے رہے یہاں تک کہ علم میں غالب ہوئے اور کثیر فنون خصوصاً فقہ و اصول فقہ

---

[1] وھو غلط بل یوم السبت۔ ۱۲

[2] دوشنبہ کا دن غلط ہے — یوم پیدائش سینچر کا دن ہے۔ ۱۲

میں اپنے معاصرین (علماء) پر فوقیت لے گئے۔
اعلیحضرت کے علم کامل کا شہرہ عالمگیر اور خدماتِ دینیہ کا چرچا جہانگیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی بارگاہِ عالی میں اضلاع ہندوستان، بنگال، پنجاب، گجرات، دکن، گوآ، برہما، ارکان، چین، غزنی، افریقہ، امریکا، مکّہ شریف، مدینہ منوّرہ سے بے شمار استفتاء آتے اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے۔ آپ کے ذمّہ کارِ فتویٰ اس درجہ وافر و کثیر تھا جسے دس مفتی انجام نہ دے سکتے تھے مگر آپ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے صاحبِ قلم سیّال مفتی، نادرِ روزگار فقیہ، یکتائے زمانہ امام بنایا تھا۔ اس لیے تنہا آپ نے اتنی وسیع و عریض خدمتِ دینی لوجہ اللہ تعالیٰ انجام دی۔
فالحمد للہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سید المرسلین وآلہ الطّیبین وصحبہ الطاھرین۔
حضرات ناظرین! ایک طرف تو عرب وعجم کے مشاہیر اہلِ علم کی تحریری گواہیاں ہیں کہ شیخ احمد رضا بریلوی بے مثل فقیہِ اسلام، نادرِ روزگار عالمِ دین، علوم و فنون کے یکتا امام ہیں لیکن دوسری طرف مدرسہ دیوبند کے محدّث، وہابیوں کے شیخ الاسلام جناب حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا بیان ہے کہ (مولانا) احمد رضا بریلوی کو کسی عالم نے کبھی صاحبِ علم مانا ہی نہیں۔ ٹانڈوی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

• ۔۔۔ کبھی کسی عالم نے ان کو اہلِ علم سے شمار ہی نہ کیا ۔۔۔ •
(شہابِ ثاقب ص۱۱۰ مصنفہ حسین احمد ٹانڈوی)

سُبْحَانَ اللّٰہِ الْقَھَّارِ ط مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ ط افسوس صد افسوس کہ ایسا صریح، سفید، ننگا بے پردہ جھوٹ لکھنے والے قلم کو پسینہ نہ آیا، حیا نہ آئی شرم محسوس نہ ہوئی لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ط کا تازیانہ یاد نہ پڑا۔ ٹانڈوی صاحب اپنے دستخط میں اپنے کو ننگِ اسلاف لکھا کرتے تھے۔

واقعی وہ اپنے کو ننگ اسلاف قرار دینے میں بالکل حق بجانب تھے۔

یہ پوشت بر کندہ حقیقت ہے کہ دنیا میں وہابی ایک ایسی قوم ہے جس کے مذہب میں وہابیت کی حمایت و تائید کی خاطر جھوٹ بولنا، جھوٹ لکھنا صرف جائز و حلال ہی نہیں بلکہ کار ثواب عمل صالح اور خدمت دین ہے تو چونکہ شہاب ثاقب کا مصنف نہ صرف یہ کہ خود وہابی ہے بلکہ وہابیوں کا شیخ الاسلام محدث کبیر، پیشوا اور پیر بھی ہے اس لئے دروغ گوئی اور دروغ نویسی میں اس نے اپنی پیشوائی کا لوہا منواتے ہوئے شہاب ثاقب میں ایک سو پچیس سے زیادہ جھوٹ تحریر کئے ہیں۔ حد یہ کہ اپنے عقیدۂ کفری کی تائید میں اپنے جی سے دو فرضی کتابیں بھی گڑھ لیں۔ پھر ان فرضی کتابوں کو حوالہ میں پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔

۱۔ —— دیکھئے جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵ میں ارقام فرماتے ہیں —— ۔ (شہاب ثاقب ص ۱۲۱)

۲۔ مولوی رضا علیخانصاحب ھدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ تیس میں فرماتے ہیں کہ —— ۔ (شہاب ثاقب ص ۱۲۲)

ہر خاص و عام کو معلوم ہونا چاہئے کہ نہ تو اعلیحضرت کے دادا پیر حضور سیدنا سید حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزینۃ الاولیاء نام کی کوئی کتاب تحریر فرمائی اور نہ اعلیحضرت کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایۃ الاسلام نام کی کوئی کتاب تصنیف کی ان دونوں مجوزہ کتابوں کا دنیا بھر میں کہیں نام و نشان نہیں یہ صرف دیوبندی شیخ الحدیث ٹانڈوی صاحب کے اختراعی دماغ کی پیداوار ہے۔ کہ انھوں نے ان دو خیالی کتابوں کا نام گڑھا۔ ان کے مصنفین کا نام گڑھا ان کا پریس کانپور اور

ــــہ شمار کذب کے لئے ملاحظہ ہو رد شہاب ثاقب ص ۹ تا ۲۵۸

سیتا پور گڑھا ان مذکور بالا فرضی کتابوں کا صفحہ ۱۵ اور صفحہ ۳۰ گڑھا پھر فرضی ۱۵۔ اور جعلی صفحہ ۳۰ کی عبارتیں گڑھیں پھر اپنی ان منگڑھت عبارتوں کو حوالہ میں پیش کیا۔

تو اگر یہ جعلی فرضی جھوٹی کاروائیاں وہابی مذہب کے نزدیک ناجائز و حرام ہوتیں تو ان کو وہ شخص کیسے انجام دے سکتا تھا جو وہابی قوم کا شیخ الاسلام مدرسہ دیوبند کا محدث کبیر اور دیوبندیوں کا پیر طریقت رہا ہے لیکن چونکہ حقیقت وہی ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہابیت کی تائید و حمایت کی خاطر جھوٹ بولنا جھوٹ لکھنا عمل صالح اور فرضی حوالے دینا کار ثواب نیز جعلی عبارتیں گڑھنا خدمت دین ہے اس لئے دیوبندی محدث ٹانڈوی صاحب نے بلاکسی ہچکچاہٹ کے ان اعمال صالحہ کو انجام دیا اور اس کے صلے میں علمائے دیابنہ و پیشوایان وہابیہ سے شیخ الاسلام کا خطاب پایا۔

حضرت مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی تصنیف رد شہاب ثاقب مطبوعہ کراچی پاکستان ص۲ میں علمائے وہابیہ کے دجل وفریب، بہتان وافترا، دروغ گوئی در دروغ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

• ـــــــ اس فرقہ وہابیہ میں نہ شرم وحیا ہے، نہ ان کے نزدیک جھوٹ بولنا جرم وخطا ہے۔ نہ افترا و بہتان باندھنا فعل حرام ہے نہ دجل وفریب دینا برا کام ہے۔ اور ہو بھی کس طرح کہ جب جھوٹ جیسے عیب کو اپنے (موہوم) خدا کی صفت ثابت کریں۔ اور اس کے لئے غلط گوئی اور مکر جیسے نقص کو روا رکھیں تو پھر ایسے کاذب بالفعل اور مکار خدا کے پجاریوں کو جیتا جھوٹ بولتے افترا و بہتان کرتے کیوں خوف و ہراس ہو اور منگڑھت کتابیں اور عبارتیں اپنے دل سے تراشتے ہوئے، صفحات و مطالع گڑھتے ہوئے کس کا لحاظ و پاس ہو؟

انبیائے عظام سے استعانت کرنا اولیائے کرام سے مدد مانگنا مصیبتوں میں یارسول اللہ، یا علی مشکل کشا یا غوث پکارنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ الٰہی کو بعطائے خدا متصرف وکارساز سمجھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات انبیاء کے لئے بعطائے خدا علمِ غیب ثابت کرنا میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی کرنا، دفن کے بعد قبر پر اذان دینا، اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالرسول، غلام معین الدین، حسین بخش، امام بخش رکھنا، حضورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے کو چومنا وغیرہ کثیر مسائل کو وہابیہ دیوبندیہ نے محض اپنے گمراہ ذہن کے زور سے شرک، کفر اور بدعت قرار دے رکھا تھا اور اپنی دھاندلی کے بل پر امور مذکورہ کے ماننے والے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا رکھا تھا سُنی حنفی چشتی بن کر مسلمانوں میں خوب گمراہی و بدعت پھیلا رکھا تھا اعلیٰحضرت نے قرآن و حدیث کے دلائل قاہرہ اور ائمہ دین کے اقوال باہرہ سے امور مذکورہ بالا کا جائز و صحیح ہونا ثابت فرمایا۔ وہابیوں کے مَن گڑھت فتاویٰ کفر و شرک کو باطل قرار دیا اور ان کی بناوٹی سنیت، مصنوعی حنفیت، خود ساختہ چشتیت کی نقاب نوچ کر پھینک دی اور چمکتے سورج کی طرح واضح کر دیا کہ وہابی دیوبندی ہرگز خادمِ دین نہیں بلکہ ہادم دین ہیں۔

وہابی دیوبندیوں کے ہتھکنڈوں سے بچنے اور ان کے دجل و فریب سے آگاہ ہونے نیز ان کی بددینی گمراہی پر مطلع ہونے اور اپنے عقائد دینیہ و مسائلِ شرعیہ سے واقف ہونے کے لئے اعلیٰحضرتؒ کی مندرجۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

فتاویٰ افریقہ، احکام شریعت، الدولۃ المکیہ، نفی الفیٔ، خالص الاعتقاد انباء المصطفیٰ، الکوکبۃ الشہابیہ، اقامۃ القیامہ، منیر العین، نہج السلامہ، ابر المقال، سُبل الاصفیاء، تمہید ایمان، صفائح اللجین، اہلاک الوہابیین اتیان الارواح

الفضل الموہبی، صلات الصفا، الامن والعلی، ازالۃ العار، النہی الاکید، بریق المنار بشموع المزار، الاستمداد علی اجیال الارتداد، اعجب العقاب علی الناہق الکذاب، نشاط السکین، القلوب بید المحبوب، تجلی الیقین، نسیم الصبا، الجحۃ الفائحہ، اسماع الاربعین، مجموعہ فتاوی حسام الحرمین، فتاوی الحرمین، الانباہ فی حل نداء یارسول اللہ، انہار الانوار فی یم صلوۃ الاسرار، سبحن السبوح منیۃ المنیہ، ہادی الناس، الیاقوتۃ الواسطہ، الزمزمۃ القمریہ، برکات الامداد، بذل الجوائز۔

جو شخص تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، ایضاح الحق، یک روزی کی گمراہ کن عبارات کا خصوصی رد وابطال دیکھنا چاہے وہ الانباہ، الامن والعلی، الکوکبۃ الشہابیہ، سبحن السبوح کا مطالعہ ضرور کرے۔

فرضیتِ تکفیر کا مسئلہ

کسی کلمہ گو آدمی کو کافر کہنے کے بارے میں اعلیٰحضرت سخت احتیاط فرماتے تھے اسی کمال احتیاط کے باعث مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ستتر کفریات لزومی شمار فرما کر بھی ان کی تکفیر سے کفِ[عہ] لسانُ فرمایا۔ شدّت احتیاط کا یہ عالم تھا کہ سبحٰن السبوح جو ۱۳۰۷ھ کی تصنیف ہے اس میں مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ پیشوائے وہابیہ کے عقیدہ باطلہ امکان کذب کا رد و ابطال فرماتے ہوئے ان پر اٹھہتر وجہ سے لزوم کفر ثابت کرنے کے باوجود ان کے کافر و مرتد ہونے کا آپ نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ صرف بدمذہب اور گمراہ قرار دینے پر اکتفا فرمایا چنانچہ آپ سبحٰن السبوح ص۸ میں لکھتے ہیں۔

عہ اعلیٰحضرت نے اسمعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے جو کف لسان فرمایا ہے اس پر علمائے وہابیہ کفر لزومی و کفر التزامی، کفر صریح بمعنی متعین و کفر صریح بمعنی متبیّن کے مابین اور یوں ہی مذہب عامۂ فقہا و مسلک محققین فقہاء و متکلمین کے درمیان فرق و امتیاز سمجھ نہ سکنے کے باعث طرح طرح کے جاہلانہ اعتراضات کرتے ہیں۔ الکوکبۃ الشہابیہ جس کی بحثیں فقہی مسلک پر ہیں اور تمہید ایمان جس کے مباحث کلامی انداز پر ہیں ان دونوں کتابوں کی عبارات میں تناقض پیدا کر کے عوام کو یوں مغالطہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کو اقوال کفریہ کا قائل مانتے ہوئے بھی ان کی تکفیر سے کفِ لسان کیا اور ان کو مسلمان لکھا جس کا معنی یہ ہے کہ ایک کافر کو مسلمان لکھ کر مولانا احمد رضا خود اپنے فتویٰ سے کافر ہو گئے۔

خالص علمی مسائل میں بھینس جیسا دماغ رکھنے والے اور عیاری و مکاری میں لومڑی جیسی چال چلنے والے علمائے وہابیہ کفِ لسان کے سلسلہ میں جس قدر پُر فریب

______ . حَاشَ للہ حَاش للہ ہزار بار حاشاللہ میں ہرگز ان کی تکفیر (یعنی مولوی گنگوہی وغیرہ کو کافر کہنا) پسند نہیں کرتا اُن مقتدیوں یعنی مدعیان جدید (مولوی گنگوہی وغیرہ)

بقیہ: حاشیہ صفحہ ۲۱۹ کا

اعتراضات کرتے ہیں ان کا تفصیلی و تحقیقی جواب تو حضرات قارئین الموت الاحمر العذاب الشدید، برق خداوندی میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں مختصر جواب یہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے الکوکبتہ الشہابیہ میں اسمعیل دہلوی کے کثیر اقوال کفریہ لزومیہ کے سبب ان کی تکفیر فقہی کی ہے یعنی عامۂ فقہا کے مسلک پر ان کو کافر و مرتد قرار دیا اور خود مسلک محققین فقہا و متکلمین اختیار کرتے ہوئے شبہ فی الکلام و شبہ فی المتکلم کے باعث احتیاط کے پیش نظر ان کی تکفیر کلامی سے کف لسان فرمایا ہے لیکن ان کو مسلمان بھی نہیں لکھا ہے۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک اسمٰعیل دہلوی کا معاملہ یزید پلید کے مثل ہے کہ جس طرح گذشتہ علمائے محتاطین نے یزید کی تکفیر سے کف لسان کو مناسب جانا۔ یوں ہی اعلیٰحضرت وغیرہ علمائے اسلام نے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے سکوت پسند کیا جس کا معنی یہ ہے کہ یزید کی طرح اسمعیل دہلوی کو بھی کافر نہ کہا جائے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے اپنے اقوال کفریہ سے توبہ کر لی تھی اور ان کو مسلمان بھی نہ کہا جائے اس لئے کہ ان کی شہرت توبہ کا ثبوت شرعی نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان حالات کے پیش نظر اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں توقف ہی مناسب ہے ہاں ان کے اقوال کفریہ مندرجۂ تقویتہ الایمان و صراط مستقیم وغیرہ کو اقوال کفریہ ہی کہا جائیگا اور اور جب اعلیٰحضرت نے اسمٰعیل دہلوی کو مسلمان لکھا ہی نہیں تو پھر یہ کہنا کہ "مولینا احمد رضا (معاذاللہ تعالیٰ) خود اپنے فتویٰ سے کافر ہو گئے" صرف اپنی کور دماغی اور سیاہ قلبی کا ثبوت دینا ہے اور بس ۔ ۔ ۔

کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت یعنی ان کے بد مذہب و گمراہ ہونے میں شک نہیں ــــــــــــ۔

لیکن جب اس کے بعد پیشوایانِ وہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی جانب سے ضروریات دین کا انکار اور بارگاہ احدیت و سرکار رسالت میں صریح متعین التزامی گالیوں کا اظہار انھیں کی مطبوعہ کتابوں اور تحریروں کے ذریعہ شائع ہوا تو اب احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ان منکرین ضروریاتِ دین کو کافر و مرتد کہا جائے۔ چنانچہ اعلیحضرت نے اپنی کتاب المعتمد المستند میں پیشوایان وہابیہ کی عبارات کفریہ قطعیۂ التزامیہ پر تفصیلی بحث تحریر کی اور اپنا نیز عوام مسلمین کا ایمان بچانے کے لئے بحکم شریعت اسلامیہ مولوی رشید، مولوی خلیل احمد مولوی قاسم اور مولوی اشرفعلی کے کافر و مرتد ہونے کا فتوی دیا جو ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا۔

کن وجوہ و اسباب کی بنیاد پر تکفیر فرض قطعی ہوتی ہے؟ اس سلسلہ میں خود پیشوائے وہابیہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی صاحب ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب اشد العذاب میں نہایت بسط و تفصیل سے گفتگو کی ہے ہم ذیل میں وہابیوں پر اتمام حجت کے لئے مولوی دربھنگی صاحب کی تصنیف اشد العذاب سے چار عبارتیں نقل کرتے ہیں جن کا مسئلہ تکفیر کی فرضیت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

(۱) جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہوگیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی ہے کافر و مرتد ہونا ہے

______ ۰ (اشدّ العذاب ص۹)

(۲) جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بنایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنایا حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے۔ اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے مُسَیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوّت اہل قبلہ نہ تھے (کیا) انھیں بھی مسلمان کہو گے؟ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہو ورنہ پھر دیانند سرستی اور شردھانند جی اور گاندھی جی نے کیا قصور کیا ہے۔ ______ ۰ (اشد العذاب ص۹ و ص۱۰)

(۳) ______ جو نماز اور روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ تمام یوروپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اس کی سعی اور کوشش سے تمام یوروپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان و اسلام بھی عنایت فرمادے مگر اس دعوی اسلام و ایمان اور سعی بلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السّلام کو گالیاں دیتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا بمعنی آخرالانبیاء نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو. . . . . یا اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے اس کی مثال ایسی ہے جس کو کسی دیوانے کتے نے کاٹ لیا ہو اور اس کا زہر اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہو اور ہڑک اٹھ چکی ہو وہ تمام دنیا کو چاہے سیراب کردے تمام ہندوستان کے دریا اور نہریں اسی کے قدموں کے نیچے سے بہتی ہوں مگر اس بدنصیب

کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہوسکتا وہ دنیا کو سیراب کرے مگر خود تشنہ کام ہی دنیا سے رخصت ہوگا۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ دین کے کام کرنے سے مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ قابل لحاظ یہ ہے کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں؟ —— (اشد العذاب ص۵)

(۴) انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے —— ۔ اشد العذاب ص۹

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی کی مذکور بالا عبارتوں سے مندرجۂ ذیل باتیں کھلے طور پر ثابت ہوئیں۔

(۱) —— حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسّلام کی تعظیم ضروریات دین میں سے ہے لہٰذا جس جاہل، عالم، مفتی، محدث، قاسم العلوم، حکیم الامت، واعظ، مبلغ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی اور توہین کی وہ ضروری دین کا منکر ہوکر کافر و مرتد ہے۔

(۲) اہل قبلہ سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوں۔ لہٰذا جو شخص کسی ایک ضروری دین کا منکر ہوجائے وہ پانچوں وقت کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود شرعی معیار کے مطابق اہل قبلہ سے نہیں بلکہ کافر و مرتد ہے۔

(۳) —— جو شخص صرف ایک ضروری دین کا منکر ہو تو احتیاط اسی بات میں ہے کہ اس کو کافر و مرتد کہا جائے۔

(۴) —— جس شخص کے متعلق واقعی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ وہ کسی ضروری دین کا منکر ہے تو اب اس کو کافر نہ کہنا بے احتیاطی سے خود کافر و مرتد ہونا ہے۔

(۵) —— جو عالم قاسم العلوم والخیرات ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی جانتا ہو لیکن حضور کو آخری نبی نہ مانتا ہو وہ تمام

مسلمانوں کے نزدیک کافرو مرتد ہے۔

(۶) جس عالم کی تبلیغ و ہدایت کی بدولت اللہ تعالیٰ ہندوستان والوں کو حقیقی ایمان واسلام عطا فرمادے وہ بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک کافرو مرتد ہے جب کہ کسی ضروری دین کا منکر ہو۔

(۷) ـــــــ جو شخص خواہ بڑے سے بڑا محدّث اور مفتی کیوں نہ ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے والا جانتا ہے تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافرو مرتد ہے۔

(۸) ـــــــ جو عالم قرآن و حدیث پھیلاکر پورے ہندوستان والوں کو علوم دینیہ سے آراستہ و مزیّن کرچکا ہو اگر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں توہین و گستاخی کرنے کا مرتکب رہا تو وہ خود دنیا سے بے دین ہی ہو کر جائے گا۔

(۹) ـــــــ ضروری دین کا منکر اگر ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کی تبلیغ کرے قرآن و حدیث کی اشاعت کرے تعلیمات اسلامیہ کو پھیلائے تو یہ سب باتیں اس کو کافرو مرتد ہونے سے ہرگز نہیں بچاسکتیں اگر وہ بلاتوبہ مرگیا تو دنیا سے بیدین ہو کر رخصت ہوگا۔

اب آیئے اور پیشوایان وھابیہ کی عبارتوں کو پڑھئے اور خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان عبارتوں کے لکھنے والے مولوی حضرات ضروریات دین کے منکر ہیں یا نہیں؟ اور ان کو کافرو مرتد کہنا فرض ہے یا نہیں؟

دیوبندیت کے بانیٔ اوّل کا ختمِ نبوت سے انکار

٥ —— مولوی قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس میں خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء کا صریح کھلم کھلّا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

• —— بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقّت نہ ہو سو عوام نا سمجھ لوگوں کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم[ع] کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم (سمجھ دار لوگوں) پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں —— •

(تحذیر الناس ص۳)

مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی اس عبارت کا صاف و صریح واضح مطلب یہی ہے کہ خاتم النبیین کا یہ معنی سمجھنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں یہ تو ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں کیونکہ زمانے کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پیچھے ہونا اپنی

ع صلعم لکھنا حرام ہے ہم مسلمان اس کے بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے ہیں ۱۲

ذات کے اندر کوئی خوبی اور فضیلت کی بات نہیں۔

ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ مدت سے اب تک تمام اگلے پچھلے اولیاء، علماء وعوام اہلِ اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیتِ کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں۔ یہی معنی تمام ائمۂ اسلام صوفیاء عظام، متکلمین فخام، فقہاء اعلام، مفسرین عالی مقام نے بتائے یہی معنی صحابۂ کرام نے تابعین کو سمجھائے بلکہ یہی معنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیکڑوں حدیثوں میں ارشاد فرمائے۔ علامہ ابن نجیم الاشباہ و النظائر میں تحریر کرتے ہیں۔

اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات

یعنی کوئی شخص جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے تو وہ مسلمان نہیں۔ کیونکہ حضور کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (الاشباہ والنظائر مع حموی صفحہ ۲۶۴)

خود مفتیِ دیوبند مولوی محمد شفیع دیوبندی اپنے رسالہ ہدیۃ المہدیین[۵۷] صفحہ ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ۔

ان اللغۃ العربیۃ حاکمۃ بان معنی خاتم النبیین فی الآیۃ ھو آخر لاغیر۔

بے شک عربی زبان کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیتِ کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے دوسرا کوئی معنی نہیں

یہی مفتیِ دیوبند دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ اجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصر

امتِ محمدیہ کا خاتم الانبیاء کے اس معنی پر اجماع و اتفاق ہے لہٰذا خاتم الانبیاء کا دوسرا معنی گڑھنے والا کافر قرار پائے گا اور اپنے گڑھے ہوئے معنی پر اصرار کرے تو قتل کیا جائے گا۔

---

۵۷ ہدیۃ المہدیین کے حوالے رد شہاب ثاقب سے منقول ہیں۔

حوالجات مذکور بالا نے آفتاب کی طرح روشن کر دیا کہ خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد ہے اور حضور سب میں آخری نبی ہیں۔ اور یہ معنی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ نیز جو شخص اس معنی کے علاوہ کوئی دوسرا نیا معنی بتائے وہ کافر و مرتد ہے۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اس اجماعی اتفاقی دینی معنی کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید، حدیث شریف اور لغتِ عربی کے خلاف خاتم النبیین کا ایک نیا معنی خاتم ذاتی گڑھا ہے اور تحذیر الناس میں سارا زور اسی نئے معنی کو ثابت کرنے کے لئے خرچ کیا چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ۔

• ——— بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا ———• (تحذیر الناس ص ۲۸)

تحذیر الناس کی اس عبارت نے صاف فیصلہ ہی کر دیا کہ اگر مولوی قاسم کے نزدیک خاتمیت محمدی کا یہ معنی ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں حضور کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو کس طرح وہ جائز مانتے کہ حضور کے بعد نیا نبی پیدا ہونے سے خاتمیتُ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ظاہر بات ہے کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور آخر الانبیاء کیسے قرار پائیں گے حضور کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت محمدی کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے۔ لہٰذا ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ مولوی قاسم صاحب خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء کا انکار کر کے ایک ضروریِ دین کے منکر ہوئے۔ اور بحکم شریعتِ اسلامیہ و بشہادت مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور بہ فتویٰ مولوی شفیع دیوبندی کافر و مرتد ہوئے۔ مولوی قاسم کا عالم و محدث ہونا قاسم العلوم والخیرات کہلانا، مدرسۂ دیوبند کا بانی ہونا تبلیغ اسلام میں کوشش کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت شریف میں لمبے چوڑے قصائد لکھنا

ان کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز ہرگز بچا نہیں سکتا۔

دیوبندیوں کے صدر المدرسین جناب حسین احمد ٹانڈوی تحذیر الناس کی الجھی زلفیں سنوارنے اور منکر ضروری دین مولوی قاسم کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے یوں تحریر کرتے ہیں کہ۔

• ــــــ حضرت مولانا (قاسم نانوتوی) صاحب صاف طور پر تحریر فرما رہے ہیں۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخرالنبیین ہونے کا منکر ہو اور یہ کہے کہ آپ کا زمانہ سب انبیاء کے زمانے کے بعد نہیں۔ بلکہ آپ کے بعد اور کوئی نبی آ سکتا ہے تو وہ کافر ہے ــــــ • (شہاب ثاقب ص۸۹)

ٹانڈوی شیخ دیوبند نے عبارت مذکورہ لکھ کر عام قارئین کو یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ جب ہمارے مولانا نانوتوی صاحب اہل حق کی موافقت کرتے ہوئے خود ہی فتوی دے رہے ہیں کہ عقیدۂ ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہے تو پھر مولانا نانوتوی کو اس عقیدہ دینیہ کا منکر قرار دینا کیونکر درست ہوگا یہ فتوی تو اس امر پر شاہد عدل ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب عقیدۂ ختم نبوت زمانی کا صاف اقرار کرتے ہیں تو پھر ایسی صورت میں مولانا قاسم نانوتوی صاحب کو منکر ختم نبوت قرار دیکر ان پر کفر و ارتداد کا فتوی دینا بالکل غلط ہے۔ لیکن ملائے ٹانڈوی صاحب کو جوشش حمایت میں یہ ہوش نہ رہ گیا کہ جس عبارت کو انھوں نے اپنے پیشوا نانوتوی کی صفائی میں پیش کی ہے اس نے مُلا قاسم نانوتوی کی مٹی اور پلید کردی تفصیل ہم سے سنیئے۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزۃ جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ o (پارہ ۲۹ سورہ منفقون)

یعنی اے پیارے مصطفےٰ جب منافقین تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے

کہ واقعی تم اس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں
صاف صاف واشگاف لفظوں میں اقرار رسالت کے باوجود منافقین کو قرآن پاک نے قطعی جھوٹا قرار دیا اور ان کے کاذب ہونے کا اعلان کیا ــــ قابل غور امر یہ ہے کہ سچّا، کھرا، حق کلمہ بولنے والے منافقین کو دروغ گو، کاذب جھوٹا ٹھہرایا گیا ــــ کیوں؟ صرف اس لئے کہ منافقین منکر رسالت تھے سرکار مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو مانتے نہ تھے دھوکا دینے کے لئے عقیدۂ رسالت کا صرف زبانی اقرار کرتے تھے توجس طرح عقیدۂ رسالت کے اقرار میں منافقین قطعی کاذب تھے۔ یوں ہی منکرین ختم نبوّت کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی صاحب عقیدۂ ختم نبوّت زمانی کے اقرار میں ضرور جھوٹے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ ملا نانوتوی صاحب عقیدۂ ختم نبوّت زمانی کے منکر ہیں سرکار مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتے اور رہا نانوتوی صاحب کا بحوالہ شہاب ثاقب یہ فتوی کہ۔

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے ــــ۔

تو فتویٰ یقیناً حق ہے لیکن فتویٰ دینے والے ملا نانوتوی صاحب قطعاً جھوٹے ہیں اس لئے کہ اگر نانوتوی صاحب کا یہ اعتقاد ہوتا کہ سرکار مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں سرکار کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا تو وہ تحذیر الناس کتاب کیوں تصنیف کرتے؟ خاتم النبیین کا نیا معنی کیوں گڑھتے تحذیر الناس صفحہ ۳ میں عقیدۂ دینیہ ضروریہ ختم نبوت زمانی کو عوام جاہلوں کا خیال کیوں قرار دیتے؟ تحذیر الناس ص۲۸ میں حضور اقدس تاجدار ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی پیدا ہونے کو جائز کیوں مانتے؟ ــــ
ان سب امور سے کانٹے کی تول ثابت ہوگیا کہ ملا نانوتوی صاحب نے اہل حق کی موافقت کرکے خود اپنی ذات پر کفر وارتداد کا فتوی دیا ہے۔

لہذا نانوتوی صاحب کو کافر و مرتد ثابت کرنے کے سلسلے میں ہمیں کسی دوسری دلیل اور حوالہ پیش کرنے کی ضرورت نہ رہ گئی شہابِ ثاقب صـ۸۹ کی عبارت کا صرف حوالہ دے دینا۔

یہ اطمینان حاصل کرنے کے لئے کہ ملا نانوتوی صاحب نے عقیدۂ ختمِ نبوّت زمانی کا انکار کرنے اور خاتم النبیین کا نیا معنی گڑھنے کی خاطر کتاب تحذیر الناس تصنیف کی ہے ناظرین حضرات ذیل کا حوالہ ملاحظہ کریں۔

دیوبندیوں کے حکیم الامّت پیشوائے وہابیت مولوی اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ۔

•ـــــ جس وقت مولانا قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبد الحی کے ـــــ۔ الافاضات الیومیہ حصّہ چہارم صـ۵۸۰ زیر ملفوظ صـ۹۲۷)

تھانوی صاحب کی صاف صاف بے پھیر پھار گواہی نے ثابت کر دیا کہ مولوی نانوتوی صاحب نے اپنی تصنیف تحذیر النّاس میں عقیدہ دینیہ ختم نبوّت زمانی کا ایسا کھلا انکار کیا تھا جس کے باعث ان کے زمانے کے علمائے دیوبند بھی ان کے صریح کفر کی موافقت نہ کر سکے۔ لیکن بعد میں شخصیت پرستی کے جذبۂ باطل نے مولوی حسین احمد ٹانڈوی منظور احمد سنبھلی مرتضیٰ حسن دربھنگی اور خود مولوی اشرف علی تھانوی نیز بقیہ سارے علمائے دیوبند کو تحذیر الناس کی موافقت پہ مجبور کر دیا ہے۔

دیوبندیت کے بانی دوم

اور وقوعِ کذب کا عقیدۂ باطل

○ —— مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ ایک شخص وقوعِ کذبِ باری کا قائل ہے یعنی معاذ اللہ وہ کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ جھوٹ بولا تو ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر اور مسلمان ہے تو بد مذہب گمراہ یا وقوعِ کذب باری تعالیٰ تسلیم کرنے کے باوجود سنی ہے بینوا توجروا —— مولوی رشید احمد نے جواب دیتے ہوئے فتویٰ دیا کہ۔

● —— اگرچہ اس شخص نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال (بد مذہب گمراہ) کہنا نہیں چاہیئے کیونکہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے۔ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے۔ کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہو دے گا لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہوئیں بناءً علیہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیئے —— (ماخوذ از فتوی مہری دستخطی گنگوہی بحوالہ رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۸۶)

اس فتوی کا صاف صریح مطلب یہی ہے کہ جو شخص کہے کہ خدا جھوٹ بولا خدا جھوٹا ہے (معاذ اللہ) وہ مولوی رشید احمد کے نزدیک سنی مسلمان ہے اس کو کوئی سخت بات نہ کہنی چاہیئے پھر مولوی رشید احمد صاحب نے اپنی ایک دلیل باطل سے مان بھی لیا کہ وقوع کذب باری تعالیٰ کے معنی درست ہو گئے یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ خدا جھوٹا ہے —— (معاذ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ کو وجوبی طور پر سچّا اور صادق ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔ لہٰذا مولوی رشید احمد اس ضروری دین کے منکر ہو کر بحکم شریعت اسلامیہ کافر و مرتد ہوئے مولوی رشید احمد صاحب کا مفتی و محدّث ہونا ان کا مخدوم الکل اور مطاع العالم بننا اسلام کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھنا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا خلیفہ کہلانا ان کو کافر و مرتد ہونے سے ہرگز بری نہیں کرسکتا واضح ہو کہ مولوی گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ جب ماہ ربیع الاخر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا[عہ] تو ملک میں اس کے خلاف بڑی ہلچل مچی اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوئے مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے کے سبب مولوی رشید احمد پر کفر کا فتویٰ[عہ] دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مولوی رشید احمد کے اس ایمان سوز فتوی کے رد میں ایک رسالہ "صیانۃ الناس" مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا[سہ]۔ پھر ان کا یہی فتویٰ مع رد بلیغ ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے چھپ کر شائع ہوا[للعہ]۔ پھر یہی فتوی مع رد قاہر ۱۳۲۰ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا[صہ]۔ مسلسل پندرہ برس تک مولوی گنگوہی صاحب اپنے کافر و مرتد ہونے کا اعلان خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ۱۳۲۳ھ میں مر بھی گئے۔ ان کی زندگی میں ان کے مریدین، معتقدین تلامذہ اور خلفاء بھی چُپ چاپ گونگے بہرے بنے رہے۔ بس گنگوہی صاحب کا مرنا تھا کہ مرید شاگرد خلیفہ سب کے منہ میں زبان پیدا ہو گئی۔ اور سب صاحب قلم ہو گئے اور کہدیا کہ یہ فتویٰ ہمارے حضرت گنگوہی کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ لیکن چھوٹے بڑے

عہ رد شہاب ثاقب مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمہ ص ۲۹۳ عہ حیات اعلیحضرت ص ۴۲ سہ رد شہاب ثاقب ص ۲۹۳ للعہ رد شہاب ثاقب ص ۲۹۳۔
صہ رد شہاب ثاقب ص ۲۹۴

ہر وہابی کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس فتوی سے انکار کا حق صرف مولوی گنگوہی کو تھا جب انھوں نے انکار نہیں کیا اور ان کی زندگی میں ان کے معتقدوں نے بھی انکار نہیں کیا تو کیا گنگوہی صاحب کے مر جانے کے بعد ٹانڈوی سنبھلی اور بھنگی وغیرہ کسی وہابی کو اب نہ تو انکار کا حق ہے اور انکار صحیح مانا جائے گا۔

مولوی رشید احمد و مولوی خلیل احمد

کی بارگاہِ رسالت کے خلاف شدید ترین گستاخی

۵ ــــ مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے شاگرد مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ ص۵۱ میں شیطان اور ملک الموت کے مقابلے میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ[ع] سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہوئی فخر عالم (علیہ السلام)

ع یہ زبان دانی اور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اردو زبان سکھانے کا حوصلہ! نعوذ باللہ تعالی منہ اگر قیاس فاسدہ کی ترکیب درست ہے تو مولوی فاضلہ کی ترکیب بھی فضلائے دیوبند کے نزدیک درست ہونی چاہیے ۱۲

کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

براہین قاطعہ کی اس کفری عبارت کا کھلا ہوا اور واضح مطلب صرف یہی ہے کہ شیطان کے لئے اور فرشتۂ موت کے لئے علم کا زیادہ ہونا قرآن وحدیث کے کھلے ہوئے ارشادوں سے ثابت ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا زیادہ ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جو شخص فرشتۂ موت کیلئے اور شیطان لعین کیلئے وسیع اور زائد علم مانے وہ تو مومن مسلمان ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو وسیع اور زائد ماننے والا مشرک بے ایمان ہے۔ مولوی رشید احمد اور خلیل احمد نے اپنے ان الفاظ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو ملک الموت اور شیطان کے علم سے بھی کم بتا کر حضور کی سخت شدید گستاخی و توہین کی ہے۔

مُبلّغِ وہابیّت مولوی اشرف علی تھانوی کی بارگاہِ نبوّت میں سخت ترین گالی

۵ ــــ مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو حضور کے لئے ثابت کیا اور اس کے ساتھ لکھ دیا کہ۔

• ــــ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمر و بلکہ ہر صبی (بچہ)، ومجنون (پاگل)، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان صٖ)

تھانوی صاحب کی اس کفری عبارت کا صریح معنیٰ یہی ہے کہ جو بعض

علم غیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اس میں حضور کی کچھ خصوصیت نہیں ایسا علم غیب تو کلو، بدھو نتھو کو بلکہ ہر ایک بچے ہر ایک پاگل کو بلکہ ہر ایک جانور ہر ایک چوپائے کو بھی حاصل ہے مولوی تھانوی نے حضور کے مقدس علم غیب کو ہر خاص و عام شخص ہر ایک بچے اور پاگل ہر ایک جانور اور چوپائے کے علم غیب سے مشابہت دیکر حضور کی شان میں کھلی ہوئی گالی دی ہے۔

اب جب کہ پیشوایان وہابیہ مولوی گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی اور تھانوی کی مستند تحریروں سے ثابت و محقق ہوگیا کہ واقعی ان حضرات نے ضروریات دین کا انکار کیا عقیدہ دینیہ ضروریہ مسئلہ ختم نبوت کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ سبوح قدوس کے حق میں جھوٹ جیسے گندہ عیب کو ثابت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں شدید اور سخت گالی کا استعمال کیا تو ایسی حالت میں ان مولویوں کو کافر و مرتد کہنا بے احتیاطی سے خود کافر و مرتد ہونا تھا جیسا کہ فاضل دیوبند نمایندۂ وہابیہ مولوی مرتضیٰ حسن نے تحریر کیا ہے کہ۔

•—— جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہوگیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر و مرتد ہونا ہے ——•

(اشد العذاب ص۹)

•—— انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے ——•

(اشد العذاب ص۹)

اس لئے احتیاط ہی کے پیش نظر اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے المعتمد المستند جو ۱۳۲۱ھ میں مطبع تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی اس میں فتوٰے شرعیہ صادر فرمایا کہ مولوی تھانوی، مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی اور مولوی انبیٹھی اپنی عبارتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور عقیدۂ دینیہ ضروریہ ختم نبوت کا انکار کرنے کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ قطعاً یقیناً کافر و مرتد ہیں۔ چنانچہ اعلیٰحضرت تحذیر الناس، فتوی دستخطی

مہری گنگوہی، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات کفریۂ التزامیہ پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث مکمل کر لینے کے بعد لکھتے ہیں کہ

• ــــ ھؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین وقد قال فی البزازیۃ والدرر والغرر والفتاوی الخیریۃ ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا من معتمدات الاسفار فی مثل ھؤلاء الکفار من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔

یعنی یہ طائفے (مولوی نانوتوی، مولوی گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی اور ان کے ہم عقیدہ چیلے) سب کے سب کافر و مرتد ہیں باتفاق امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزازیہ، درر، غرر، فتاوی خیریہ، مجمع الانہر اور درمختار وغیرہ معتبر کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان کے کفری عقائد سے آگاہ ہو کر ان کے کافر ہونے اور عذاب پانے میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے ــــ • (حسام الحرمین ص۱۳ المعتمد المستند ص۲۵)

حسام الحرمین

اعلیحضرت نے المعتمد المستند کی وہ ساری بحثیں جو پیشوایان وہابیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کے بارے میں تھیں اور اپنا فیصلہ شرعیہ ان سب کو رسالہ مبارکہ حسام الحرمین میں لکھ کر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے اکابر علمائے اسلام کے سامنے جب تصدیق کے لئے پیش کیا تو ان حضرات نے متفق علیہ اجماعی فتاوی صادر فرمائے کہ ایسی گندہ کفری عبارتیں لکھنے کے سبب مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی قاسم، مولوی رشید احمد، مولوی خلیل احمد اور

مولوی اشرف علی بحکم شریعت اسلامیہ بلاشک و شبہ کافر و مرتد بیدین ہیں پھر ان علمائے اسلام نے اعلیحضرت کے فتوائے مقدسہ کی تصدیق و توثیق ہی پر بس نہ کیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عظیم و جلیل فضائل سے یاد کرتے ہوئے اپنا سردار و پیشوا تسلیم کیا۔ اب ذیل میں ان علماء اسلام کے نام لکھے جاتے ہیں جنھوں نے اپنی مہر و دستخط سے مجموعۂ فتاوی حسام الحرمین کو مزین فرمایا۔

اسمائے گرامی علمائے مکہ معظمہ

(۱) استاذ العلماء مفتی شافعیہ مولانا۔ شیخ محمد سعید بابصیل مکی (۲) شیخ الائمہ مولانا۔ شیخ احمد ابو الخیر میرداد مدرس و امام مسجد حرام (۳) امام العلماء مفتی حنفیہ علامہ۔ شیخ صالح کمال مکی مدرس حرم شریف (۴) علامہ محقق مولانا۔ شیخ علی بن صدیق کمال مکی (۵) عالم کبیر فاضل شہیر مولانا۔ شیخ عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی مصنف اکلیل (۶) غیظ المنافقین محافظ کتب خانہ حرم شریف حضرت مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی (۷) مولانا سید مرزوقی ابو حسین مکی مدرس حرم شریف (۸) فاضل کامل مولانا۔ شیخ عمر بن ابو بکر باجنید مکی (۹) مقدام العلماء مفتی مالکیہ مولانا شیخ عابد بن حسین مکی مدرس حرم شریف ۱۰۔ فاضل ماہر علامہ محمد علی بن حسین مکی مدرس حرم شریف (۱۱) مولانا علامہ جمال بن محمد بن حسین مکی مدرس حرم شریف، (۱۲) جامع اصول و فروع مولانا۔ شیخ اسعد بن احمد دہان مکی مدرس حرم شریف، (۱۳) فاضل ادیب علامہ شیخ عبد الرحمٰن دہان مکی (۱۴) مولانا۔ شیخ محمد یوسف افغانی ثم مکی مدرس مدرسہ صولتیہ (۱۵) مولانا۔ شیخ احمد مکی مدرس حرم شریف اجل خلیفہ حاجی شاہ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی (۱۶) فاضل کامل مولانا محمد یوسف

خیّاط مکی (۱۷) پیشوائے جلیل القدر مولانا۔ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل مکی (۱۸) فاضل کامل مولانا۔ شیخ عبدالکریم ناجی داغستانی مکی مدرس حرم شریف (۱۹) فاضل کامل مولانا۔ شیخ محمد سعید بن محمد یمانی مکی مدرس حرم شریف (۲۰) فاضل کامل مولانا۔ شیخ حامد احمد محمد جدادی مکی۔

اسمائے گرامی علمائے مدینہ طیبہ

(۱) تاج العلماء مفتی حنفیہ مولانا تاج الدّین الیاس مدنی (۲) فاضل ربّانی مولانا عثمان بن عبدالسّلام داغستانی سابق مفتی مدینہ منورہ (۳)۔ شیخ المالکیہ مولانا سیّد احمد جزائری مدنی (۴) کبیر العلماء مولانا شیخ خلیل بن ابراہیم خربوتی مدنی (۵)۔ شیخ الدّلائل مولانا سیّد محمد سعید بن سیّد محمد مغربی صاحب الدلائل (۶) فاضل جلیل مولانا محمد ممتا احمد عسری مدنی (۷)۔ شیخ الدلائل علامہ سیّد عباس مدنی بن سیّد جلیل محمد رضوان مدرس حرم نبوی (۸) فاضل کامل مولانا عمر بن حمدان محرسی مدنی مدرس حرم نبوی (۹) فاضل کامل علامہ سیّد محمد بن مدنی دیداوی (۱۰) فاضل ربانی مولانا۔ شیخ محمد بن محمد سوسی خیاری مدرس حرم نبوی (۱۱) جامع علوم نقلیہ حاوی فنون عقلیہ مفتی شافعیہ مولانا سیّد شریف احمد برزنجی مدنی (۱۲) فاضل شہیر مولانا محمد عزیز وزیر اندلسی تونسی مدنی (۱۳)۔ شیخ فاضل علامہ عبدالقادر توفیق شلبی مدرس حرم نبوی۔

الصّوارم الہندیہّ

اور پیشاور تا بنگال کے دوسو اڑسٹھ[۲۶۸] پیشوائے اسلام

یہ اعلیحضرت کی انتہائی دیانتداری اور کمال احتیاط تھی کہ آپ نے فتوائے تکفیر سے پہلے تحذیر الناس، حفظ الایمان، براہین قاطعہ وفتویٰ مہری دستخطی گنگوہی کی کفری عبارتوں کی بڑی چھان پھٹک کی ـــ ان کے ہر گوشوں کی خوب جانچ پڑتال کی ان کے ایک ایک جوڑ و بند کی اچھی طرح دیکھ بھال کی ان کے ظاہری اور باطنی معنی کی ایک حاذق ماہر حکیم کی طرح تشخیص و تنقیح فرمائی ان کے قریب و بعید تمام پہلوؤں کو خوب ٹٹولا تاکہ کوئی سا بھی پہلو اگر اسلامی معنی کا حامل ہو تو ان عبارتوں کے لکھنے والوں کی تکفیر نہ کی جائے لیکن جب ہر طرح کی جانچ پڑتال اور تنقیح و تحقیق کے بعد یقینی طور پر متعین ہوگیا کہ عبارتوں کے یہ مردہ جسم روح اسلامی کے معنی اور حیاتِ ایمانی کے مفہوم سے بالکل ہی خالی ہیں۔ ان عبارتوں کا کوئی بھی پہلو ایمان و اسلام سے موافقت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تب آپ نے فتوی دیا کہ یہ عبارتیں قطعی یقینی کفری ہیں اور ان کے لکھنے والے یقینی طور پر کافر و مرتد ہیں۔ اعلیحضرت کی اسی چھان پھٹک کا نتیجہ ہے کہ جب آپ کا فتوائے مقدس حسام الحرمین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے حکمائے اسلام و علمائے کرام کے سامنے پیش ہوا تو کسی بھی مفتی شرع نے آپ کے فتوی میں کوئی خامی نہ پائی اس لئے سب نے بالاتفاق

اپنی مبارک تصدیقات سے حُسام الحرمین کی حقّانیت کو آفتاب کی طرح روشن و تابناک کردیا اور اعلیٰحضرت کے علم و دانش فضل و کمال کا کھلے طور پر اعتراف فرمایا۔ پھر جب اعلیٰحضرت کا یہ حقّانی فتویٰ غیر منقسم ہندوستان کے پیشوائے اسلام کے سامنے تصدیق کے لئے پیش کیا گیا تو سرکار مارہرہ مطہرہ، آستانہ کچھوچھہ مقدّسہ، جبل پور، دربار علی پور سیدان (پنجاب) سرکار اعظم اجمیر مقدس، دار الافتاء منظر اسلام بریلی، دار الافتاء مراد آباد، مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور، آرہ، بانکی پور پٹنہ، سیتا پور، ریاست جلال آباد، ضلع فیروز پور پنجاب، پوکھریرا ضلع مظفر پور، ریاست بھاولپور پنجاب، گڑھی اختیار خاں بھاولپور، کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ پنجاب، کھروٹہ سیدان ضلع سیالکوٹ، چتوڑ راجپوتانہ، لودھیانہ پنجاب، دہلی، مزنگ، لاہور، سہاور ضلع ایٹہ، مدراس، بھین ضلع جہلم، سنبھل ضلع مراداباد، دادوں ضلع علیگڑھ، شاہجہاں پور، نکودر ضلع جالندھر، مئو ضلع اعظمگڈھ، معسکر بنگلور، امروہہ ضلع مراداباد، گھنوڑہ ضلع ہوشیار پور پنجاب، وزیرآباد، رامپور، کانپور، آنولہ ضلع بریلی، ہلدوانی ضلع نینی تال، مان بھوم، حیدرآباد دکن، سورت، بھڑوچ گجرات، بدایوں، بھیمڑی ضلع تھانہ، جام جودھپور کاٹھیاواڑ، دھوراجی کاٹھیاواڑ، پیلی بھیت آگرہ، پبی ضلع پشاور، فرنگی محل لکھنؤ، سراج گنج بنگال، پارہ ضلع اعظمگڈھ، کرمبا ضلع بلیا، فتح پور ہسوہ، جاورہ، ننگل ضلع حصار، گونڈول کاٹھیاواڑ، جوناگڈھ کاٹھیاوار، جلال پور جٹان پنجاب، بڑودہ، سلطان کوٹ سندھ، گڈھی یاسین ضلع سکھر سندھ، ڈیرہ غازی خاں پنجاب، ماتر ضلع کھیڑا گجرات کے ۲۶۸ مفسرین کرام، فقہائے عظام، محدثین عالی مقام مفتیان فخام، علمائے اسلام ومشائخ اعلام نے الصوارم الہندیہ مطبوعہ برقی پریس مراد آباد کے اندر تحریری طور پر فتوی حُسام الحرمین کی تصدیق کی اور اس کے بیان کردہ احکام شرعیہ سے اتفاق فرمایا ہم طوالت کے خوف سے

ان حضرات کے اسمائے گرامی اور ان کے ایمان افروز شیطان سوز مضامین عالیہ یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

نمائندہ وہابیہ ناظم تعلیمات دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کا فیصلہ کُن بیان

سنی مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے تو صرف اعلیحضرت احمد رضا مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ کے اکابر پیشوائے اسلام اور بنگال تا پشاور کے مشاہیر، علمائے کرام کے مقدس فتاوی ہی کافی اور وافی ہیں لیکن یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ اور اعلیحضرت کی کرامت جلیلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شک وشبہ میں گرفتار مذبذب حضرات کی ہدایت کا سامان پیدا فرماتے ہوئے نمایندۂ وہابیہ کے قلم سے بھی حق لکھوا دیا اور حسام الحرمین کی تصدیق کرادی چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ۔

• ـــــ اگر (مولانا احمد رضا) خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند (مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی) واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو (مولانا احمد رضا) خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہوجاتے جیسے علمائے

اسلام نے جب مرزا غلام احمد صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے۔ اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں۔ چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے ———۔ (اشد العذاب مولوی مرتضیٰ حسن ص۱۳)

یہ بیان کسی سنی عالم کا نہیں بلکہ ناظم تعلیمات دیوبند کا فرمان والاشان ہے لہٰذا وہابی دیوبندی حضرات ضد، ہٹ اور تعصب سے بے پرواہ ہو کر اس کو غور سے پڑھیں اور خوب سمجھ لیں کہ ان کے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے نزدیک۔

• ——— اگر اعلیٰحضرت احمد رضا مولوی گنگوہی، نانوتوی وغیرہ پیشوایان وہابیہ کو کافر و مرتد نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے اور جس طرح علمائے اسلام پر مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد کہنا فرض تھا ٹھیک اسی طرح اعلیٰحضرت پر ان مولویوں کو کافر کہنا فرض تھا ———

فیض آباد یوپی کا تاریخی مقدمہ اور

پیشکار، مختار، وکیل، بیرسٹر، مجسٹریٹ

جج وغیرہ کے جمگھٹے میں حسام الحرمین کا اعلانِ حق

حسام الحرمین کا مقدس فتویٰ ابھی تک صرف علمائے اسلام سے اپنی حق گوئی اور باطل سوزی کی سند حاصل کر سکا تھا لیکن غیب سے ایسا سامان

پیدا ہوا کہ کچہری اور کورٹ کے مجسٹریٹ نیز جج صاحبان سے بھی اس نے اپنی حقانیت وصداقت کا لوہا منوالیا اس کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت شیر بیشۂ سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ والرضوان نے ضلع فیض آباد کے علاقہ قصبہ بھدرسہ اور اس کے قرب وجوار میں ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء تا ۶ جون ۱۹۴۶ء مسلسل تقریریں فرمائیں جن میں آپ مذہب اہلسنت کی تبلیغ اور سنی مسلمانوں نیز دیگر حاضرین کی نصیحت وہدایت کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے مضامین پڑھ کر سناتے رہے۔ وہابیوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ کرنے کے لئے تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور مختصر سیرت نبویہ کی عبارات کفریہ کتاب کھول کھول کر لوگوں کو دکھلاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے وہابی دیوبندی جو بیچارے اپنے پیشواؤں کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہ تھے توبہ کرکے سنی مسلمان ہو گئے جب گھاگ وہابیوں نے دیکھا کہ علامہ لکھنوی کے ہاتھوں وہابیت کی مٹی پلید ہوتی جارہی ہے تو انھوں نے اپنے علماء سے سازش کرکے علامہ لکھنوی کے خلاف مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ درجہ اوّل شہر فیض آباد کے اجلاس میں استغاثہ دائر کردیا جس میں یہ الزام قائم کیا کہ۔

• ——— ملزم (مولانا حشمت علی) نے بتاریخ ۸ جون ۱۹۴۶ء بوقت ۹ بجے شب لغایت ۱۲ بجے شب ایک تقریر کی جس کے دوران میں ملزم نے مدعیان کے مذہبی عقائد مجروح کرنے نیز فرقہ وارانہ فساد برپا کرنے کی غرض سے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی مولوی خلیل احمد انبیٹھی مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالشکور کاکوروی لکھنوی کافر ومرتد بے دین ہیں ملزم کی تقریر مذکور سے مدعیان اور ان کے علمائے دین کی سخت توہین اور دل آزاری ہوئی۔

عالی جاہا! ملزم نہایت ہی مفسد آدمی ہے اور جرم دفعات ۲۹۸ / ۵۰۰ ۱۵۳ الف کا مرتکب ہے۔ لہٰذا تدارک ملزم حسب دفعات

بالا فرمایا جائے ۔

عرضی :۔ فدویان عبدالمجید خاں و سراج الحق خاں و حبیب اللہ مدعیان ساکنان قصبہ بھدرسہ ضلع فیض آباد مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۴۶ء ۔۔۔۔۔

کاروائی استغاثہ کے مطابق حضرت شیر بیشہ سنت علامہ لکھنوی جب کورٹ میں پہنچے تو مجسٹریٹ نے استغاثہ کے متعلق جواب طلب کیا آپ نے اجلاس میں تحذیرالناس براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فوٹو فتوی مہری دستخطی گنگوہی اور مختصر سیرت نبویہ مصنفہ عبدالشکور کاکوروی پیش کیا اور ان کی عبارات کفریہ سے مجسٹریٹ کو آگاہ فرمایا اور اس کے ساتھ ہی آپ نے مجسٹریٹ پر یہ بھی واضح کر دیا کہ دنیائے سنیت کے عظیم و جلیل پیشوا شیخ الاسلام اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولوی تھانوی، مولوی نانوتوی، مولوی گنگوہی مولوی انبیٹھی پر ان کے عقائد کفریہ یقینیہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ جو مقدس کتاب حسام الحرمین میں چھپ کر پورے ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے اور اس فتوی کی تصدیق عرب شریف کے اکابر پیشوائے عظام اور ہندوستان کے دو سو اڑسٹھ ۲۶۸ علماء اسلام اپنی مہر اور دستخط کے ساتھ کر چکے ہیں حسام الحرمین کے فتوی میں ایک حکم شرعی یہ بھی ہے کہ جو شخص مولویان مذکورین بالا کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے تو بحکم قانون شرع وہ بھی کافر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مبلغ وہابیہ کی زاری میں ہندوستان کے چورانوے علماء اسلام نے شرعی فتوی دیا کہ مولوی عبدالشکور کاکوروی نے اپنی کتاب نصرت آسمانی ص ۱۵، ص ۲۷، ص ۴۴، ص ۴۱ میں مولوی تھانوی اور انبیٹھی کی کفری عبارتوں کی حمایت و طرفداری کی ہے۔ لہذا مولوی عبدالشکور کاکوروی ایڈیٹر النجم بھی بحکم شریعت اسلامیہ کافر و مرتد بیدین ہیں۔

پھر علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنے بیان کی تصدیق نیز مجسٹریٹ کے اطمینان

کے لئے اجلاس میں حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہ کتابیں پیش فرمائیں اور ان کے ساتھ اپنا ایک طویل تحریری بیان بھی پیش کیا جس میں آپ نے عبارات حفظ الایمان صـ۸، براہین قاطعہ صـ۵۱ و فوٹو فتوی گنگوہی وغیرہ کی بندی کی چندی کر کے ان کو اتنا عام فہم بنا دیا کہ انگریزی داں غیر مسلم مجسٹریٹ بھی پوری طرح سمجھ گیا کہ مولوی تھانوی، مولوی گنگوہی وغیرہ نے ضرور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کھلی گستاخی اور بے ادبی کی ہے اور یہ لوگ یقینی طور پر حسام الحرمین کے فتوی کے مطابق کافر و مرتد ہو چکے ہیں۔

اس مقام پر وہابی حضرات ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ کسی نے مجسٹریٹ کے سامنے المہند کا مضمون نہیں سنایا اور نہ کسی نے اجلاس میں پیشوایان وہابیہ تھانوی وغیرہ کا مسلمان ہونا ثابت کیا اس لئے کہ اس تاریخی مقدمہ میں وہابیوں کے مشہور عالم چرب زبان مقرر مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوری وہابیت کے اکسپرٹ عالم کی حیثیت سے پیش کئے گئے اور بر سر اجلاس مجسٹریٹ کے سامنے حضرت شیر بیشۂ سنت علامہ لکھنوی اور مولوی ابوالوفا کے درمیان ایک طویل و عریض مناظرہ ہوا جس میں پیشوایان وہابیہ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے دیوبندی میگزین کے نئے اور پرانے جتنے بھی ہتھیار تھے وہابیت کے اس اکسپرٹ عالم نے وہ سب استعمال کر ڈالے لیکن احمد رضا کے شیر حشمت علی نے حرمین کی حسام براں سے کفر و ارتداد کے قلب و جگر کو کاٹ کر پھینک دیا اور بارگاہ رسالت کے گستاخ باغیوں کے طرف دار مولوی کو لوہے کے چنے چبوا دیے اور دلائل شرعیہ کے کانٹے پر پیشوایان وہابیہ مولوی تھانوی گنگوہی وغیرہ کا کافر و مرتد ہونا ایسا بے نقاب فرمایا کہ مولوی ابوالوفا جیسا گھاگ ہوشیار مشاق عالم بھی مجسٹریٹ کے سامنے دیوبندی کفریات پر پردہ ڈالنے میں ہر طرح ناکام رہا اور پیشوایان وہابیہ کا مسلمان ہونا ثابت نہ کر سکا اب ہم مجسٹریٹ کے فیصلہ کی طویل بحث کا وہ حصہ یہاں نقل کرتے جو اس کے فیصلے کی روح ہے۔

مجسٹریٹ کا فیصلہ

• ـــــ ملزم کہتا ہے کہ اس نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی تقریر بھدر سے میں نہیں کی اور نہ اس نے کبھی بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو مستغیثانُ نے حلفاً بیان کئے ہیں نہ کبھی وہ اس طرح ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ قطعی طور پر کہتا ہے کہ اسُ نے ۷ جون کے پہلے کچھ تقریریں کی تھیں جن میں اس نے مختلف کتابوں (یعنی حسام الحرمین الصوارم الہندیہ، مبلغ وہابیہ کی زاری) سے کچھ عبارتیں پڑھیں تھیں ان کتابوں میں یہ مولویان (اشرف علی تھانوی، رشید احمدُ گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمدُ انبیٹھی اور عبدالشکور کاکوروی)، اسلامیُ فتویٰ سے بیدین کافرمرتد اور دیو کے بندے کہے گئے ہیں۔

اب ہم دیکھیں گے کہ تقریر میں کیا کہا گیا مستغیثان نے تحریر میں کچھ بھی نہیں دیا کہ ملزم نے کیا کہا۔ صرف مستغیثان اور دو گواہوں کا بیان ہے کہ ملزم نے اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ یعنی مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھی مولوی عبدالشکور کاکوروی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کافر و مرتد اور بیدین ہیں استعمال کئے ہیں ملزم یہ مانتا ہے کہ اس نے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر وہ عبارت دوسری تھی۔ گواہ نمبر(۱) کہتا ہے کہ (ملزم کی) تقریر کو کسی نے بھی نوٹ نہیں کیا۔ اور نہ خود اس (گواہ) نے نوٹ کیا ملزم نے جو الفاظ کہے ہیں وہ اس کو زبانی یاد ہیں اور کچھ مختصر مفہوم تقریر کا بھی یاد ہے۔ اس (گواہ نمبر(۱)) کے بیان کے مطابق ملزم تقریر کے وقت کتابیں اپنے ہاتھ میں لیتا تھا۔ اس بیان سے ملزم کی بات کو تقویت ملتی ہے۔

ملزم اقرار کرتا ہے کہ اسنے ان مولویوں کے حق میں اوپر کے لکھے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن عبارت دوسری ہے اور اسنے وہ الفاظ چند کتابوں کی تحریر کی مدد سے لئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ملزم کا فعل بالکل درست تھا کہ وہ کتاب سے پڑھ رہا تھا اور ملزم یہ بات نیک نیتی سے پبلک کی آگاہی کے لئے کر رہا تھا تاکہ وہ مذہبی بات

سمجھ لیں اسلئے ملزم کا فعل دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند میں نہیں آتا ملزم کی تقریر سے پبلک کے اشتعال جھگڑے کے احتمال کے متعلق کچھ گواہوں نے یہ بیان کیا کہ ملزم کی تقریر سن کر بہت سے (وہابی) لوگ اس کی باتیں سمجھ کر ملزم کے ہم مذہب (سنی) ہو گئے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ملزم کا وعظ بہت دلچسپ تھا۔

اس مقدمہ میں ایک اکسپرٹ مولانا ابوالوفا پیش کیا گیا ملزم نے مذہبی امور میں خود بڑی لمبی جرح اس پر کی مولانا ابوالوفا کی گواہی کو مقدمہ کی گواہی کہنے کی بجائے مذہبی مناظرہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

میرا خیال ہے جیسا کہ میں نے اوپر بحث کی ہے کہ ۸/جون ۱۹۴۶ء کا واقعہ سراسر گڑھی ہوئی بات ہے اور ایسا کوئی واقعہ نہ ہونے پایا ملزم کی وہ اگلی تقریریں تھیں جن سے (وہابی) مستغیثوں کی دل آزاری ہوئی کیونکہ فریق ثانی (سنی مسلمانوں) کے عقائد پر قبضہ جما رہے تھے اس لئے مستغیثوں نے بغیر سیاق و سباق کا تعلق دیکھتے ہوئے تقریر کے چند الفاظ لے کر ملزم کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ میرے خیال میں ملزم کو اس کی جماعت میں صرف بدنام کرنے کے لئے یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے کیونکہ وہ مذہبی مبلغ ہے اور اچھی مقدار میں مریدین رکھتا ہے جیسا کہ دوران مقدمہ میں دیکھا گیا۔

میں ملزم (مولانا) حشمت علی کو تعزیرات ہند کی دفعات ۵۰۰، ۱۵۳ ۲۹۸ سے جن کا الزام اس پر لگایا گیا ہے اور اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے بے قصور قرار دیتا ہوں اور اس کو زیر دفعہ ۲۵۸ ضابطہ فوجداری آزاد کرتا ہوں۔

دستخط:۔ مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ درجہ اوّل
فیض آباد

۲۵/ستمبر ۱۹۴۸ء

سیشن جج کا فیصلہ

۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۷ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء کے اس تاریخی فیصلے نے دنیائے وہابیت میں تہلکہ مچا دیا دیوبندیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی ان کے سارے فتنہ پرور منصوبے خاک میں مل گئے حق و باطل کے اس معرکہ میں میدان حسام الحرمین کے ہاتھ رہا اور بارگاہ رسالت کے باغیوں کے گلے میں شکست و ذلت کا طوق پڑا ــــــ پھر وہابیوں نے سوچا کہ اس فیصلے نے تو غضب ہی ڈھا دیا کہ مجسٹریٹ نے شیر رضا کو جیل خانہ کے پنجرہ میں بند کر دینے کی بجائے اس کو باعزت طور پر آزاد کر دیا اور حسام الحرمین کی حقانیت و صداقت کا لوہا بھی مان لیا اس لئے مجسٹریٹ کے اس فیصلے کو توڑ وا دینا بہت ضروری ہے۔
چنانچہ اپنی ناکامی کو کامیابی سے بدلنے کے لئے ایک بار پھر انھوں نے زور باندھا اور مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف سشن جج یعقوب علیؒ کے اجلاس میں اپیل دائر کر دی سشن کورٹ کے فاضل جج نے اپیل پر بحث کرتے ہوئے فیصلہ لکھا جس کا اقتباس ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

• ــــــ ملزم نے بیان کیا کہ ۷ جون سنہ ۱۹۴۶ء کے قبل اس نے چند تقریریں بھدرسے میں کیں جن میں اس نے (حسام الحرمین الصوارم الہندیہ وغیرہ) کتابوں سے چند عبارتیں پیش کیں اور ان عبارتوں میں (مولوی تھانوی مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی وغیرہ) علماء جو کہ استغاثہ میں درج ہیں بذریعہ فتویٰ کافر مرتد بے دین دیو کے بندے اور وہابی قرار دیے گئے تھے۔
۷ جون سنہ ۱۹۴۶ء سے قبل تقریریں جو کہ ملزم نے بھدرسے میں کی تھیں

ان کا مضمون کچہری میں خود ملزم نے پیش کیا جس پر E x.D7 پڑا ہے۔

فریقین کی طرف سے ثبوت پہنچنے کے بعد لائق مجسٹریٹ نے اولاً یہ فیصلہ کیا کہ ملزم نے ۸ جون ۱۹۴۶ء کو کوئی تقریر نہیں کی جس کی مستغیثان شکایت کرتے ہیں اور یہ صرف ایک بنایا ہوا قصہ تھا دوسرا فیصلہ مجسٹریٹ نے یہ کیا کہ یہ الفاظ ملزم نے گذشتہ دوسری تقریروں میں استعمال کئے تھے جن سے ان کے جذبات کو صدمہ پہنچا تھا کیوں کہ انھوں نے ان الفاظ کا سیاق و سباق سے تعلق دیکھے بغیر غلط مطلب نکال لیا اور یہ غلط مقدمہ ملزم کے خلاف دائر کیا۔ اس پر لائق مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کر دیا اور یہ اعتراض کیا کہ ملزم چونکہ مذہبی مبلغ ہے اور اس کے بہت کافی مُرید اور معتقد ہیں اس لئے پبلک میں اس کی بے عزتی کرنے کو یہ مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ ملزم اس وجہ سے بری کر دیا گیا تھا۔

اور اسی بریت کے خلاف مستغیثان نے نگرانی کی درخواست دی ہے اور وہ اس حکم کے خلاف ہیں۔ فریقین کے لائق وکلاء کی طویل بحثوں اور فریقین کے پیش کردہ زبانی اور تحریری ثبوت کو بہت غور سے پڑھنے اور سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ درخواست نگرانی کچھ دم نہیں رکھتی۔

لائق مجسٹریٹ کی تجویز سے مجھ کو پتہ چلتا ہے کہ لائق مجسٹریٹ نے ثبوت زبانی و تحریری کو بغور دھیان دیا اور ملاحظہ کیا اور یہ صحیح فیصلہ کیا کہ ملزم نیک نیتی کے ساتھ کتابوں کی عبارتیں پڑھنے میں صحیح راستے پر تھا۔

لائق مجسٹریٹ کا فیصلہ جس میں اس نے ملزم کو بری کر دیا فریقین کے پیش کردہ ثبوتوں کی بنا پر بالکل صحیح اور درست ہے۔ مستغیثان میرے سامنے لائق مجسٹریٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی غلطی یا اور کوئی غلطی نہ بتا سکے۔ درحقیقت اس اپیل میں کوئی جان نہیں ہے۔ میں اس کو خارج کرتا ہوں۔

دستخط: یعقوب علی سشن جج فیض آباد

۲۸ راپریل ۱۹۴۹ء

واضح ہو کہ وہابیوں کا دائر کردہ مقدمہ دو برس تین ماہ تیرہ دن جاری رہ کر ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ختم ہوا پھر ان کی اپیل کا فیصلہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء کو ہوا۔ فرحت افزا فتح مبین میں وہابیوں کے استغاثے کا پورا مضمون مستغیثان و بعض گواہوں کا بیان ظہری پھر برسر اجلاس حضرت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کا زبانی مختصر بیان اور تحریری طویل بیان پھر مجسٹریٹ اور جج کا انگریزی میں فیصلہ اور اس کا اردو ترجمہ چھپ کر ہندوستان بھر میں شائع ہو چکا ہے۔ جو صاحب اس تاریخی مقدمہ کی کارروائی اور حضرت شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ کا کامل تحریری بیان اور مجسٹریٹ و جج کا مکمل فیصلہ دیکھنا چاہیں وہ فرحت افزا فتح مبین کا مطالعہ فرمائیں ہم نے مجسٹریٹ کا فیصلہ اسی کتاب فرحت افزا کے صفحہ ۴۳ تا صفحہ ۴۷ سے اور جج کا فیصلہ ص ۵۱ تا ص ۵۴ سے نقل کیا ہے۔

مجسٹریٹ اور جج کے فیصلوں کا

اصل انگریزی متن

"سوانح اعلیحضرت" کی سابقہ اشاعتوں میں مجسٹریٹ اور جج کے انگریزی فیصلوں کے اقتباس کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا گیا تھا لیکن زیر نظر کتاب میں کالج، یونیورسٹی، کورٹ کے انگریزی داں حضرات ماسٹروں، پروفیسروں، بیرسٹروں اور وکیلوں کے مزید اطمینان کی خاطر مجسٹریٹ اور سیشن جج کے مکمل فیصلوں کا اصل انگریزی متن بھی شامل اشاعت کیا جا رہا ہے اب انگریزی داں حضرات آنے والے صفحات میں اصل فیصلہ ملاحظہ کریں۔

۷۸۶
۹۲

وہابیوں پر سنیوں کی فتح عظیم

GREAT VICTORY
Of
SUNNIES AGAINST WAHABIES

Publishers:- Rashid Hasankhan Kadri
Mohalla Bhoorekhan Pilibhit.

CHOUHAN PRINTING PRESS, GONDAL.

Copy of a judgement dated 25-9-1948 passed by M.P. Agarwal Magistrate I Class Faizabad in case No.1/84 u/s 298/500/153 I.P.C. Abdul Hamid Khan and others v/s Hashmat Ali P.S. Pura Qalandar (SEAL) 1359/Ibrar Husain Abdul Hamid Khan and others..Versus Hashmat Ali u/s 500/298/153 I.P.C. Abdul Hamidkhan Sirajul Haq Khan and Habibullah of Qasba Bhadersa have filed this complaint against one Hashmat Ali of Pilibhit on the following allegations:-

That the complainants are Hanfi Musalmans and the accused is a resident of Pilibhit and poses himself to be an Alim of Barelvi ideas. The accused wants that there should be dissension in different seets of MuslimCommunity and uses filthy language against those

Muslims who are not of his ideas. He is staying in Qasba Bhadresa for about a month and during the course of his stay he is trying to propaga-te his ideas by every possible means. During the course of his stay he with the help of the people of his ideas delivered several lectures and during the course of his speech he rised insulting language against the complainants and their Ulmas whom they respect. The complainants tried that the accused should stop this method of insult but to no use. On the 8th June '46 between 9 and 12 at night the accused delivered a speech in which he told certain matter which was insulting and lead-ing to dissensions between different sects. The words were "MOLVI ASHFAQ ALI THANWI, MOLVI MOHAMED QASIM

NANOTVI, MOLVI KHALIL AHMED AMBETHAVI MOLVI ABDUL SHAKOOR KAKORVI, MOLVI ABDUL RASHID GANGOHI' are kafir, Murted, and Bedin. Further, he said 'Musammian Abdul Hmid Khan, Habibulla Mohamed Sharif Khan, Molvi Sirajulhaq Mohamed Aurif residents of Bhadaresa are Wahabi, Murtad, Kafir, Bedin and Deo-ke-Bande. In addition to this the accused is also trying that the peopl of his ideas should not mix with the people of other ideas, nor there shou--ld be marriages between them in other words there should be social boycott of the people of other ideas. The accused is propagating feeling of hatred between one Muslim and another This speech of the accused has harmed the reputation of the complainants and their Ulmas, and is defamatory to them. The accused also intended to create religious hatred between one

sect and another of Muslim community. The complainant Abdul Hamid Khan had made F.I.R. st police also to this effect. The accused Hashmatali has charged U/s 500/298/153 I.P.C. to which he pleads not gulty , and alle--ges that he delivered no speech at Bhadarsa on 8th June'46 nor he used these words as alleged by the compla--inants nor he ever uses words in this manner. He alleges that before 7th June'46 he delivered certain lec--ctures wherein he quoted certain passages from different books. In these books these Maulanas have been declared by Fatwas to be Kafirs, Murtad bedin, Deo-ke-Bande and Wahabis. He did not tell them so on his own initi--ative. He did not even recognise the complainants the being of the views of these Maulanas might have taken it

for themselves. On 7th June'46 there was an agreement between the two part--ies not to have any religious discu--ssion of 15 days in Qasba Bhadarsa without the order of district Magistr--ate. A note of the lectures by the accused before the 7th June'46 at different places has been filed.

Here in, we have to see if the accused delivered any lecture on the 8th June,'46 alleged by the prosecut--ion, and secondly if it was defamato--ry with respect to the complainants and the accused malligantly and want only by doing an illegal act gave pro--vocation so as to cause the offence of rioting.

As regards the date of lecture which is alleged to have been delivered on the 8th June,'46, it is alleged that

Abdul Hamid Khan made an F.I.R. is no not coming on record nor it has been proved by any witness. This goes against the prosecution that no F.I.R was made. The complaint has been filed on 12th June,'46, there is no explanation for the delay in the absence of any F.I.R. PW 1 Sirajulhaq has deposed that on the 7th June,'46 police came in the Mauza and the police and the Chairman Town Area proclaimed that there should be no religious discussion in Bhadarsa with out previous sanction nor any public meeting should be held whereby there may be danger of breach of peace. It is not possible that after this proc--lamation there could be any public speech inspite of this proclamation. Sirajulhaq has deposed in cross exami--nation that the complaint was filed

some seven or eight days after the occ-urance. We find the complaint dated 12th June'46 which means that the occurance took place some time on 4th or 5th June'46. Abdul Hamid Khan, the complainant deposes that discussion was to take place on 7th June,'46 but on the report of Mohamed Akbar police arrived and the witness and others made an agreement that there should be no such discourse wherein the feelings may be injured. This was on the evenin of the 7th June,'46 and the same night the complainant delivered lecture and Abdul Hamid Khan made F.I.R. on the morning of the 8th June at P.S. This finishes the date of occurance 8th June,'46.

The statement of two of the complai-nants shows that the lecture could not have been delivered on the 8th

June, '46 but it was before that date. Now, we have to see the matter of speech. There is nothing in writing on behalf of prosecution about the subject of the speech. There is the evidence of of the three complainants and two more witnesses that the accused uttered the words given above. The accused admits to have told these works with reference to those Maulanas, but the content was a different one.

P.W.1 deposes that nobody noted the speech nor he had noted it. He remembers only so many words uttered by the accused and jist of the lecture he could say. The accused according to him was taking books in hand at the time of speech. This supports defence version. None of the witnesses nor any other person noted the lecture; the accused has filed the subject matter of lecture in writing and it is presumed to be correct in the absence any other writing. These witnesses have denied certain portions read over to themfrom his writing, but oral denial is nothing. The accused admits to have

told these words with respect to these Maulanas bu the context is different and he told it with the help of certain books in writing. In my opinio-n he was quite justified in reading from books, and the accused told it in good faith to warn the public regarding religious matter, and he comes under exceptions of section 500 I.P.C. As regards provocation to the public and thereby causing riots, some of the witnesses have deposed that by the lecture of the accused most of the persons went over to the belief of Maulana, which meansaccused's version was convincing. Abdul Hamid Khan com--plainant deposes that there was danger of breach of peace due to dis--cussion and not due to lecture, and Abdul Hamid Khan was the person to give open challance for Manazra (discussion) so it was not due to the accused but rather the complainants were responsible for it.

One Abdul Wafa an expert Maulana has been produced in the case, who has been cross examined at a very great

length by the accused himself on religious matter. His evidence was mostly a religious discussion (Manaz--ra) so to say than evidence regard--ing the case. In religious discuss--ion there is never defeat or success as it always happend that different meanings are put to quotations in books of every religion and people take their own meaning fitting to their own ideas and thereby the whole matter ends. No body tries to look to the real sense and the subjects of th the writer and the circumstances under which, those scriptures were prepared. The complainants belong to one sect of ideology and the accused belongs to another sect. It is appa--rant from the evidence of Abdul Hamid Khan that certain letters pass-ed between him and Ashraf And Akhtar on the other side. These persons were signing authorities and the Ulmas of one side gave the subject matter and the other side replied as mouth piece of their Ulmas Abdul Hamid Khan has used the same words for the

accused which he deposes to be in reply to Ashraf and Akhtar's letters.

From the evidence on record it appears to my mind that Abdul Hamid Khan is a religious fanatic of his sect. and he left aggrieved by the lectures of the accused on May '46 and he challenged his followers for Manazra, which was to take place on June, '46. He had called one Maulana Noor Mohammed for it. He has deposed that he wanted police arrangement for it, as there was danger of breach of pesce in it. This fact was reported to the police and Manazra was stopp--ed. The complainant Abdul Hamid Khan left aggrmived all the more as the accused had his stay in the Mousa and people heard him and under--stood his ideans which he wanted to refute by this Manazra. He joined two more persons of his ideas and took opportunity of fixing up the occura--nce of 8th June, '46, which never took place as discussed above, and filed this false and frivolous complaint against the accused which

he could not substantiate. What possibly could be the reason that he could not find respectable people of Bhadarsa to support him, if really the accused delivered speech on 8th June, '46 which tend to create reli--gious feelings of hatred between one sect of Muslims and another sect. Only three complainants have been addused, one Tajammul Husain has been produced who alleges himself to be a Hakim at Bhadarsa and lives at Shahbadi at 2½ miles. He did not go home that day and went to the lecture. He has deposed that Maulana Hashmat Ali has said that Maulanas have written so in their books and so they have become Kafirs. This state--ment supports defence theory. One Qayamali resident of one mile has

been produced. He deposes that Maula-
-na had said, do not act on the ways
told by Deoband Maulanas. I was act-
-ing on their way and I told him that
if I were to be convinced how their
ways are bad, I would change myself.
There was milad and I went away.
Excepting these two witnesses of ano-
-ther Mausaz no other witness of fact
has been produced. In my opinion as
I have remarked above, the occurance
of the 8th June'46, is all got up
storey, and no such occurance took
place. It was on the previous lecture
of the accused, which injured the
feelings of the complainants as the
other sect. ideas were gaining ground
that they took certain words of the
speech without the reference and
context and started this false case

against the accused.

In my opinion this case has been filed simply to put to race the accused in the community as he is a religious preacher and has got good following as appeared during the course of trial.

P.W.7 has been produced to prove so some case against the accused in Bur--ma which is of no avail.

I told the accused Hashmatali not guilty of the offences U/s 500/153/298/ 298/ I.P.C for which he has been charged and tried and acquit him U/s 258 Cr. P.C.

Sd./M.P.Agarwal

Magistrate I Class
Faizabad. 25-9-48

True copy:Sd/Illegible
Head Copyist,
Collectorate Faizabad

Copies by Jay Ramdas
Compared by: Not legible
Words about 2016

Words about
1 8 0 0

IN THE COURT OF THE SESSION JUDGE
F Y Z A B A D

......

Copy of order dated 28th April, 1949
passed by Shri Y. A. Rizvi
Session Judge,
FYZABAD

Fyzabad Criminal Revision No.
58 of 1948

(S E A L)

11 / 30-4-1949

Sri Kaniya Prasad

1) Sirajul Haq 30 years son of
Mohammed Zahoor Khan.

2) Habibullah 44 years son of
Jumman, Resident of village
Bhadarsa, Police Station,
Pura Qalandar, District-
F Y Z A B A D

Applicants

Versus

Rex through Hashmatali son of
Nawab Ali Khan of Mohalla Bhoorkhan
Distt. Pilibhit ... OPPOSITE PARTY

Revision under section 435 CR.
P.C. against the judgement and
order dated 25th September, 1948
by Shri Mahabir Prasad Agarwal,
Special Magistrate 1st class,
Fyzabad, acquitting the accused

opposite party from the charges under section 298, 500 and 153 I.P.C.

....

Fyzabad Criminal Revision No. 58 of 1948 Sirajul Haq and Another

V/S

Hashmat Ali

ORDER

This is a revision application against the order dated 25th Sept. 1948, passed by Shri Mahabir Prasad Agarwal, Special Magistrate First Class, Fyzabad, acquitting the accused, Hashmat Ali of the offence under section 298, 500 and 153 I.P.C.

On June 12, 1946, applicants Abdul Hamid Khan, Sirajul Haq and Habibullah, residents of Qasba

Bhadrasa, Police Station, Pura Qalandar, who are Hanfi Musalmans filed a complaint for offences under sections 298, 500 and 153 A, against the opposite party (accused Hashmat Ali, a resident of Pilibhit on the allegations that he posed as an Alim and a follower of Barelvi ideas, that in order to create dissensions among different sects in the Muslim community in the town of Bhadrasa, he used filthy language against those Muslims who do not follow him, that he had been staying in Bhadrasa for about a month during which period he had been propagating his ideas by delivering lectures and making speeches in which, he used insulting

language against the complainants and Ulmas they follow and respect, and that on the 8th June, 1946, between 9 and 12 o'clock at night, the accused delivered a speech during which, in order to injure the religous feelings of the compl--ainants, he used insulting and abusive language in a public gather--ing by saying :-

"That Molvi Ashraf Ali, Molvi Mohammed, Molvi Khalil Ahmad, Molvi Abdul Shakoor, and Molvi Abdul Rashid were Kafirs, Murtads and Bedin (Apostates), that he also said during the same speech that the complainants and one Mohammed Arif, residents of Bhadrasa, were

wahabis, Murtads, Kafirs, Bedeen and Deo-ke-Bande, that in addition to this speech, the accused had been trying that his followers should not mix up with people , holding different ideas, that there should be no inter marriages betw--een them and that his followers should specially boycott the people who do not follow him, that this speech of the accused had harmed the reputation of the complainants and their Ulmas and was defamatory and that, Abdul Hamid Khan, one of the complainants, had already made a report (First Information Report) at Police Station, Pura Qalandar, against the accused.

The accused pleaded not guilty and denied to have delivered any such speech at Bhadrasa on the 8th June, 1946, as alleged by the compl--ainants. He also denied to have used the words, objected to, by the complainanats. He stated that before 7th June, 1946, he had delivered a few lectures at Bhadrasa, which he had quoted various passages from different books in which, the Alims named in the complaint, had been declared by Fatwas to be Kafir, Murtad, Bedeen, Deo-ke-Bande, and Wahabis, that what he told the audience, were not his own words, that he did not even recognise the complainants who were not known to him, and that, on 7th June, 1946,

there was an agreement betweenthe two parties of Muslims, holding different views in religious matter nor have any religious discussions for 15 days within Qasba Bhadrasa without the previous sanction of the District Magistrate.

Notes of the lectures, delivered by the accused before 7th June,1946 at different places in the town of Bhadrasa, have been filed by the accused himself (Ex-D7).

On the evidence, produced before him by the parties, the learned Magistrate, firstly held that the accused did not deliver any lecture on the 8th June, 1946, which was the cause of action for the complainants

and the allegations of the compal--ainants about it, were only a got up story. Secondly, he held it was in the previous lecture of the accused that the feelings of the complainants, were injured, because they took certain words of his speech without its context and that the complainants had started a false case against the accused. He, therefore, dismissed the compla--int with the remrks that it had been filed to put to disgrace the the accused in the community, because he was a religious preacher and had a good following. The accused was, therefore, acquitted and it is this acquittal which the

complainants now challange, as applicants, by means of this revi--sion application.

Having heard the learned counsel of the parties at some length, and having carefully gone through the oral and documentary evidence by the parties, I have come to the conclusion that this revision application, has no force.

The objectionable speech accord--ing to the complainants, was deli--vered by the accused on the 8th June, 1946, with regards to which, it was further alleged that one of the complainants, named Abdul Hamid Khan had already lodged a report at Police Station, Pura-

-Qalandar. But no such report was, either summoned or proved. Further, the complaint was filed on 12th June, 1946, that is, after four days the objectionable speech was made, no explanation of this delay, was given. If the speech complained of, was so inflamatory and insulting to the complainants, as they alleged, they should have lost no time in filing the complaint. According to the other Complainant, named Sirajul Haq, the Police and the Chairman of the Town Area of Bhadras having come to the town on 7th June, 1946, had proclaimed that there should be no religious discussions in Bhadrasa without previous sanc-tion of the Magistrate and that

no public meeting may be held there endangering public peace. The learned Magistrate has rightly held that in view of this proclaimation, it was not possible for the accused to address any public meeting on the 8th June, 1946, as alleged by the complainants. Further, this very witness, Sirajul Haq has stated that it was 7 or 8 days after the objectionable lecture was delivered by the accused that the complaint which is dated 12th June, 1946, had been filed Thus the lecture objected to, could not have been delivered by the accused after the 4th or 5th June, 1946. Again, Abdul Hameed Khan, complainant (P.W.2), admitted that

discussion (Manazra), was to take place on 7th June, 1946, but the Police arrived that day and brought an agreement between the parties that there should be no such discurs-es, where-by the feelings of others may be injured. As stated by this witness, this happened in the evening of the 7th June, 1946, and same night the accused delivered the question-able lecture and next day that is, on the 8th June, 1946, this witness deposed, he lodged the First Inform-tion Report in the morning. If this is true, the lecture objected to by the complainants if delivered by the accused at all, was delivered in the night between 7th and 8th June, 1946

and not on the 8th June, 1946 between 9 and 12 P.M. I, therefore, fully agree with the learned Magistrate that the complainants had hopelessly failed to prove that the accused delivered any lecture on the 8th June, 1946 between 8 and 12 P.M. which insulted their Ulmas, named in the complaint or injured their feel--ings in any way. On this ground alone, the revision application is liable to be dismissed.

From the judgement of the learned Magistrate, I find that he had care--fully considered all the evidence oral and documentary , and had come to the consIusion that the accused was justified in reading from books passages in good faith.

With regards to the allegation in the complaint that the accused tried to create sectarian riots, the learned Magistrate after going through the evidence held that it was not due to the accused but rath--er the complainants themselves were responsible for it because Abdul Hamid Khan, one of the complainants (P.W.2) had himself deposed that there was danger of breach of peace due to discussions (Manazra) and not due to the lecture of the accused. An open challange for such a relig--ious discourse, had been given by Abdul Hamid Khan himself by a written poster, published on his behalf as well as on behalf of other (Ex. D.1).

Having given by most carefull consideration to the evidence and probabilities, I am constrained to agree with the trial Magistrate that the occurance as alleged in the compl-aint did not take place on 8th June, 1946 and that the prosecution case was entirely a got-up stroy brought about by the religious fanantic like Abdul Hamid Khan complainant and others. The findings of the learned Magistrate resulting in the acquittal of the accused are correct and justi-fied on the evidence adduced by the parties. On behalf of the applicants on illegality or impropriety of the finding given by the Magistrate or

any irregularity of any proceedings during the trial of the case, were pointed out to me.

In fact, this application which was argued just like an appeal on behalf of the applicants, is with-out any force and is dismissed.

(Sd/-) Y. A. R I Z V I

Session Judge,

28- 4- 1949

TRUE COPY

Sd/- ....

Head Copyist

District and Session Judge's

Court, FAIZABAD.

Dated: 5th May, 1949.

اہل بصیرت کے نزدیک وہابیوں کا یہ استغاثہ حقیقت میں حسام الحرمین کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ تھا انھوں نے پوری کوشش کے ساتھ حسام الحرمین پر ایسی ضرب کاری لگانا چاہی تھی جس سے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کچل کر رہ جائے۔ اور قانون حکومت کا آہنی پنجہ دنیائے سنیت کے شیر حشمت علی کو اپنی گرفت میں لے لے۔ تاکہ دین کے ڈاکو دن دہاڑے مسلمانوں کا ایمان واسلام بے خوف وخطر ہو کر لوٹتے پھریں لیکن دین اسلام کے محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف وہابیوں کے خطرناک منصوبے کو ناکام بنایا بلکہ ایسا کھلا ہوا کرم فرمایا کہ دنیائے سنیت کا شیر قانون کے چنگل میں پھنسنے سے بال بال بچا اور حسام الحرمین کے اعلان حق سے کورٹ اور کچہری کے درودیوار گونج اٹھے ــــــ اور اردلی، نقل نویس، پیشکار، وکیل، مختار، بیرسٹر، مجسٹریٹ، جج اور دیگر عوام وخواص حاضرین اجلاس بھی اچھی طرح واقف ہو گئے کہ پیشوایان وہابیہ مولوی تھانوی مولوی گنگوہی وغیرہ اسلامی فتویٰ سے کافر ومرتد بے دین قرار پاچکے ہیں اعلیحضرت کا فتوائے مقدس حسام الحرمین دنیائے سنیت کی گردنوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے احسان عظیم ہے۔ اسی مقدس فتویٰ نے وہابیوں کے باطل استغاثے کی جڑ کاٹ کر پھینک دی۔

توجس طرح دن دوپہر میں سورج کے ہونے کو جھٹلایا نہیں جاسکتا یونہی اعلیحضرت شیخ الاسلام شاہ احمد رضا کے فتوائے مقدسہ علمائے مکہ ومدینہ کی تصدیقات، ہند کے تمام علمائے اہلسنت کی شہادات نمائندہ وہابیہ کے تائیدی بیانات اور مجسٹریٹ وجج کے فیصلہ جات کو بھی جھوٹا قرار نہیں دیا جاسکتا اب ان سب روشن حقائق کے ہوتے ہوئے حسام الحرمین کی حقانیت سے وہی شخص انکار کرسکتا ہے جس کا دماغ ناحق طرفداری کے دباؤ سے بوجھل وراس کا دل اندھا دھند محبت سے اوندھا ہے۔

مُکفّر المرتدین

خدائے تعالیٰ کا وہ برگزیدہ بندہ جس کا نیزۂ قلم یادگار ذوالفقار، جس کا ایک حملہ صولت فاروقی کا پرتو جس کے مبارک نام کی ہیئت سے بے دینوں کے کلیجے شق ہو جاتے تھے۔ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سچا عاشق سیدنا غوث اعظم کا سچا نائب سلطان الہند خواجہ غریب نواز کا سچا جانشین، اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے والا کفر کے قلعوں کو ڈھا دینے والا جب اس نے اپنی شمشیر خارا شگاف سے اللہ قدوس و سبوح کی چادر عظمت پر کذب وعیب کا دھبا لگانے والوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں صریح گالی لکھنے والوں مسئلہ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تو وہابیوں دیوبندیوں ندویوں وغیرہ نے اس جلیل القدر مرد مومن کے خلاف افتراء وبہتان کا طوفان کھڑا کر دیا۔ اور عام مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے کتابوں رسالوں اخباروں میں شور مچا دیا کہ اعلیحضرت مولانا احمد رضا مکفر المسلمین ہیں بات بات پر مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں حالانکہ اعلیحضرت نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں بنایا بلکہ جو جھوٹے مکار مرتد اپنے کو مسلمان کہلواتے رہے ایسے مسلمان کہلانے والوں کو کافر بتایا اعلیحضرت کے خلاف یہ شور وہنگامہ اس لئے برپا کیا گیا تاکہ پیشوایان وہابیہ کے صریح کفریات قطعیہ مسلمانوں کے ذہن سے اوجھل ہو جائیں اور کوئی مسلمان ان کو کافر ومرتد نہ سمجھے

بلکہ ان کے نمائشی تقویٰ و طہارت سے متأثر ہو کر ان کا معتقد بنا رہے۔ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی اعلیحضرت کے خلاف بہتان طرازی میں اپنا زورِ قلم دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

•—— یاد رہے، مولانا امام احمد رضا خاں صاحب اپنے اور اپنے معتقدوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بلکہ ابوجہل و ابولہب سے بھی بڑھ کر اکفر سمجھتے تھے ——(ذکر آزاد ص ۱۲۱)

حالانکہ تقویۃ الایمان میں بانی وہابیت مولوی اسمٰعیل دہلوی نے بات بات پر عام مسلمانوں کو کافر اور ابوجہل کے برابر مشرک لکھا تھا اس پر اعلیحضرت نے الامن والعلی، الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ کتابوں میں مولوی اسمٰعیل کا سخت رد فرمایا اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا کہ جن غریب مسلمانوں کو مولوی اسمٰعیل مشرک بناتے ہیں وہ ہرگز کافر و مشرک نہیں بلکہ مسلمان ہیں، ملیح آبادی کا اصل مقصد یہ ہے کہ جب عام مسلمانوں کے ذہن و دماغ میں یہ بات پیوست ہو جائے گی کہ اعلیحضرت دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ تو پھر ان کے دل میں آپ ہی آپ یہ بات بھی خوب جم جائے گی کہ منکرین ضروریاتِ دین پر اعلیحضرت نے کفر و ارتداد کا جو فتویٰ دیا ہے وہ ہرگز قابلِ اعتماد نہیں۔

دیدۂ بصیرت کے جن ناداروں کے خیال میں صرف مولوی گنگوہی نانوتوی، تھانوی، انبیٹھی اور انکے کفری عقائد کی حمایت کرنے والے ہی دنیا بھر کے مسلمان ہیں ان سے کسی بہتان کے متعلق ثبوت اور دلائل کا مطالبہ کرنا بالکل بیکار سی بات ہے۔

رئیس احمد ندوی جو روزنامہ خلافت بمبئی کے از ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۹ء چیف ایڈیٹر اور روزنامہ ہندوستان بمبئی کے از ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۲ء مینجنگ ایڈیٹر اور روزنامہ زمیندار لاہور کے از ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۵ء چیف ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ناول نگاری کی دنیا میں بڑے ہونہار صاحبِ قلم کہلاتے ہیں اعلیحضرت

کے خلاف ان کی زہرافشانی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں کہ۔

• ــــــ مولانا احمد رضا بریلوی نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خلاف ۲۷ وجوہ پر مشتمل کفر کا فتوی دیا جس میں ایک وجہ یہ بھی کہ ان کا نام ، عبدالباری ہے لوگ انھیں باری میاں کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انھیں اللہ میاں کہتے ہیں۔ لہذا (مولانا عبدالباری) کافر! ــــــ •

(آزادی ہند مصنفہ رئیس احمد ص ۱۸۹)

الا لعنۃ اللہ علی الظلمین ہ اس ناول نگار ندوی نے تو بہتان بازی اور افتراء سازی میں اپنے قلم کا لوہا منوالیا۔

یہ صحیح ہے کہ جب خلافت کمیٹی اور اس کے آزاد خیال لیڈروں کی حمایت میں مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محلی سے قولاً و تحریراً خلاف شرع امور صادر ہوئے جن میں بعض کفر و ضلالت پر اور بعض معصیت پر مشتمل تھے تو ضرور اعلیحضرت نے ان مشتمل بر کفر و معصیت امور کا رد طرد فرمایا اور اپنے متعدد مفاوضات عالیہ یعنی خطوط کے ذریعہ مولانا موصوف کو ان امور کی شناعت و قباحت سے آگاہ کیا اور ان سے حسب حکم شرع توبہ و رجوع کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اخبار ہمدم بابت ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۹ ہجری یوم جمعہ مطابق ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۱ء صفحہ تین کالم چہارم میں حسب ذیل توبہ نامہ بھی شائع کیا ملاحظہ ہو۔

"میں نے بہت گناہ دانستہ کئے اور بہت سے نادانستہ سب کی توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً تقریراً و تحریراً بھی کئے ہیں جن کو میں (سیاست و خلافت کی رو میں بہ جانے کے باعث) گناہ نہیں سمجھتا تھا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے میرے لئے کوئی قدوہ نہیں ہے محض مولوی صاحب موصوف پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں

اے اللہ! میری توبہ قبول کر ــــــ فقیر عبدالباری عفی عنہ "

دیکھئے مولانا عبدالباری صاحب مرحوم سے جو امور مشتمل بر کفر و ضلال صادر ہو گئے تھے اور خلافت کمیٹی سے گہری دلچسپی رکھنے کے باعث خود انکو احساس نہ ہو سکا تھا کہ یہ امور مشتمل بر کفر و ضلال ہیں۔ لیکن بایں ہمہ چونکہ مولانا موصوف کو اعلیحضرت کی ذات گرامی پر پختہ اعتماد تھا اس لئے انھوں نے ان سب امور سے توبہ کی اور ہمدم اخبار میں اپنا توبہ نامہ بھی چھپوا دیا۔

مولانا عبدالباری صاحب سے صادر شدہ جن امور کے متعلق اعلیحضرت نے کفر و ضلال ہونے کی تصریح کی ہے اور جو "الطاری الداری" میں بالتفصیل مذکور ہیں ان میں سے کسی ایک امر کو بھی ندوی صاحب نے ہاتھ نہیں لگایا جس کا معنی یہ ہے کہ ندوی صاحب بھی خوب سمجھتے ہیں کہ جن امور کے متعلق اعلیحضرت نے کفر و ضلال ہونے کی تصریح کر دی ہے وہ واقعی کفر و ضلال ہیں اور ان کو کسی طرح مطابق شریعت ثابت نہیں کیا جا سکتا لیکن چونکہ خلافت کمیٹی کے سرکاری پیشوا مولانا عبدالباری صاحب سے اعلیحضرت نے توبہ لیکر خلافت والوں کی تمکنت پر ایک کاری ضرب لگائی تھی۔ اس لئے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے ناول نگار رئیس احمد صاحب نے ندویت کا بسولا ہاتھوں میں لیا اور اس سے اعلیحضرت کے اس مؤاخذۂ شرعیہ کی جو باری میاں سے متعلق تھا خوب کاٹ چھانٹ کی اور اپنے قلم سے مواخذۂ مذکورہ کی ایسی تصویر کھینچ دی کہ بڑے بڑے کہنہ مشق بہتان طرازوں کو بھی دیکھ کر پسینہ آجائے اور پھر اپنے قلم سے گڑھی ہوئی عبارت کو اعلیحضرت کا فتوی ٹھہرا دیا۔

اب ہم ندوی صاحب کی بہتان طرازی کو کیفر کردار تک پہنچا دینے کے لئے ذیل میں اعلیحضرت کے چہاردہم مفاوضۂ عالیہ سے وہ عبارت من وعن نقل کرتے ہیں جس میں اعلیحضرت نے باری میاں سے متعلق مواخذۂ شرعیہ

فرمایا ہے تاکہ دوست و دشمن سب دیکھ لیں کہ اعلیحضرت نے مولانا عبدالباری مرحوم کو کافر کہا ہے یا ان کی شرعی گرفت فرمائی ہے ۔ اعلیحضرت اپنے چہارم مفاوضۂ عالیہ بنام مولانا عبدالباری میں تحریر فرماتے ہیں ۔

"۔۔۔۔۔۔ لوگ جناب کو باری میاں سے تعبیر جناب کے پیچھے کرتے ہیں جناب کے منہ پر کرتے ہیں جناب انکار نہیں فرماتے ۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باری میاں کہہ کر (لوگ جناب کو) پکارتے ہیں اور آپ بولتے ہیں عبدالباری سے باری ہوگئے ۔ وہ (پکارنے والے) جہال اگر اپنے جہل کے سبب معذور ہوں جناب تو اپنے منہ بہت بڑے مجدد مدرس ہیں آپ کے لئے سوا اپنی الوہیت تسلیم کرنے کے اور کیا محمل ہے ۔ "باری" یقیناً آپ کے نام (عبدالباری) کا اختصار ہے جیسے لوگ عبدالماجد کو ماجد کہتے ہیں ۔ اور آپ کے نام میں "باری" یقیناً اسمائے حسنیٰ سے بمعنی خالق کل ہے ۔ بھلے سے اسم شریف عبداللہ نہ ہوا ورنہ اللہ میاں کہلواتے اور اس پر بولتے ۔۔۔۔۔۔" (الطاری الداری حصۂ سوم ص۲۹ مطبع حسنی بریلی)

ندوی صاحب مفاوضۂ عالیہ کی عبارت مذکور بالا کا پہلے ایک ایک جملہ ٹٹول لیں پھر بتائیں کہ اعلیحضرت نے کون سی سطر میں یہ فتوائے شرعی صادر فرمایا ہے کہ

"مولوی عبدالباری کا نام عبدالباری ہے لوگ انھیں باری میاں کہتے ہیں اگر ان کا نام عبداللہ ہوتا تو لوگ انھیں اللہ میاں کہتے لہذا مولوی عبدالباری کافر ہیں"

سخت تعجب ہوتا ہے کہ جو نادار مؤاخذۂ شرعی اور فتوائے شرعی میں فرق و امتیاز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ اعلیحضرت کی تحریرات پر تنقید کرنے کی جرأت کیوں کرتے ہیں بس اب تو سب پر واضح ہوگیا کہ رئیس احمد صاحب ندوی نے طبع زاد کفر کذب و افترا پر مشتمل فتوی گڑھ کر خلافت کمیٹی

کا حق نمک ادا کیا ہے۔

رئیس احمد صاحب ندوی اعلیٰحضرت کے خلاف اور بھی قسم کے بہتان گڑھ سکتے تھے لیکن انھوں نے بوگس قسم کا یہ بہتان اس لئے ایجاد فرمایا ہے تاکہ ان کی کتاب کا پڑھنے والا ہر شخص یہ فیصلہ کرلے کہ اعلیٰحضرت کا قلم بالکل بے لگام تھا۔ اعلیٰحضرت کی تحریروں میں کوئی وزن نہ تھا اور اعلیٰحضرت واقعی بلا وجہ کفر کا فتویٰ صادر کر دیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ منہ۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اعلیٰحضرت نے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر وہابیوں دیوبندیوں، نیچریوں، ندویوں، غیر مقلدوں وغیرہ باطل پرستوں گمراہ گروہوں کا رد و ابطال کیا ان کی گمراہیوں، بدعتوں اور فتنوں کو بے نقاب فرمایا۔ تو ان دشمنان دین نے آپس میں سازشیں کی اور اپنا بخار اتارنے کے لئے اعلیٰحضرت کی شخصیت کو ہر طرح سے کنگھالا آپ کے چال چلن کی کڑی نگرانی کی آپ کی کتابوں کو ٹٹولا تحریروں کا ایک ایک جملہ پرکھا لیکن یہاں انھوں نے صرف یہی پایا کہ دین پاک کا یہ مجدد اگر ایک طرف تقدیس الٰہی کا خطبہ پڑھ رہا ہے عظمت مصطفیٰ کا نغمہ سنا رہا ہے۔ عزت انبیاء کا گن گا رہا ہے مذہبی ڈاکوؤں کی سرکوبی کا سامان تیار کر رہا ہے۔ تو دوسری طرف حفاظت دین کا درس دے رہا ہے حمایت اسلام کا سبق پڑھا رہا ہے۔ بدعتوں اور گمراہیوں کو مٹا رہا ہے۔ مردہ سنتوں کو زندہ کر رہا ہے شریعت مقدسہ کے احکام کو عملی جامہ پہنا رہا ہے۔ دنیائے اسلام میں کتاب و سنت کی سچی تعلیم پھیلا رہا ہے۔

پھر جب ان لوگوں کو اعلیٰحضرت کے خلاف کوئی واقعی مسالا نہ مل سکا تو مجبور ہو کر بہتان طرازی، افترا پردازی اور الزام تراشی پر اتر آئے اور مشہور کر دیا کہ مولانا احمد رضا تو مکفر المسلمین تھے بلا وجہ مسلمانوں کو کافر کہتے تھے حالانکہ اعلیٰحضرت کی تصانیف مقدسہ شاہد عدل ہیں کہ جو لوگ ضروریات

دین کا انکار کر کے خود ہی کافر و مرتد ہو چکے تھے لیکن اپنی منافقت کی وجہ سے اپنے کو مسلمان کہلواتے رہے ان مرتدوں کے کفر و ارتداد کو اعلیحضرت نے منظر عام پر کر دیا اور بحکم شریعتِ اسلامیہ ان کے کافر ہونے کا فتویٰ شائع کیا لہٰذا اعلیحضرت مکفر المسلمین نہیں بلکہ مکفر المرتدین تھے۔

پھر مکفّر المسلمین کون ہے؟

اب لگے ہاتھوں زبانی نہیں بلکہ ثبوت و دلائل کے کانٹے پر یہ بتا دینا بہت ضروری ہے کہ کون کون سے حضرات مکفر المسلمین گزرے ہیں جو ناحق بلا وجہ صرف اپنی تنگ نظری کے باعث بے چارے مسلمانوں کو بے دھڑک کافر و مشرک کہتے رہے۔

وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، مودودیوں اور ندویوں کے پیشوائے اعظم محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک بناتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

• ـــــ فَاِنَّا نَریٰ عامۃ مومنی ھٰذا الزّمان مشرکا

تو بے شک ہم اس زمانے کے سب مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں۔

(کتاب التوحید بر سیف الجبار صـ ۶۳ مطبوعہ ۱۲۹۳ھ)

باطل پرستوں کا یہ چودھری ان مسلمانوں کے متعلق جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو اپنا شفیع اور مددگار سمجھتے ہیں کہتا تھا کہ یہ لوگ نبی اور صحابہ کے پجاری ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

فواحدا یعبد النبی و متبعیہ حیث یعتقدھم شفعائہ واولیائہ وھذا اقبح انواع الشرک ـــــ (کتاب التوحید بر سیف الجبار صفحہ ۶۴)

یعنی کوئی (مسلمان) تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور ان کے صحابہ کو پوجتا ہے اس طرح کہ وہ ان حضرات کو اپنا شفیع اور مددگار سمجھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا صحابہ کو اپنا شفیع و مددگار سمجھنا بدترین شرک ہے (معاذ اللہ) مودودیوں کا پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے کہ۔

• ــــ فقد ثبت بالنصوص القرانية ان من اعتقد النبی وغیرہ ولیّہٗ فھو وابوجھل فی الشرك سواء

بے شک قرآن کے کھلے ہوئے اشاروں سے ثابت ہو چکا ہے کہ جو (مسلمان) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسروں کو اپنا مددگار سمجھتا ہے تو وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے۔

ــــ • (کتاب التوحید بحوالہ سیف الجبار ص۶۹)

حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یعنی (اے مسلمانو!) تمہارا مددگار صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں ــــ۔

یہاں صریح طور پر قرآن مجید نے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ کے نیک بندوں کو مسلمانوں کا مددگار قرار دیا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے آج تک ائمۂ عظام، اولیائے کرام اور مسلمانانِ عالم کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے اور یا رسول اللہ پکارتے ہیں۔ چودھری محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے کہ۔

فمن قال یارسول الله اسئلك الشفاعة یامحمد ادع الله فی قضاء حاجتی یامحمد اسئل الله بك واتوجه الی الله بك وكل من ناداه فهو اشرك شركا اكبر

یعنی جس کسی مسلمان نے کہا یا رسول اللہ میں حضور کی شفاعت

مانگتا ہوں یا نبی اللہ میری حاجت پوری ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے یا رسول اللہ میں حضور کا واسطہ دے کر اللہ سے مانگتا ہوں اور حضور کے وسیلے سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں وہ بہت بڑا شرک ہے اور جتنے مسلمان بھی حضور کو پکارتے ہوں وہ سب بہت بڑے مشرک ہیں ـــــ (کتاب التوحید بر سیف الجبار صد ۹۲)
حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعائے تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لیقضی لی اللھم فشفعہ فیّ۔

الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما

رواہ النسائی والترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والطبرانی والحاکم والبیہقی عن سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال الترمذی حسن غریب۔ وقال ابن ماجۃ والطبرانی والبیہقی صحیح وقال الحاکم صحیح علی شرط البخاری والمسلم وجعل الامام حافظ الحدیث[عہ] زکی الدین عبد العظیم المنذری وغیرہ من ائمۃ النقد تصحیحہ ثابتا

(الامن والعلیٰ)

نجدیت کے متوالو! دیکھ لو یا رسول اللہ پکارنے اور اپنی ذات اقدس کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانے کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

ندویوں کا مقتدا لکھتا ہے کہ "فکیف حال المشرکین الکاذبین الذین یسمون ابناءھم عبد الرسول عبد النبی ۱۲۔

عہ ملاحظہ ہو امام منذری کی تصنیف الترغیب والترہیب ۱۲

تو ان جھوٹے مشرکین کا کیسا حال ہے جو اپنی اولادوں کا نام عبدالرسول عبد النبی رکھتے ہیں ـــــ ۔ کتاب التوحید بر سیف الجبار صفحہ ۱۵۲

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (یعنی (اے پیارے رسول) تم فرماؤ کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عبدالرّسول اور عبد النبی قرار دیا۔ تو پھر اپنی اولاد کا نام عبدالرسول، عبدالنبی رکھنے والے مشرک کیوں قرار پائیں گے۔ لیکن تہ کی بات یہ ہے کہ گمراہ گر قرآن فہمی کی بصیرت سے محروم ہیں۔

ملک شام کے مشہور مفتی علامہ سیّد ابن عابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شامی جلد ۳ ص۳۰۷ میں نجدی وہابیوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون ـــــ ۔ یعنی نجد کے وہابی کہلواتے تو رہے اپنے کو حنبلی لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو لوگ نجدی عقائد کے مخالف ہوں وہ مشرک ہیں۔ ـــــ ۔

دیوبندیوں کے صدر المدرسین حسین احمد صاحب جنھوں نے عرب میں نجدی وہابیوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

۔ ـــــ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو اُن سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے ـــــ ۔ الشہاب ثاقب ص۵۱

ان سب مستند حوالجات نے دن دوپہر کی طرح روشن کر دیا کہ وہابیوں ندویوں، دیوبندیوں کا پیشوائے اول محمد بن عبدالوہاب دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتا تھا ہٰذا پہلا مکفر المسلمین وہابیوں کا چودہری محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔

دوسرا مکفر المسلمین

تمام وہابیوں دیوبندیوں، غیر مقلدوں، ندویوں اور مودودیوں کے مُسَلَّم پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص۱۵ میں لکھتے ہیں کہ۔

•——— پھر جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو یا بھوت پری کو یا کسی سچی قبر کو یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر چڑھاوے ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دیوے، مورچھل جھلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چوکھٹ کو بوسہ دیوے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے۔ مجاور بن کر بیٹھ رہے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے۔ اور اس قسم کی باتیں کرے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے ——۔

تقویت الایمان کی عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک۔

۱:۔ جو مسلمان کسی نبی یا ولی کی سچی قبر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو وہ مشرک ہے۔

۲:۔ جو مسلمان کسی نبی یا ولی کی سچی قبر کی زیارت کے لئے دور دور سے سفر کر کے جائے وہ مشرک ہے۔

۳:۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کی قبر پر روشنی کرے وہ مشرک ہے۔

۴:۔ جو مسلمان کسی نبی و لی کے مزار پر غلاف ڈالے وہ مشرک ہے۔

۵ :۔ جو مسلمان کسی نبی، ولی کی قبر پر چادر چڑھائے وہ مشرک ہے۔

۶ :۔ جو مسلمان کسی نبی، ولی کے مزار سے رخصت ہوتے وقت ادب کے لئے الٹے پاؤں چلے وہ مشرک ہے۔

۷ :۔ جو مسلمان کسی نبی، ولی کی قبر کو چوم لے وہ مشرک ہے۔

۸ :۔ جو مسلمان کسی نبی، ولی کی قبر کو مورچھل جھلے وہ مشرک ہے۔

۹ :۔ جو مسلمان کسی نبی، ولی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرے وہ مشرک ہے۔

۱۰ :۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کی چوکھٹ کو بوسہ دے وہ مشرک ہے۔

۱۱ :۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کی قبر پہ ہاتھ باندھ کر کچھ عرض کرے وہ مشرک ہے۔

۱۲ :۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کی قبر پر کسی طرح کی کوئی مراد مانگے وہ مشرک ہے۔

۱۳ :۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کی قبر کی خدمت کے لئے مجاور بن کر رہے وہ مشرک ہے۔

۱۴ :۔ جو مسلمان کسی نبی ولی کے مزار کے ارد گرد کے جنگل کا ادب کرے وہ مشرک ہے۔

یہ ہیں وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمعیل دہلوی جنھوں نے تقویت الایمان کے خوفناک دہانے سے کفر و شرک کے گولے برسا کر بے شمار مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا ہے۔ لہذا مکفر المسلمین نمبر دو امام الطائفہ اسمعیل دہلوی ہیں۔

تیسرا مکفر المسلمین

یہ تو شہاب ثاقب کے حوالے سے بیان ہو چکا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار کافر و مشرک ہیں اب حسین احمد صاحب ٹانڈوی کے پیر و مرشد اور تمام دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں کہ :

• ـــــ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ (محمد بن عبدالوہاب) اور ان کے مقتدی (وہابی حضرات) اچھے ہیں ـــــ • (فتاوی رشیدیہ جلد اول صٖ)

ثابت ہو گیا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے نزدیک مکفر المسلمین محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد عمدہ ہیں اور چونکہ کھلم کھلا چور کی پاسداری کرنے والا بھی قانون کی نگاہ میں چور ہی قرار پاتا ہے اس لئے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد باطلہ کو عمدہ قرار دے کر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی مکفر المسلمین ہوئے لیکن تیسرے درجہ پر کیونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ان کے اکابر میں ہیں۔

یہی مولوی رشید احمد صاحب تقویت الایمان کے متعلق لکھتے ہیں کہ

• ـــــ بندہ (رشید احمد گنگوہی) کے نزدیک سب مسائل اُس کے (یعنی تقویت الایمان کے) صحیح ہیں اور تمام تقویت الایمان پر عمل کرے ـــــ • (فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۶۲)

غور فرمائیے مولوی رشید احمد صاحب تقویت الایمان پر عمل کرنے کا حکم

دے کر دوسروں کو بھی مکفرالمسلمین بننے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

چوتھا مکفرالمسلمین

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بہشتی زیور حصہ اول ص۴۵ و ص۴۶ پر مندرجہ ذیل امور کو کفر و شرک کی باتوں میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔
"کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی، کسی سے مرادیں مانگنا کسی کے سامنے جھکنا، سہرا باندھنا، علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا یوں کہنا کہ خدا و رسول اگر چاہے تو فلاں کام ہو جائے گا۔ کفر و شرک ہے ـــــ"۔

بہشتی زیور کی عبارت بالا سے ثابت ہوا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے نزدیک

۱ :۔ جس مسلمان نے کسی کو دور سے پکارا اور سمجھا کہ اس کو خبر ہو گئی وہ کافر و مشرک ہے۔

۲ :۔ جس مسلمان نے کسی سے مراد مانگی وہ کافر و مشرک ہے۔

۳ :۔ جو مسلمان کسی کے سامنے جھک گیا وہ کافر و مشرک ہے۔

۴ :۔ جس مسلمان نے سہرا باندھ لیا وہ کافر و مشرک ہے۔

۵ :۔ جس مسلمان نے علی بخش حسین بخش عبدالنبی نام رکھا وہ کافر و مشرک ہے

۶ :۔ جس مسلمان نے یہ کہا کہ خدا و رسول اگر چاہیں تو فلاں کام ہو جائے گا وہ کافر و مشرک ہے۔

بہشتی زیور کے حوالہ نے صاف بتا دیا کہ چوتھے درجہ پر مکفرالمسلمین مولوی

اشرف علی تھانوی ہیں۔ پھر اگر حقیقت وہابیت پر غور کرلیا جائے تو بالکل واضح ہوجائے گا کہ ہر وہابی مکفر المسلمین ہے کیوں کہ وہابی وہی تو ہے جو نجدی، دہلوی، گنگوہی، تھانوی وغیرہ کی کتابوں پہ ایمان لاچکا ہے۔

حرمین مقدس میں دوبارہ حاضری

اعلیحضرت ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں حج وزیارت کے شرف سے مشرف ہوچکے تھے۔ حرمین مقدس میں آپ کی دوسری بار حاضری بالکل غیر متوقع طور پر ہوئی۔ پہلے سے کوئی تیاری نہ تھی واقعہ یوں ہے کہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ عیسوی میں اعلیحضرت کے برادر خرد مولانا محمد رضا اور آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا مع متعلقین بارادۂ حج بریلی سے روانہ ہوئے اور اعلیحضرت ان حضرات کو لکھنؤ تک پہنچا کر بریلی واپس آگئے لیکن چونکہ تقدیر الٰہی میں اسلام وسنیت کی اہم اہم خدمتیں اس دفعہ کی حاضری سے متعلق تھیں اس لیے مصلحت خداوندی نے حرمین مقدس کی حاضری کے لئے آپ کے قلب وروح میں ایسا ہیجان پیدا کیا کہ آپ نے پہلے سے بغیر کسی ارادے اور تیاری کے اچانک قصد سفر فرمایا۔ اور ٹرین میں سوار ہونے سے پہلے اپنی روانگی کا ایک تار بریلی اسٹیشن نے بمبئی روانہ کیا جب جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے بمبئی اسٹیشن پہ پہونچے تو دیکھا کہ حاجی قاسم وغیرہ احباب گاڑیاں لئے موجود ہیں سلام ومصافحہ کے بعد ان لوگوں کا پہلا لفظ یہی تھا کہ حضور اس وقت شہر کو نہ چلیں وقت کم ہے سیدھے قرنطینہ چلئے ابھی آپ کے اعزہ داخل نہیں ہوئے ہیں، کیونکہ کل بروز پنجشنبہ جب ڈاکٹر حاجیوں کی آدھی جماعت کو بھیا نہ ا

دے چکا تو دفعۃً اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اس نے کہا اب باقی لوگوں کا بھیارا کل جمعہ کو ہوگا۔ اس طرح حضرت مولانا حامد رضا صاحب اور آپ کے دیگر اعزہ باقی رہ گئے۔ لہٰذا اب سیدھے قرنطینہ چلنا ہے چنانچہ اعلیحضرت قرنطینہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل کہ آپ کو بھی جگہ اسی جہاز میں مل گئی جس میں مولانا حامد رضا وغیرہ سفر کرنے والے تھے پھر آپ بمبئی سے اپنے اعزہ ہی کے ساتھ حرمین مقدسین کے لئے روانہ ہوگئے۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہوکر تمام مناسک حج کو ادا فرمایا۔

کتب خانۂ حرم اور فاضل جلیل

مولٰینا سیّد اسمٰعیل علیہ الرحمہ

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی دنیائے عرب و ہند میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ ہندوستانی ہیں لیکن آپ کے علم کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ تفسیر مدارک التنزیل پر آپ نے سات ضخیم جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے جو اکلیل کے نام سے مشہور ہے۔ جن علمائے حرمین کو شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ان میں فاضل جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل مکی بھی ہیں جو حضرت مولانا سید خلیل کے بڑے صاحبزادے ہیں علم و فضل کے پیش نظر آپ کو کتب خانہ حرم کی نظامت کا منصب سپرد کیا گیا اسی لئے آپ محافظ کتب خانہ حرم کے نام سے مشہور رہے۔

اعلیحضرت نے ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں رونددوہ میں ایک فتویٰ مرتب فرمایا جس کا نام فتاویٰ الحرمین لرجف ندوۃ المین ہے اس میں اٹھائیس سوالات پھر اعلیحضرت کی طرف سے ان کے مدلل جوابات ہیں جب یہ فتویٰ حاجیوں کے

ذریعہ فاضل جلیل مولانا سید اسمٰعیل اور دیگر علمائے مکہ کی خدمت میں پیش ہوا تو ان حضرات نے اس فتویٰ کو اپنی تصدیقات و تقریظات سے مزین فرمایا اور احقاق حق و ابطال باطل کے صلے میں اعلیٰحضرت کو عظیم و جلیل کلمات سے یاد کیا یہی وہ مقدس فتویٰ ہے جس کے باعث علمائے مکہ خصوصاً مولانا سید اسمٰعیل غائبانہ ہی اعلیٰحضرت سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ کی ملاقات کے لئے مشتاق رہا کرتے تھے۔ امسال ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰحضرت تمام مناسک حج ادا کر کے فارغ ہو گئے تو ایک دن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو ساتھ لے کر کتب خانہ حرم میں پہنچے اس وقت مولانا سید اسمٰعیل کتب خانہ میں موجود تھے لیکن عدم تعارف کے باعث وہ جان نہ سکے کہ اس وقت ہماری عقیدت و محبت کا مرکز دنیائے سنیت کا امام احمد رضا کتب خانہ میں رونق افروز ہے۔

اعلیٰحضرت نے مولانا اسمٰعیل سے کچھ کتابیں نکلوائیں اور مطالعہ میں مشغول ہو گئے حاضرین میں کسی نے مسئلہ پوچھا کہ زوال سے پہلے رمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا سید اسمٰعیل نے جواب دیا کہ یہاں کے علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر اسی مسئلہ کے متعلق مولانا حامد رضا اور مولانا اسمٰعیل کے درمیان گفتگو ہونے لگی اس درمیان میں اعلیٰحضرت سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ زوال سے پہلے رمی کرنا مذہب حنفیہ کے خلاف ہے اس پر مولانا اسمٰعیل نے ایک متداول کتاب کا نام لیا اور بتایا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے اعلیٰحضرت نے فرمایا ممکن ہے روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا۔ مولانا اسمٰعیل علیہ الرحمۃ فوراً الماری سے وہ کتاب نکال لائے اس میں دیکھا گیا تو مسئلہ مذکورہ اسی صورت سے نکلا جو اعلیٰحضرت نے بتایا تھا یعنی اس میں علیہ الفتویٰ کا لفظ نہ تھا مولانا سید اسمٰعیل نے اعلیٰحضرت کے متعلق مولانا حامد رضا سے کان میں جھک کر پوچھا کہ یہ کون ہیں اگرچہ وہ مولانا حامد رضا کو بھی جانتے نہ تھے مگر اس

وقت گفتگو انھیں سے ہو رہی تھی ۔

مولانا حامد رضا نے بتایا کہ آپ کا نام اعلیحضرت مولانا احمد رضا بریلوی ہے نام سنتے ہی مولانا اسمٰعیل اپنی جگہ سے بے تابانہ دوڑتے ہوئے آئے اور شدّت خلوص کے باعث اعلیحضرت سے لپٹ گئے پھر تو عقیدت و محبّت کا رشتہ اتنا استوار ہوا کہ جب تک اعلیحضرت مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے ۔ مولانا سید اسمٰعیل تقریبًا روزانہ اعلیحضرت کی قیام گاہ پر تشریف لاتے ان کے کمال اعتقاد کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں صرف اعلیحضرت کی ملاقات کے لئے خود بریلی تشریف لائے ۔

حسام الحرمین جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے اس میں مکہ اور مدینہ کے تینتیس ۳۳ علمائے کرام نے اپنی تصدیقات تحریر فرمائی ہیں انھیں میں مولانا سید اسمٰعیل بھی ہیں ۔ میرے نزدیک ان تینتیس ۳۳ علماء میں جو عالم سب سے زیادہ قلم کا دھنی ہے وہ مولانا سید اسمٰعیل مکی ہیں ۔ یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ آپ کے ہاشمی قلم نے ذوالفقار حیدر کرار کا جلوہ پیش کرتے ہوئے بارگاہ رسالت کے بدگویوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا جس کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمشیر آبدار کی کاٹ دیکھنی ہو وہ اس ہاشمی فاضل کی اس باطل سوز تقریظ کا مطالعہ کرے جو حسام الحرمین میں درج ہے ۔

مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری علیہ الرحمہ

اس بار مکہ معظمہ میں اعلیحضرت کی حاضری بلا قصد جس غیر متوقع طور پر ہوئی اس کا بیان سابق صفحات میں ہو چکا اس اچانک حاضری میں حکمت الٰہیہ کا

انکشاف وہاں پہنچ کر ہوا۔

اعلیحضرت کو لوگوں نے بتایا کہ یہاں وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور ریاست ہند کے بعض وزرار و دیگر امرا بھی ہیں ان لوگوں نے شاہ حجاز شریف علی پاشا تک رسائی پیدا کی ہے شاہی دربار میں مسئلہ علم غیب پر گرما گرم بحثیں جاری ہیں۔ اور مسئلہ علم غیب کے متعلق کچھ پیش سوالات سابق قاضی مکہ رئیس العلمار مولانا صالح کمال کی خدمت میں ہوئے ہیں یہ سن کر اعلیحضرت رئیس العلمار مولانا صالح کمال کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے مولانا وصی احمد محدّث سورتی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا عبدالاحد بھی ہمراہ تھے۔ رئیس العلمار سے سلام و مصافحہ ہوا پھر آپ نے فصیح و سلیس عربی میں مسئلہ علم غیب پر مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی اور اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور اس مسئلہ میں وہابیہ کی جانب سے پیدا کئے ہوئے شبہات و شکوک کا دنداں شکن جواب دیا حضرت مولانا صالح کمال اس دو گھنٹے تک ہمہ تن گوش ہو کر اعلیحضرت کے ایمان افروز بیان کو خاموشی کے ساتھ سنتے رہے جب تقریر ختم ہو گئی تو مولانا صالح کمال چپکے سے اٹھے اور قریب ہی الماری سے ایک کاغذ نکال لائے جس میں مسئلہ علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے اسی میں ایک سوال حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری کے اس قول کے متعلق تھا جو انھوں نے اپنی کتاب اعلام الاذکیار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں لکھا کہ ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن و ھو بکلّ شیٔ علیم اور چار سطر کا اپنا ناتمام جواب اعلیحضرت کو دکھایا اور پھر اسے چاک فرما دیا۔ اور کہنے لگے کہ مکہ معظمہ میں آپ کا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولانا سلامت اللہ رامپوری کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکا ہوتا۔

دولتِ مکیۃ

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء کو عصر کی نماز سے فارغ ہوکر اعلیحضرت کتب خانہ حرم کی جانب تشریف لے جارہے تھے جب دفتر کے زینے پر چڑھنے لگے تو پیچھے سے آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو رئیس العلماء مولانا صالح کمال ہیں سلام ومصافحہ کے بعد دونوں حضرات کتب خانہ کے دفتر میں جاکر بیٹھے اس وقت وہاں دیگر علماء کے علاوہ مولانا سیّد اسمٰعیل اور ان کے برادر گرامی مولانا سید مصطفٰی نیز ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل تشریف فرما تھے حضرت مولانا صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ یہ وہی سوالات تھے جن کا جواب مولانا موصوف نے شروع کیا تھا اور اعلیحضرت کی تقریر سننے کے بعد چاک فرمایا انھوں نے وہ پرچہ اعلیحضرت کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ سوالات وہابیہ نے سیدنا شریف علی پاشا کے ذریعہ پیش کئے ہیں۔ اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ اعلیحضرت جواب لکھنے کے لئے فوراً تیار ہوگئے۔ اور مولانا سیّد مصطفٰی سے فرمایا کہ قلم دوات دیجئے رئیس العلماء مولانا صالح کمال مولینا سیّد اسمٰعیل اور مولانا سید خلیل نے فرمایا کہ ہم لوگ ایسا فوری جواب نہیں چاہتے جو مختصر ہو بلکہ ایسا مدلل جواب ہو کہ خبیث وہابیوں کے دانت کھٹے ہوجائیں اعلیحضرت نے فرمایا کہ اس طرح کے جواب کے لئے کچھ مہلت چاہیے اس وقت صرف دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے مولانا صالح کمال نے فرمایا کل منگل اور پرسوں بدھ ہے ان دو روز میں آپ جواب مکمل فرمادیں اور ہمیں آپ کا جواب جمعرات کو مل جائے تاکہ میں سیدنا شریف

کے سامنے پیش کردوں اعلیحضرت نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت پر بھروسا کر کے وعدہ فرمالیا شان الہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا لیکن اسی حالت تپ میں آپ رسالہ مبارکہ دولتِ مکیۃ تصنیف کرتے اور آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اس کی تبییض کرتے رہے۔ مکہ معظمہ میں یہ بات گونج چکی تھی کہ وہابیہ نے علم غیب پر سوالات کئے ہیں اور اعلیحضرت امام احمد رضا ان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ ابھی دولت مکیہ کی قسم اوّل ختم ہوئی تھی جسمیں مسلکِ اہلسنت کا ثبوت ہے اور قسم دوم لکھی جارہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ کہ اسی اثنار میں حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابوالخیر مرداد کا پیام پہنچا کہ میں چلنے سے معذور ہوں اور رسالہ دولتِ مکیہ سننا چاہتا ہوں اعلیحضرت ان کے یہاں تشریف لے گئے اور رسالے کا جتنا حصّہ لکھا جا چکا تھا ان کو سنا دیا حضرت کبیر العلماء نے اوّل تا آخر سن کر بہت پسند فرمایا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اس رسالے میں علم خمس کی بحث نہیں آئی۔ اعلیحضرت نے فرمایا کہ اس کے متعلق کوئی سوال نہ تھا وہ بولے میری خواہش ہے کہ اس رسالے میں علوم خمس کی بحث کا اضافہ ضرور کر دیا جائے۔ اعلیحضرت نے منظور فرمالیا اور رخصت ہوتے وقت تعظیماً ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا حضرت موصوف نے باں فضل وکمال وباں کبر سال کی عمر شریف ستر برس سے آگے تھی یہ لفظ فرمائے۔ انا اقبّل ارجلکم انا اقبّلُ نِعَالکمْ ۔ میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں میں آپ کے جوتوں کو بوسہ دوں۔ پھر وہاں سے اعلیحضرت قیام گاہ پر تشریف لائے اور شب ہی میں بحث خمس کو بھی بڑھا دیا۔ اب دوسرا دن بدھ کا ہے جب حرم شریف سے صبح کی نماز پڑھ کر آئے تو اتنے میں مولانا سید عبدالحی بن مولانا سید عبدالکبیر محدّث ملک مغرب کا خادم پیام لایا کہ ہمارے مولانا آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مولانا سید عبدالحی یہ وہ جلیل الشان فاضل تھے جن کی اس وقت تک چالیس

کتابیں علوم حدیثیہ دینیہ کی مصر میں چھپ چکی تھیں اعلیحضرت نے خیال فرمایا کہ وعدہ میں آج ہی کا دن باقی ہے اور ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لئے آپ نے معذرت پیش کرتے ہوئے اس خادم سے فرمایا کہ تمھارے مولانا آج کے دن معافی دیں کل میں خود ملاقات کرنے کے لئے آجاؤں گا۔ خادم گیا اور فوراً واپس آکر اس نے کہا کہ ہمارے مولانا سید عبدالحی صاحب آج ہی مدینہ طیبہ جارہے ہیں اور ان کے قافلہ کے اونٹ شہر مکہ سے باہر جمع ہو چکے ہیں ظہر کی نماز کے بعد سوار ہو جائیں گے مجبور ہو کر اعلیحضرت نے مولانا سید عبدالحی کو تشریف آوری کی اجازت دیدی چنانچہ وہ تشریف لائے اور اعلیحضرت سے علوم حدیث کی اجازتیں طلب فرمائیں اور لکھوائیں بعدہٗ علمی مذاکرے ہوتے رہے یہانتک کہ ظہر کی اذان ہوئی بعد نماز وہ عازم مدینۂ طیبہ ہو گئے آج کے دن کا زیادہ حصہ یوں خالی گزر گیا اور بخار ساتھ ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل خاص نے عشاء کے بعد دولت مکیہ کی تکمیل اور تبییض سب پوری کرادی اور جمعرات کی صبح ہی کو یہ کتاب حضرت مولانا صالح کمال کے یہاں پہنچا دی گئی۔

رسالہ دولت مکیہ اعلیحضرت کی زندۂ جاوید کرامت ہے کہ آپ نے بخار کی شدت میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے محض اپنی خداداد یادداشت کے بل پر تفاسیر، احادیث اور کتب ائمہ کی اصل عبارتوں کے حوالجات کثیرہ نقل فرماتے ہوئے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں تصنیف فرمایا جس میں حقائق و دقائق معارف و عوارف کے بحر زخار لہریں مار رہے ہیں اس کے دلائلِ قاطعہ و براہین ساطعہ باغیوں کی سرکوبی کے لئے تازہ دم لشکر ہیں رسالۂ مذکورہ کا طرز تحریر گویا معانیٔ بدیعہ کی پاکیزہ لڑیوں میں عربی ادب کے خوشنما موتی پروئے ہیں۔

شاہِ حجاز کا دربارِ پُر وقار

رئیس العلماء مولانا صالح کمال نے ۲۸ ذالحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۰۶ء کو دن ہی میں دولت مکیہ کا کامل طور پر مطالعہ کیا اور شام کو شریف علی پاشا کے یہاں لے کر پہنچے عشاء کی نماز وہاں اوّل وقت میں ہو جاتی پھر بارہ بجے رات تک شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت رئیس العلماء نے دربار میں کتاب پیش کی اور علی الاعلان فرمایا کہ اعلیحضرت احمد رضا نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اُٹھے ہیں اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا شریف علی پاشا نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی احمد فقیہ اور عبدالرحمٰن اسکوبی بیٹھے تھے انھوں نے دولت مکیہ کے ابتدائی مضامین سن کر خوب اندازہ کر لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی اس لیے انھوں نے چاہا کہ بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں اور کتاب سننے نہ دیں چنانچہ کتاب پر کچھ اعتراض کیا مولانا صالح کمال نے جواب دیا اور آگے بڑھے انھوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا حضرت مولانا نے اس کا جواب دے کر فرمایا کہ آپ حضرات کتاب کو سن لیجئے پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے موقع ہے ممکن ہے کہ آپ کے شبہات کا جواب کتاب ہی میں ہو اور اگر نہ ہوگا تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے جواب نہ ہو سکا تو خود کتاب کا مصنف موجود ہے اتنا کہہ کر آگے پڑھنا شروع کیا کچھ دور پہنچے تھے کہ وہابیوں نے پھر ایک اعتراض جڑ دیا کیونکہ ان کا مقصد تو الجھانا تھا اب حضرت مولانا نے شریف علی پاشا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کا حکم ہے میں کتاب پڑھ کر سناؤں اور یہ لوگ بار بار اُلجھ رہے ہیں اگر آپ

حکم دیں تو میں ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں شریف نے فرمایا اِقْرَأْ آپ کتاب پڑھئے شاہی فرمان کے بعد اب کون بول سکتا تھا وہابیوں کا منہ سِل اٹھا اور حضرت مولانا کتاب سناتے رہے اس کے دلائل قاہرہ سن کر شریف علیٰ پاشا نے بآواز بلند فرمایا۔ اَللّٰہُ یُعْطِی وَھُوٗ لَاءِ یمنعون اللہ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں نصف شب تک آدھی کتاب کے مضامین سنائے جا چکے اب دربار برخاست ہونے کا وقت آگیا شریف نے حضرت مولانا صالح کمال سے فرمایا کہ یہاں نشانی رکھ دیجئے اور پھر کتاب بغل میں لے کر بالاخانے پر آرام کرنے کے لئے تشریف لے لئے وہ کتاب پھر انہیں کے پاس رہ گئی اور اصل کتاب سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں کتاب کا شہرہ پورے شہر میں پھیل گیا وہابیوں پر اوس پڑ گئی بفضلہ تعالیٰ ان کے سب لوہے ٹھنڈے پڑ گئے معلوم ہوتا تھا کہ منہ پر بارہ بج رہے ہیں مکہ معظمہ کے بچے جب وہابیوں کو دیکھتے تو ان سے تمسخر کرتے کہ تم لوگ اب نہیں کچھ بولتے۔ تمہارے جوش و خروش کیوں رفوچکر ہوگئے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا تمہارا کفر و شرک تمھیں پر پلٹا وہابیہ جواب دیتے کہ مولانا احمد رضا نے دولتِ مکیہ میں منطقی تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا ہے۔

خطرناک منصوبہ

شہر مکہ میں دولت مکیہ کے فتح وظفر کا ڈنکا تو بج ہی چکا تھا اب علمائے کرام نے اس پر دھوم دھامی تقریظیں اور تصدیقیں لکھنی شروع کیں حق کا غلبہ دیکھ کر وہابیوں کا دل جلتا لیکن بس کچھ نہ چلتا غور وفکر کے بعد انھوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح فریب کر کے تمام تقریظات برباد کردی جائیں۔ چنانچہ وہ سب مل کر حضرت مولانا کبیر العلماء ابوالخیر مرداد کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ دولت مکیہ پر ہم بھی تقریظ لکھنی چاہتے ہیں لہذا کتاب منگوا دیجئے وہ سیدھے مقدس بزرگ وہابیوں کے فریب کو کیا جانیں۔ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مرداد کو اعلیحضرت کی خدمت میں بھیجا یہ مولانا عبداللہ حرم شریف کے امام اور اعلیحضرت کے مرید تھے۔ کبیر العلماء مولینا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبداللہ کا کتاب لینے کو آنا ہی اطمینان کے لئے کافی تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ اعلیحضرت اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھے اور حضرت مولانا اسمٰعیل بھی وہاں موجود تھے۔ اعلیحضرت کے کچھ بولنے سے پہلے ہی مولانا سید اسمٰعیل نے ہاشمی جلال کے ساتھ فرمایا کہ کتاب ہرگز نہیں دی جائے گی جو صاحب تقریظ لکھنی چاہتے ہوں وہ لکھ کر یہاں بھیج دیں اعلیحضرت نے مولانا سید اسمٰعیل سے فرمایا کہ مولانا ابوالخیر منگوا رہے ہیں اور ان کے صاحبزادے مولانا عبداللہ جو میرے مرید بھی ہیں لینے آئے ہیں تو ایسی صورت میں انکار کرنا مناسب نہیں کتاب بھجوا دینی چاہیئے۔ غیظ المنافقین مولانا اسمٰعیل نے فرمایا کہ جو لوگ وہاں جمع

ہوئے ہیں میں انکو جانتا ہوں وہ منافقین ہیں مولانا ابوالخیر مرداد کو انھوں نے دھوکا دیا ہے اس طرح اس ہاشمی فاضل سید اسمٰعیل کی برکت نے کتاب کو بفضلہ تعالیٰ وہابیوں کی دست برد سے بچایا اور ان کے خطرناک منصوبے کو ناکام بنا دیا۔

گورنر مکّہ معظمہ احمد راتب پاشا

جب علی پاشا کے دربار میں دشمنان دین کا منہ کالا ہوگیا ساتھ ہی ان کا خطرناک منصوبہ بھی خاک میں مل گیا تو انھوں نے اب تیسری کروٹ بدلی ایک ناخواندہ جاہل۔ شیخ عبدالقادر تبیبی کو جو نائب الحرم کہلاتا تھا شیخ معصوم اور احمد فکیہ وغیرہ نے دجل و فریب کی پٹی پڑھا کر اپنا موافق بنالیا اور احمد راتب پاشا کے پاس بھیجا جو اس زمانے میں مکۂ معظمہ کے گورنر تھے احمد راتب پاشا ناخواندہ فوجی آدمی مگر دیندار تھے روزانہ عصر کے بعد کعبہ شریف کا طواف کرتے وہابیوں نے سوچا کہ علی پاشا ایک ذی علم آدمی تھے کتاب سن کر معتقد ہوگئے اور یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکانے سے بھڑک جائے گا ایک دن کا ذکر ہے کہ جب احمد راتب پاشا طواف سے فارغ ہوئے تو عبدالقادر نائب الحرم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور ایک ہندوستانی عالم (احمد رضا) نے ہندوستان میں بہت سے لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیئے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے۔ پھر نائب الحرم نے سوچا کہ گورنر یہ کس طرح باور کریگا کہ ایک ہندوستانی شخص مکہ والوں کے عقیدے بگاڑ دیگا اس لئے مجبور ہو کر اسے اتنا اور کہنا پڑا کہ شیخ العلماء سید محمد سعید بابصیل

رئیس العلماء مولانا شیخ صالح کمال اور کبیر العلماء مولانا ابوالخیر مرداد وغیرہ اکابر اس ہندوستانی عالم کے ساتھ ہوگئے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ کی شان جو بات نائب الحرم نے مجبوراً کہی تھی وہ اس پر الٹی پڑی احمد راتب پاشا نے سخت برہم ہو کر ایک چپت اس کی گردن پر لگائی اور کہا یاخبیث ابن الخبیث یاکلب ابن الکلب اذا کان ھٰؤلاء معہ فھو یفسد ام یصلح ۔ اے خبیث کے بیٹے خبیث اے کتے کے پلے جب یہ بڑے بڑے علمائے کرام اس ہندوستانی عالم کے ساتھ ہیں تو وہ عقیدہ خراب کرے گا یا اصلاح کرے گا پھر تو وہ نائب الحرم ذلت ورسوائی کے پسینہ میں شرابور ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد سے مولانا سید اسمٰعیل وغیرہ عبدالقادر شیبی کو نائب الحرم اَحمَد فکیہ احمق سفیہ اور معصوم کو مخصوم کہا کرتے تھے۔

رئیس العلماء کی خدمت میں رشوت کی پیش کش

جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال علی پاشا کے دربار میں دولت مکیہ سنانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں آپ نے شریف علی پاشا سے خلیل احمد انبیٹھی کے عقائد باطلہ اور ان کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کردیا تھا خلیل احمد انبیٹھی کو جب خبر ہوئی تو آپ کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت! آپ مجھ پر کیوں ناراض ہیں حضرت مولانا نے فرمایا کیا تم خلیل احمد ہو؟ بولے جی ہاں میرا نام خلیل احمد ہے۔ آپ

نے فرمایا تجھ پر افسوس ــــــ تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں ہیں تو تجھے (تقدیس الوکیل میں) زندیق لکھ چکا ہوں اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے اس کتاب پر مولانا صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اس میں آپ نے خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد گنگوہی کو زندیق لکھا ہے۔

مولوی انبیٹھی صاحب نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں ہیں لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمھاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اور وہ میرے پاس بھی موجود ہے جب خلیل احمد نے دیکھا کہ اب بھانڈا پھوٹنے والا ہے۔ تو بول پڑے کہ کیا حضرت کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نے جواب دیا ہوتی ہے پھر آپ نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور انبیٹھی صاحب کو براہین قاطعہ دکھا کر ان کلماتِ باطلہ کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جدہ بھاگ گئے۔ حضرت مولانا صالح کمال نے اس واقعہ کی اطلاع کا خط حضرت مولانا سید اسمٰعیل کے پاس بھیجا انھوں نے مولانا صالح کمال کا اصل خط[عہ] اعلیحضرت کی خدمت میں بھیج دیا۔ صبح کو جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال اعلیحضرت کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور یہ واقعہ خود بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ خلیل احمد انبیٹھی رات ہی میں جدہ بھاگ گیا۔ اعلیحضرت نے فرمایا کہ مولانا! آپ نے بھگا دیا۔ رئیس العلماء اظہار تعجب کرتے ہوئے بولے میں نے بھگا دیا؟ اعلیحضرت نے فرمایا ہاں آپ نے۔ تو انھوں نے پوچھا یہ کیونکر؟ اعلیحضرت نے فرمایا

عہ یہ مکمل خط الملفوظ حصہ دوم ص۱۲ تا ص۱۵ اہ مع اردو ترجمہ منقول ہے۔

کہ جب خلیل احمد نے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے، تو اس وقت آپ نے کیا جواب دیا رئیس العلماء نے فرمایا کہ میں نے کہا ہوتی ہے اعلیحضرت بولے کہ بس آپ کے اسی جملے نے اسے بھگایا۔ آپ کو تو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی اور توہین کرے اس کی توبہ نہیں قبول ہوتی انھوں نے فرمایا واللہ یہ بات تو مجھ سے رہ گئی۔

الانتباہ :۔ بارگاہِ رسالت میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سلطانِ اسلام بعد توبہ بھی اس کو سزائے موت دے گا یعنی توبہ کرنے کے باعث وہ سزائے موت سے بچ نہیں سکتا لیکن اگر اس نے صدق دل سے توبہ کر لی ہے تو اس کا کفر مٹ جائے گا وہ مسلمان قرار پائے گا۔ مجمع الانہر اور درمختار میں ہے و اللفظ لہ الکافر بسبّ نبی من الانبیاء لا تقبل توبتہ مطلقًا۔ جو شخص کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں ـــــ فقہائے کرام کے اس ارشاد کا معنی یہی ہے کہ عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے۔

مولانا عبداللہ بن صدیق مُفتی حنفیہ

مکہ شریف میں اعلیحضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۳ صفر ۱۳۲۴ھ تک رہا اعلیحضرت کے علم و فضل کا چرچا ہر طرف پھیل چکا تھا زمانۂ قیام میں علمائے مکہ نے بکثرت اعلیحضرت کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا علمی مذاکرے ہوتے رہتے۔ علمائے کرام آپ سے سندیں

اور اجازتیں لکھواتے آپ کی قیام گاہ پر صبح سے بارہ بجے رات تک ملاقات وزیارت کرنے والے علماء وغیرہ کا ہجوم رہتا۔

خود اعلیحضرت دعوتوں کے علاوہ صرف چار حضرات رئیس العلماء مولانا صالح کمال، شیخ العلماء مولینا سید محمد سعید بابصیل، شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسمٰعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تشریف لے جایا کرتے باقی دوسرے علمائے کرام اور یہ حضرات مولانا صالح کمال، مولانا محمد سعید، مولانا اسمٰعیل اعلیحضرت کی فرودگاہ پر تشریف لے آتے۔ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق علیہ الرحمٰن کو مکہ شریف میں سکونت اختیار کئے ہوئے چالیس سال سے زائد ہوچکے تھے اس عرصۂ دراز میں کبھی شریف مکہ کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے لیکن بآں کبر سال فضل وکمال آپ اعلیحضرت کی قیام گاہ پر دو مرتبہ تشریف لائے الغرض حضرت مولانا عبداللہ بن صدیق جو اس وقت مفتی حنفیہ تھے ان کے علاوہ پورے شہر مکہ میں ایسا کوئی عالم نہ تھا جو اعلیحضرت کی ملاقات وزیارت کو نہ آیا ہو۔ مفتی حنفیہ کو ان کے جلیل القدر منصب نے اعلیحضرت کی قیام گاہ پر تشریف لانے سے روکا۔ کیونکہ وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شاہ حجاز شریف سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا تھا لیکن اعلیحضرت کے علمی کمالات کو سن سن کر ان کا اشتیاق ملاقات بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ ایک دن انھوں نے اپنے ایک شاگرد خاص کو بھیجا ان کے شاگرد نے اعلیحضرت کی خدمت میں گزارش کی حضرت مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔

اس وقت اعلیحضرت کے پاس مولانا سید اسمٰعیل بھی تشریف فرما تھے اعلیحضرت نے چاہا کہ مفتی حنفیہ کے یہاں جانے کا وعدہ کرلیں کہ اتنے میں مولانا سید اسمٰعیل نے فوراً روکا۔ اور فرمایا خدا کی قسم یہ ہرگز نہ ہوگا تمام علمائے

کرام خود ملنے آتے ہیں وہ کیوں نہیں آتے۔ اعلیحضرت اس شہزادۂ ہاشمی کی قسم کے باعث مجبور ہوگئے اور وعدہ نہ کر سکے لیکن تقدیر الٰہی میں ایک نئی شان سے ملاقات ہونا مقدر تھا۔

واقعہ یوں ہے کہ اسی زمانے میں مولانا عبداللہ مرداد امام حرم شریف اور مولینا حامد محمد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق اعلیحضرت کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا جس میں بارہ سوال تھے اعلیحضرت نے اس کے جواب میں مبسوط کتاب بنام "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" تصنیف کرنی شروع کی جو بفضلہ تعالیٰ ۲۳ محرم ۱۳۲۴ھ کو مکمل ہوگئی پھر یہ کتاب تبییض کے لئے کتب خانہ حرم میں حضرت مولانا سید مصطفےٰ کے پاس بھجوائی گئی کیونکہ مولانا موصوف نہایت خوشخط عالم تھے۔

۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو اعلیحضرت کفل الفقیہ کے مبیّضہ کی تصحیح کے لئے کتب خانہ حرم میں پہنچے دیکھا کہ ایک شاندار عالم بیٹھے ہوئے کفل الفقیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیحضرت نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ لَوْبَاعَ کَاغَذَۃً بِاَلْفٍ یَجُوْزُ وَلَا یُکْرَہُ یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپیہ میں بیچے تو بلاکراہت جائز ہے ـــــ تو پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے اینَ جَمَال بنُ عَبْدِ اللّٰہ من ھذا النص الصریح حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے۔

جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکیؒ علیہ الرحمۃ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا انھوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔

موجودہ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیق کا اشارہ انھیں کی جانب

تھا پھر مولانا عبداللہ کو کوئی مسئلہ دیکھنا تھا اس کے لئے کتابیں نکلوائیں اور ان
کی عبارتیں نقل کرنی چاہتے تھے ادھر اعلیحضرت کفل الفقیہ کے مبیضہ کو
اصل سے ملانے میں مشغول ہوتے۔ اس وقت تک نہ اعلیحضرت نے مولانا
عبداللہ علیہ الرحمہ کو جانا کہ موجودہ مفتی حنفیہ یہی ہیں اور نہ انھوں نے اعلیحضرت
کو جانا اسی اثناء میں انھوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھدی جس کا
وہ نہ مطالعہ کررہے تھے اور نہ اس سے کچھ نقل کررہے تھے اعلیحضرت نے
ان پر کوئی اعتراض نہ فرمایا۔ بلکہ کتاب کی تعظیم کے لئے دوات اتار کر نیچے
رکھدی وہ بولے کہ بحرالرائق کتاب الکراہیت میں تصریح ہے کہ دوات
کتاب پر رکھنی جائز ہے اعلیحضرت نے ان سے یہ تو نہیں فرمایا کہ بحرالرائق
کتاب الکراھیۃ تک کب پہنچی وہ کتاب القضاء ہی میں ختم ہوگئی ہے ہاں
اتنا فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ ممانعت کی تصریح ہے مگر لکھتے وقت بضرورت
جائز ہے مثلاً ہوا کی وجہ سے کتاب کے ورق اڑتے ہوں تو اس وقت
اس پر دوات رکھنی جائز ہے انھوں نے فرمایا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں
اعلیحضرت بولے لیکن ابھی آپ لکھنے تو نہیں ہیں پھر وہ خاموش ہوگئے۔ اور حضرت
مولانا سید اسمعیل سے دریافت فرمایا یہ کون عالم ہیں انھوں نے جواب دیا کہ یہی
اعلیحضرت امام احمد رضا ہیں جن کی تصنیف کفل الفقیہ الفاھم کا
ابھی ابھی آپ مطالعہ کرچکے ہیں بہت ملے مگر شرماتے ہوئے اور پھر فوراً تشریف
لے گئے۔

حسام الحرمین پر علماء کی تقریظات

اعلیحضرت نے مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی گنگوہی، مولوی تھانوی، مولوی انبیٹھی، مولوی نانوتوی پر انکے عقائدِ کفریہ التزامیہ کے سبب کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۹۰۲ء میں المُعْتَمَد المُسْتَنَد میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا پھر آپ نے اپنے اسی مقدس سفر میں المُعْتَمَدُ المُسْتَنَدُ کا خلاصہ رسالۂ مبارکہ حسام الحرمین میں نقل فرماکر علمائے مکہ کے سامنے پیش کیا۔ اکابر علماء نے دولتِ مکیہ کیساتھ ساتھ حسام الحرمین پر بھی نہایت دھوم دھام کیساتھ اپنی تقریظات و تصدیقات تحریر فرمائیں علمائے مصدقین کے اسمائے گرامی گذشتہ اوراق میں نقل کئے جاچکے ہیں۔

علمائے جفر بارگاہِ رضویہ میں

علم جفر تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمال اخفاء مقصود ہے ۱۲۹۴ھ میں مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ نے اعلیحضرت کو صرف ایک قاعدہ "بدوح یلن" جو مزدوجات سے ہے تذکرۃً تعلیم فرمادیا تھا۔ اس کے بعد اعلیحضرت نے جو کتابیں علم جفر کے نام سے مشہور اور رائج ہیں ان کے متعلق اسی علم سے سوال کیا اس نے نہایت تشنیع کی اور بتایا کہ یہ سب کتابیں مہمل باطل جلا دینے کے قابل ہیں صرف دو کتابوں کی تعریف کی جو ان سب مشہور کتابوں کے علاوہ ہیں

جن میں ایک کتاب۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے۔ وہ دونوں کتابیں فضل الٰہی سے اعلیحضرت کو مہیا ہو گئیں۔ جہاں تک ہو سکا آپ نے بزور مطالعہ ان کے معانی دقیقہ و مطالب بدلیعہ کو حل فرمایا اور جس جگہ حضرات مصنفین نے مخصوص الفاظ و حروف کے ذریعہ معنی اور مطلب کو اپنے ذہن تک محدود رکھا تھا وہاں آپ نے قواعد جفر سے سوال کیا اس نے مطلب بتایا اب اس سے ایک نیا قاعدہ حل ہوا پھر آگے بڑھے جب رکاوٹ پیدا ہوئی تو دوبارہ آپ نے فن جفر سے سوال کیا اس نے بتایا اور مضمون حل ہوا۔ اسی طرح آپ نے وہ دونوں کتابیں کامل طور پر حل فرمائیں۔

آپ کی تصنیف "سفر السفر عن الجفر با لجفر" یعنی جفر ہی سے جفر کو واضح کرنے والی کتاب انھیں مباحث میں ہے جس میں ساٹھ سوال اور جفر سے ان کا جواب ہے۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ اعلیحضرت نے اللہ تعالیٰ کے کرم اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت سے نہ صرف جفر پر عبور حاصل کیا بلکہ اس کے ذریعہ "علم زایرجہ" کے ایک عظیم سر مکتوم کا بھی پتہ لگالیا جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ زایرجہ میں ہے کہ زمانہ شیث علیہ الصلوۃ والسلام سے اس راز کے اخفاء کا حلفی عہد ہے ــــ فن کی کتابوں میں نہایت غامض چیستاں کی طرح اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں انھیں میں ایک یہ کہ "خاتم آدم میں ہے" اعلیحضرت نے اس کے متعلق بھی جفر کے اسی پہلے قاعدہ سے سوال کیا اس نے روشن طور پر بتا دیا اب جو ان بارہ پہیلیوں کو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو سب خود بخود منکشف ہو گئیں لیکن اس وسعت علم کے باوجود زمانہ قیام مکہ میں آپ نے خیال فرمایا کہ یہ مقدس شہر تمام دنیا کا مرجع و ماوی ہے۔ علمائے مغرب بھی یہاں تشریف لاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں تو ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے

ایک صاحب کے بارے میں پتہ چلا کہ علم جفر میں مشہور ہیں اعلیحضرت نے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا احمد دھّان مکی کے چھوٹے صاحب زادے مولانا عبدالرحمٰن وہاں ہیں ۔ اعلیحضرت نام سن کر بہت خوش ہوئے کہ مولانا عبدالرحمٰن وہاں اور ان کے بڑے بھائی مولانا اسعد وہاں قاضی مکہ آپ سے حدیث لے چکے تھے ۔ آپ نے مولانا عبدالرحمٰن کو بلایا اور تنہائی میں کئی گھنٹے گفتگو رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم جفر کے جو ناقص قاعدے مولانا عبدالرحمٰن کے پاس تھے ان کی تکمیل ہو گئی ——— اسی طرح کا ایک واقعہ شہر مدینہ طیبہ میں پیش آیا ۔ وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمٰن آفندی شامی نام کے اعلیحضرت کو ملے جو مسلسل کئی روز تشریف لائے ۔ اور دیر تک بیٹھ کر چلے جاتے علماء و معززین شہر کے ہجوم کے سبب انھیں اپنی بات کہنے کا موقع نہ ملتا تھا ایک دن اعلیحضرت نے ان سے حاضری کی غرض پوچھی جواب دیا کہ تنہائی میں کہوں گا ۔ دوسرے دن ان کے لئے وقت مقرر ہوا تشریف لائے اور بولے میں جفر میں کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں ۔ جب گفتگو ہوئی تو ان پر ظاہر ہو گیا کہ علم جفر اتنا آسان نہیں جتنا انھوں نے سمجھا تھا ۔ کہنے لگے کہ یہاں نہ میرا قیام زیادہ دن تک رہے گا نہ آپ کا لہٰذا میں خاص اس علم کو حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں ہندوستان آؤں گا وہ تو نہ آ سکے ۔ مگر مولانا سید عبدالقادر مدنی کے صاحبزادے مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے اور چودہ ماہ اعلیحضرت کے کاشانے پر قیام پذیر رہے ۔ اس مدت میں انھوں نے علم جفر ، علم اوفاق ، اور علم تکسیر آپ سے سیکھا اطائب الاکسیر فی علم التکسیر انھیں کے لئے عربی زبان میں اعلیحضرت نے تصنیف فرمایا ۔ علم جفر میں مولانا سید حسین مدنی کو اتنی قدرت حاصل ہو گئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا صحیح جواب نکال لیتے ۔ اعلیحضرت ان کے متعلق فرماتے تھے کہ اگر وہ چند مہینے اور رہ جاتے تو سب کے جواب صحیح

نکالنے لگتے۔ آپ نے انھیں تعلیم دینے سے پہلے جب علم جفر سے اجازت کے متعلق سوال کیا تو جواب ملا کہ ضرور سکھایئے کہ یہ اسی کے واسطے اتنی دور سے سفر کر کے آئے ہیں پھر رخصت کے وقت آپ نے وہ تمام جداول کثیرہ جو اس فن کی تکمیل کے لئے اپنی طبعزاد ایجاد کی تھیں مولانا حسین مدنی علیہ الرحمۃ کو نذر کر دیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کر لیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ شب و روز لوگوں کے کثرتِ سوالات آپ کی خالص دینی خدمات میں حارج ہو رہے تھے۔

سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ کو روانگی

۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو اعلیحضرت کعبۂ تن سے کعبۂ جان مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوئے اس زمانے میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان موٹر کا انتظام نہیں تھا خشکی میں اونٹ اور دریا میں کشتی کے ذریعہ لوگ سفر کرتے تھے۔ اعلیحضرت چونکہ عرصہ سے علیل تھے۔ اس لئے آپ نے جدہ تک اونٹ سے سفر فرمایا اور وہاں سے رابغ تک ساعیہ کے ذریعہ پہنچے ساعیہ اس بڑی کشتی کو کہتے ہیں جس میں جہاز کی طرح مستول ہوتا ہے۔ اور چالیس پینتالیس آدمی خوب آسانی سے بیٹھتے ہیں اس وقت رابغ کے سردار شیخ حسین تھے جنھوں نے بلا جان پہچان کمال خلوص کے ساتھ مدینہ طیبہ کے سفر میں اعلیحضرت کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ رابغ میں بھی اعلیحضرت کے فضل و کمال کا چرچا پھیل چکا تھا چنانچہ سردار حسین کے بھائی ابراہیم اپنے عزیز و اقارب کی جماعت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے خاندان کا ایک نزاعی مقدمہ جو مدت سے بے فیصلہ پڑا تھا پیش کیا۔

اور آپ سے تصفیہ کر دینے کی گزارش کی اعلیحضرت نے حکم شرعی بیان کیا اور بفضلہ تعالیٰ آپ کی برکت سے باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہو گیا پھر رابغ سے اونٹ کے ذریعہ سفر شروع کیا اور چھٹے دن مدینہ پہنچ کر مواجہۂ اقدس میں حاضری دی۔

ایک مخالف مدینہ طیبہ کے جیل خانہ میں

مدینہ طیبہ میں ایک ہندوستانی صاحب شیخ الحرم عثمان پاشا کے دربار میں کچھ رسائی رکھتے تھے وہ ایک مدرسہ کے نام پر ہندوستان وغیرہ ممالک سے چندہ منگوایا کرتے تھے۔ یہ صاحب بھی دشمنان دین کی باتوں میں آکر اعلیحضرت کے مخالف ہو گئے۔ ابھی اعلیحضرت مکہ معظمہ ہی میں موجود تھے کہ آپ کی آمد آمد کا شہرہ مدینہ طیبہ پہنچا۔ یہ ہندوستانی صاحب جو حاکم مجازی عثمان پاشا کے یہاں دخیل تھے۔ اپنی رسائی کے بل پر یہ لفظ بولے کہ مولانا احمد رضا نے تو مکہ معظمہ میں اپنا سکہ جما لیا یہاں آنے دو آتے ہی ان کو قید کرا دوں گا لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ اعلیحضرت احمد رضا کا حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندہ احمد رضا پر بڑا مہربان ہے۔ اور سرکار دو عالم شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم بے پایاں احمد رضا کا محافظ و نگہبان ہے۔ چنانچہ اعلیحضرت کا قیام ابھی مکہ ہی میں تھا کہ ان ہندوستانی صاحب کی نسبت دھوکے سے چندہ منگانے کا دعویٰ ہوا اور وہ جیل خانے بھیج دیئے گئے۔ جب اعلیحضرت مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو وہ سزا کی میعاد کاٹ کر آچکے تھے مسجد نبوی میں اعلیحضرت سے ملاقات کی اور فرمایا کہ میں تنہائی میں ملنا چاہتا

ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ علمائے کرام کا ہجوم دیکھ رہے ہیں مجھے تو تنہائی آدھی رات کو ملتی ہے بولے میں اسی وقت حاضر ہوں گا اعلیحضرت نے فرمایا بارہ بجے رات میں حکومت کی جانب سے آنے جانے پر بندش ہوتی ہے انھوں نے کہا کہ مجھ پر کوئی بندش نہیں ہوگی پھر وہ وقت مقررہ پر حاضر ہوئے اور اپنی گذشتہ بدگمانی کو ظاہر کرکے معافی کے طلب گار ہوئے اعلیحضرت نے معاف فرما دیا۔ پھر وہ صاحب جب ہندوستان آئے تو دوبارہ اعلیحضرت کی خدمت میں عقیدتمندانہ حاضری دی پردہ پوشی کے لئے اعلیحضرت نے ان صاحب کا نام نہیں ظاہر فرمایا

عالم بیداری میں
زیارت کی دولتِ کبریٰ

اعلیحضرت ان شہیدان محبت میں ہیں جن کے نزدیک حاضری حرمین کا اصل مقصود آستانۂ نبوت کی زیارت ہے۔ عاشقان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر زیارت کی نیت نہ ہو تو حج کعبہ کا کوئی لطف حاصل نہیں اور اس حج میں کوئی جان نہیں جو نیت زیارت سے وابستہ نہ ہو۔ چنانچہ اعلیحضرت نے اس سفر مقدس کا بھی مقصود آستانۂ نبوی کی زیارت ہی قرار دیا تھا۔ آپ اپنی نعتیہ تصنیف حدائق بخشش میں لکھتے ہیں کہ۔

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا !
پوچھا تھا جس نے مجھ سے کہ نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے : - وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی ہر شخص کے لئے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی ——— خاص و عام کا زبان زد ایک مقولہ بھی ہے کہ جیسی نیت ویسی برکت پھر اعلیحضرت کا یہ سفر مقدس چونکہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت پاک کے لئے تھا اور نیت بالکل خالص تھی اس لئے اللہ کے پیارے رسول سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سچے عاشق احمد رضا کے لئے دنیوی حجابات ہٹا کر اس طرح کرم فرمایا کہ عبد المصطفیٰ احمد رضا نے اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور زیارتِ مقدس کی اس خصوصی دولتِ کبریٰ و نعمت عظمیٰ سے شرفیاب ہوئے

مولوی سید شاہ جعفر میاں صاحب خطیب جامع مسجد گوپھلہ نے اپنے والد صاحب کے عرس کے موقع پر بیان کیا کہ اعلیحضرت جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تو شوقِ دیدار میں روضۂ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل[۲] لکھی جس کا مطلع یہ ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ۔ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

عہ کہیں جانے کی تیاری کو نہضت کہتے ہیں۔

عہ یہ غزل حدائق بخشش میں ہے۔

غزل مواجہۂ اقدس میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

اعلیٰحضرت علمائے مدینہ کے جھرمٹ میں

مدینہ طیبہ میں اعلیٰحضرت کی حاضری سے پہلے ہی آپ کے علم و فضل کا شہرہ اور آپ کے سچے عشق کا چرچا پہنچ چکا تھا۔ مکہ شریف میں اعلیٰحضرت حاضری مدینہ کے لئے بے تاب تھے لیکن آپ کی علالت شدیدہ سفر کے لئے مانع تھی اور یہاں علمائے مدینہ اس عاشق رسول نائب نبی کی ملاقات و زیارت کے لئے بیقرار ہو کر آپ کی آمد کا سختی سے انتظار فرما رہے تھے۔

شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے مخلص شاگرد حضرت مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ہم سالہا سال سے یہاں مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں اور جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا لیکن اعلیٰحضرت کے پہونچنے سے پہلے ہی علماء تو علماء اہل بازار تک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے چنانچہ جب مدینہ طیبہ میں اعلیٰحضرت کی حاضری ہوئی اور آمد کی خبر ہر طرف پھیلی تو صبح سے عشاء تک آپ کے پاس علمائے مدینہ کا ہجوم رہتا تھا ملاقات و زیارت کرنے والوں کی بھیڑ بارہ بجے رات سے

سے حیات اعلیٰحضرت ص۴۴

پہلے ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی یہاں تک کہ اگر کسی کو تنہائی میں اعلیحضرت سے ملنا ہوتا تو وہ آدھی رات کے بعد ہی مل سکتا تھا۔ آپ کے ساتھ خلوص و عقیدت میں مدینہ طیبہ کے حضرات کرام نے باشندگان مکہ معظمہ سے زیادہ حصہ لیا۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے کمال عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ اعلیحضرت کو یا سیدی کہہ کر مخاطب کرتے ایک مرتبہ اعلیحضرت نے ان سے فرمایا کہ حضرت سید تو آپ ہیں۔ وہ بولے واللہ سید (سردار) تم ہو اعلیحضرت نے فرمایا میں سیدوں کا غلام ہوں انھوں نے فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے سید عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ ۔ قوم کا آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہے۔

مدینہ طیبہ کے علمائے کرام بالخصوص حضرت مولانا سید عباس رضوان، مولانا سید مامون بری، مولانا سید احمد جزائری، مولانا شیخ ابراہیم خربوطی، مولانا عثمان بن عبد السلام سابق مفتی حنفیہ مدینہ طیبہ اور تاج العلماء مولانا تاج الدین الیاس مفتی حنفیہ مدینہ منورہ اعلیحضرت کے ساتھ بڑی محبت و خلوص سے پیش آئے اور شایان شان آپ کا اکرام و اعزاز فرمایا حقیقت یہ ہے کہ جو مرد مومن پیارے مصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر اپنی فانی عزت قربان کر کے فانی فی الرسول کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر بارگاہ رسالت سے اس کو وہ اعزاز نصیب ہوتا ہے کہ امت کے بڑے چھوٹے سب اس کے آگے جبین احترام کو جھکا دیتے ہیں۔

مکہ معظمہ کے علمائے کرام کی طرح مدینہ طیبہ کے علمائے عظام نے بھی اعلیحضرت سے سندیں اور اجازتیں لیں اور یہ سلسلہ مدینہ طیبہ سے واپسی تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ روانگی کے دن جب قافلہ کے اونٹ آ گئے اور ان پر سوار ہونے کی تیاری ہو چکی اس وقت تک علمائے کرام آپ سے

اجازت نامے لکھواتے رہے۔ اعلیحضرت نے حرمینِ مقدس وغیرہ کے کثیر علمائے کرام کو سندیں اور اجازتیں دی ہیں۔

ان میں جن سندوں اور اجازتوں کی نقلیں لی جا سکیں وہ سب الاجازات المتینہ میں طبع ہو چکی ہیں۔

حسام الحرمین کی تصدیقات اور دولت مکیہ کی تقریظات کا کام یہاں بھی نہایت شان و شوکت کے ساتھ انجام پایا۔ مفتی شافعیہ مولانا سید احمد برزنجی نے تو حسام الحرمین کی تصدیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں انھوں نے لتوی و مستحکلی مہری گنگوہی، حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کی عبارات کفریہ پر اپنی ذاتی بحث تحریر کر کے پیشوایانِ وہابیہ، نانوتوی گنگوہی، اور تھانوی وغیرہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

مولانا کریم اللہ مہاجر مدنی کے خلوص کی تو کوئی حد نہیں تھی حسام الحرمین اور دولت مکیہ کی تصدیقات و تقریظات میں انھوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ یہاں کے علماء نے بھی دولت مکیہ کی نقلیں حاصل فرمائیں ایک نقل حضرت مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات حاصل کرنے کے لئے اپنے پاس رکھی اعلیحضرت کی واپسی کے بعد بھی مصر، شام اور بغداد مقدس وغیرہ ممالک کے جو علماء آستانہ نبوی پر حاضری دینے کے لئے مدینہ طیبہ پہونچتے مولانا کریم اللہ علیہ الرحمۃ ان کی خدمت میں دولت مکیہ پیش کرتے اور ان کی تحریر فرمودہ تقریظوں کو ذریعہ ڈاک اعلیحضرت کی خدمت میں بھیجتے رہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً کثیرا

ہندوستان کو واپسی

اعلیحضرت کا قیام مدینہ طیبہ میں اکتیس[۳۱] دن تک رہا اس درمیان میں آپ ایک مرتبہ مسجد قبا شریف کو گئے اور ایک بار حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کو حاضر ہوئے باقی ایام سرکار اقدس کی حاضری میں گزارا۔ پھر آستانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزاروں نعمتوں اور برکتوں سے شرفیاب ہو کر ہندوستان کو واپس ہوئے جدہ تک اونٹ سے سفر فرمایا اور وہاں سے ذریعۂ جہاز کراچی پہنچے پھر بمبئی کے معتقدین اصرار کرکے آپ کو بمبئی لے گئے۔ آپ نے بمبئی سے مستورات کو حضرت مولانا محمد رضا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے ساتھ بریلی روانہ کر دیا۔ اور خود بمبئی و احمد آباد وغیرہ میں ہفتوں قیام فرما کر ایک ماہ کے بعد بریلی پہنچے ——— ہم نے اعلیحضرت کا یہ سفرنامہ نیز حرمین مقدس کے واقعات الملفوظ حصہ دوم سے اخذ کئے ہیں روانگی اور واپسی کے درمیان کے بہت سے واقعات اختصار کے پیش نظر نقل نہ کر سکے۔ مزید معلومات کے لئے الملفوظ حصہ دوم کے ادائل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

یہاں ہندوستان میں وہابیوں نے یہ خبر گرم کر رکھی تھی کہ مولانا احمد رضا کو مکہ شریف میں قید کر لیے گئے چنانچہ ان خبروں سے متأثر ہو کر ہندوستان کے بعض سنیوں نے دریافت حالات کے لئے۔ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق مہاجر مکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں خطوط روانہ

گئے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے وہ جواب دیا کہ سنیوں کا دل باغ باغ اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ ہو گیا ــــــ آپ نے وہاں سے لکھا کہ خبیثوں کا کذب خبیث ہے۔ اعلیحضرت مولانا احمد رضا کو مکہ شریف میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

زمانۂ قریب کے علمائے مکہ

حقیقت یہ ہے کہ اعلیحضرت کے منصب و رفعت سے جس قدر علمائے حرمین واقف ہوئے۔ اس قدر خود ہندوستانی حضرات بھی واقف نہیں ہیں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں اعلیحضرت کا جیسا اعزاز و اکرام ہوا۔ اور جس طرح اکابر حرمین نے آپ کی عظمت کے سامنے سر نیاز کو خم کیا۔ اس کا کچھ اندازہ ناظرین بھی ان واقعات سے کر سکتے ہیں جو گزشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے لیکن وہ واقعات ۱۳۲۴ھ کے ہیں جب کہ اعلیحضرت اس دنیا میں تھے اور مکہ معظمہ میں شریف مکہ کی حکومت تھی اب ہم دور جدید کے چند اہل حق علمائے کرام کے پاکیزہ خیالات سفر نامہ حرمین طیبین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ آج بھی علمائے حرم کے دلوں میں اعلیحضرت کی عقیدت و محبت کی شمع روشن ہے۔ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں مولانا غلام مصطفٰے مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم گھوڑا مارا راج شاہی مشرقی پاکستان جب حج و زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن پہنچے تو احباب کے اصرار پر انھوں نے ایک کتاب بنام سفر نامہ حرمین طیبین مرتب فرما کر شائع کی

ذیل کے واقعات اسی کتاب سے اقتباس کرکے پیش کئے جاتے ہیں.

مولینا سیّد محمد علوی قاضی القضاۃ

مولانا غلام مصطفٰے صاحب اپنی کتاب سفر نامہ حرمین صـ۶۶ـ میں رقمطراز ہیں کہ ـــــــــ ہم لوگ ایک ساتھ بصورت وفد علمائے حرم سے ملاقات کو حاضر ہوتے ہمارے وفد کی پہلی ملاقات حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ہوئی جو نہایت ہی معمّر بزرگ ہیں تقریبًا تیس سال بمبئی میں رہ چکے ہیں اب آخری عمر میں پھر مکہ شریف کی سکونت اختیار فرمالی ہے علامہ موصوف نے فرمایا کہ بلاد عرب میں اعلیحضرت مولانا احمد رضاخاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ڈنکا بج رہا ہے اور علمائے حرمین طیبین اعلیحضرت سے جس قدر واقف ہیں ہندوستان کے لوگ اس قدر واقف نہیں ہیں حضرت علامہ سعد اللہ نے ہم لوگوں کو بطور امتحان حضرت مولانا سید محمّد علوی مالکی کے پاس بھیجا جو اس وقت مکہ شریف کے قاضی القضاۃ ہیں ان کے والد محترم اعلیحضرت کے ہمعصر دوست تھے۔ حضرت علامہ سعد اللہ مکی نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ علامہ سید محمد علوی سے ملاقات کے بعد صرف اتنا کہئے گا کہ نحنُ تلامیذُ تلامیذِ اعلیحضرت مولانا احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے گا کہ اعلیحضرت کے علم وفضل کا سکّہ علمائے حرم پر کس قدر بیٹھا ہوا ہے اور علمائے حرم کے دلوں میں اعلیحضرت کا کتنا احترام ووقار ہے۔ بہرکیف ہم لوگ حضرت مولانا سید محمد علوی مالکی مدظلہ العالی کے در دولت پر حاضر ہوئے تھوڑی دیر کے بعد ایک حسین وجمیل بزرگ تشریف لائے جن کی صورت

سے نور سیادت کی شعاعیں نکل رہی تھیں سب لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے حضرت مولانا نے حاضرین کو السّلام علیکم کہا اور سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

اور پھر ہر شخص مصافحہ و دست بوسی کرنے لگا۔ حضرت مولانا نے ہر ہر شخص سے خیریت پوچھی پھر نہایت ہی شیریں اور ٹھنڈا شربت حاضرین کو پیش کیا گیا حضرت مولانا نے ہر شخص کا مقصد حاضری دریافت فرمایا اور حاجت روائی فرمائی۔ جب ہم لوگوں کی باری آئی تو ہم لوگوں نے وہی جملہ دہرایا۔

نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ——— یعنی ہم لوگ اعلیحضرت مولانا احمد رضا کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اتنا سنتے ہی مولانا سید محمد علوی سروقد اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرداً فرداً ہم لوگوں سے مصافحہ اور معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی پھر دوبارہ شربت و قہوہ پیش ہوا۔ اور انھوں نے اپنی پوری توجہ ہم لوگوں کی جانب مبذول فرمادی ایک آہ سرد بھر کر فرمایا سیدی علامہ مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نَحْنُ نَعْرِفُہٗ بِتَصْنِیْفَاتِہٖ وَتَالِیْفَاتِہٖ حُبُّہٗ عَلَامَۃُ السُّنَّۃِ وَبُغْضُہٗ عَلَامَۃُ الْبِدْعَۃِ یعنی ہم حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے ہیں۔ ان کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض بدمذہبی کی پہچان ہے۔ اس مجلس میں بڑے بڑے رؤسا مکہ جلوہ افروز تھے اور حضرت مولانا سید محمد علوی کی اس خصوصی شفقت و التفات کو دیکھ کر دم بخود تھے تمام لوگوں سے حضرت مولانا موصوف نے ہم لوگوں کا تعارف کرایا اور بار بار اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر فرمایا —

علاّمہ شیخ محمد مغربی الجزائری

علامہ محمد مغربی یہ وہ بے باک عالم حقانی ہیں کہ جس وقت سعودی عرب کا بادشاہ ابن سعود جنت المعلیٰ، جنت البقیع شریف کے مزارات مقدسہ کو توڑ رہا تھا اور اپنی بربریت وبہیمیت کا مظاہرہ کر رہا تھا تو تمام لوگ دم بخود دیکھتے اس وقت علامہ شیخ محمدؒ مغربی ہی کی ذات گرامی تھی جس نے خانۂ کعبہ کی دیوار کے نیچے بادشاہ کے اس جابرانہ وظالمانہ حرکت کے خلاف آواز بلند کی اور علمائے حرم کو غیرت دلائی اور فرمایا کہ اے علمائے حرم تم کہاں منہ چھپائے پھر رہے ہو؟ آؤ ہم لوگ خانہ کعبہ کی دیوار مقدس کے نیچے قسم کھائیں کہ ہم بادشاہ سے پوچھیں گے کہ تو مزارات مقدسہ کے ساتھ ایسا ظلم کیوں کر رہا ہے حضرت شیخ مغربی کی اس صدائے حق نے عوام وخواص کو ایسا چونکا دیا کہ ہر طرف سے لوگ اس آواز پر مرحبا ولبیک کے نعرے بلند کرنے لگے۔ عربوں کی غیرت میں جوش آگیا۔ اور ہر جگہ بادشاہ کے جور وستم کے خلاف احتجاج ہونے لگا۔ شاہ ابن سعود یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھا اور علامہ محمد مغربی نیز ان کے ساتھیوں کو اس نے حبس دوام کی سزا دے دی۔ میدان حق کے اس بے باک مجاہد نے جیل کی وحشتناک زندگی تو قبول کر لی لیکن اپنی حق گوئی میں کوئی لچک پیدا نہ ہونے دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب بادشاہ مر گیا اور اس کا بیٹا جو سعودی عرب کا موجودہ حکمراں ہے تخت نشین ہوا تو اس نے علامہ محمد مغربی اور ان کے رفقاء کو آزاد کر دیا اور پھر مزارات مقدسہ کے توڑ

پھوڑ کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اسی بے باک مرد مومن کی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولینا غلام مصطفیٰ اپنے سفر نامہ ص۲۵ میں لکھتے ہیں کہ۔

• ہم لوگ دوسرے دن حضرت علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری کے دربار تک پہنچے یہاں کمروں کی آرائش وزیبائش کا عجیب عالم تھا ہر طرف نہایت ہی قرینے سے گاؤ تکیئے لگے ہوئے تھے۔ نہایت ہی قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی الماریوں میں نایاب کتابیں دلفریب طریقے سے سجائی گئی تھیں۔ ایک طرف ٹیلیفون رکھا ہوا تھا بڑے بڑے رؤسائے مکہ شیخ کو پنکھا جھل رہے تھے۔ حبشی جوان پٹکا باندھے مؤدب کھڑے تھے۔ شیخ موصوف نہایت ہی معمر لیکن نہایت تندرست ہیں چہرہ نورانی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے عالم پیری میں بھی وہ نوران کے چہرے سے جھلک رہا تھا کہ اللہ اللہ کیا کہنا ہم لوگ شیخ سے ملے۔ شیخ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ اعلیٰحضرت کے سلسلے میں منسلک ہیں تو پھر دوبارہ شیخ نے کھڑے ہو کر فرداً فرداً سب سے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور بڑی عزت افزائی کی شیخ نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بار بار ذکر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت علامہ فاضل بریلوی میرے ہمعصر اور میرے بہت دوست تھے۔ ہم آج بھی ان کے علم و فضل کے مداح ہیں اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں ـــــ ایک دن حرم شریف میں ہم لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے مغرب کی نماز ہو چکی تھی۔ مصر، یمن، ترکی وغیرہ کے بڑے بڑے علماء شیخ کے سامنے جلوہ افروز تھے ہم لوگوں کو دیکھتے ہی شیخ کھڑے ہو گئے پھر کیا تھا غیر ممالک کے علماء کی نگاہیں ہم لوگوں کی طرف اٹھ گئیں۔ کہ یہ کون لوگ ہیں کہ شیخ نے ان کی یہ عزت افزائی فرمائی شیخ نے ہم لوگوں کا تعارف کرایا اور اعلیحضرت کے حالات بیان فرمائے ـــــ۔

یہ ہیں دور جدید کے علمائے مکہ جن کے دلوں میں اعلیحضرت کی عظمت وعقیدت اتنی راسخ ہوچکی ہے کہ اعلیحضرت کے صاحبزادے نہیں شاگرد نہیں بلکہ شاگردوں کے شاگرد بھی ان کے نزدیک قابل احترام ولائق صدعزت ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن درویش

مولینا غلام مصطفےٰ اپنے سفرنامہ صفحہ میں رقمطراز ہیں کہ

• ـــــــ مکہ شریف میں ہماری ملاقات مولانا درویش عبدالرحمٰن صاحب قبلہ باجوے ہوئی ان سے مل کر بہت سی باتیں معلوم ہوئیں یہ نہایت ہی بزرگ اور ہردلعزیز درویش ہیں۔ میں دن کے وقت گرمی سے پریشان ہوکر ان کے مکان پر چلا جاتا۔ ان کا مکان حرم شریف سے بالکل متصل اور نہایت ٹھنڈا تھا ان کی عمر شریف تقریبًا اسی سال کی ہوچکی ہے لیکن جوانوں سے بھی زیادہ چست ہیں۔ سوائے بالوں کی سفیدی کے ان پر بڑھاپے کا قطعی کوئی اثر نہیں ہے میں نے ان کی صحت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ بزرگان دین کے کرم کا اثر ہے۔ میں جب چھوٹا تھا تو حضرت علامہ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق صاحب الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جھوٹا کھانا مجھے نصیب ہوا کرتا تھا۔ یہ حضرت موصوف کے جھوٹے کھانے کی برکت ہے کہ میں ابھی تک جوان ہوں۔ مولانا عبدالرحمٰن درویش یہ وہ بزرگ ہیں کہ اعلیحضرت کے بہت سارے تبرکات ان کے پاس موجود ہیں جن کی میں نے اور مولانا عبدالمصطفےٰ صاحب اعظمی نے زیارت کی مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے پاس اعلیحضرت کے عطا کردہ تبرکات میں حسب ذیل چیزیں اب

بھی موجود ہیں ایک کالے رنگ کی شیروانی ایک روئی دار بنڈی، بریلی شریف کے بنے ہوئے تانبے کے دو لوٹے ایک مشک۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن ذی ہوش تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیحضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا ـــــــ

تلامذہ

اعلیحضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس، افتاء اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی لیکن ابتداء میں تدریس کی جانب زیادہ میلان تھا کیونکہ بریلی شریف میں سنیوں کا کوئی مدرسہ نہ تھا صرف اعلیحضرت کی ذات واحد مرجع طلبہ و علماء تھی پھر جب آپ کے فضل و کمال کا سکہ ہر طرف رواں ہوا تو دوسرے اضلاع اور صوبہ جات کے تشنگان علوم بھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور علم و فن میں کمال حاصل کر کے مشاہیر زمانہ ہوئے بارگاہ رضویہ اگرچہ ایک عظیم الشان درسگاہ تھی جس میں آپ خالصًا لوجہِ اللہِ تعالیٰ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے لیکن چونکہ اس کی حیثیت کسی ایسے رواجی مدرسے کی طرح نہ تھی جس کے رجسٹر داخلہ اور رجسٹر فارغ التحصیل میں آنے والے طلبہ اور فارغ ہونے والے علماء کے نام نمبر شمار کے ساتھ درج ہوتے رہتے ہیں اس لیے اعلیحضرت کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم

نہیں کی جاسکتی ـــــ ذیل میں ناظرین کی معلومات میں اضافہ کی خاطر چند مشاہیر شاگردوں کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔عہ

حضرت مولانا حسن رضا خاں برادر اوسط اعلیحضرت، حضرت مولانا محمد رضا خاں برادر خرد اعلیحضرتؒ، شہزادہ اعلیحضرتؒ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، سلطان المناظرین مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، محدث اعظم ہند مولانا سیّد محمد جیلانی کچھوچھوی، ملک العلماء مولانا سیّد ظفرالدین فاضل بہاری، سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی، برادر زادہ اعلیحضرت مولانا حسنین رضا خاں، مولانا نواب سلطان احمد خاں بریلوی مولانا سید امیر احمد بریلوی، مولانا حافظ یقین الدّین بریلوی، مولانا سید حافظ عبدالکریم بریلوی، مولانا حاجی سیّد نور احمد چاٹگامی، مولانا منور حسین بریلوی مولانا واعظ الدّین مصنف دفع زیغ زاغ، مولانا سیّد عبدالرّشید عظیم آبادی مولانا سید شاہ غلام محمد بہاری، مولانا سید حکیم عزیز غوث بریلوی، مولانا نواب مرزا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضوانہ علی الواصلین منہم الی الحق۔

مشاہیر خلفاء

حضور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ درج ذیل سلاسلُ عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمایا کرتے تھے۔

عہ حیات اعلیحضرت ص ۲۱۲

(۱) سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبائیہ قدیمہ (۲) سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۳) سلسلۂ عالیہ قادریہ اہدلیہ (۴) سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ (۵) سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ (۶) سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) سلسلۂ عالیہ چشتیہ محبوبیہ جدیدہ (۸) سلسلۂ عالیہ سہروردیہ فضیلیہ (۹) سلسلۂ عالیہ سہروردیہ واحدیہ (۱۰) سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ علائیہ (۱۱) سلسلۂ عالیہ علویہ نقشبندیہ علائیہ (۱۲) سلسلۂ عالیہ بدیعیہ (۱۳) سلسلۂ عالیہ علویہ منامیہ۔ (الاجازات المتینہ)

حرمین شریفین، افریقہ اور ہندوستان وغیرہ کے جن اکابر علمائے اسلام وحامیان دین کو اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی ان میں چند مشہور و معروف حضرات کے اسمائے گرامی الاجازات المتینہ، الاستمداد وغیرہ سے نقل کرکے ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) مجمع الفضائل منبع الفواضل عالم کامل مولانا سید محمد عبدالحی[عہ] بن سید عبدالکبیر کتانی حسنی ادریسی فاسی محدث بلاد مغرب (افریقہ)

(۲) رئیس العلماء، سابق مفتی حنفیہ مولانا شیخ صالح کمال مکی۔

(۳) فاضل جلیل مولانا سید اسمٰعیل مکی محافظ کتب خانہ حرم شریف۔

(۴) صاحب صدق وصفا مولانا سید مصطفےٰ بن مولانا سید خلیل مکی۔

(۵) حضرت مولانا سید ابو حسین محمد مرزوقی امین الفتوی مکی۔

عہ حضرت مولانا سید محمد عبدالحی فاسی علیہ الرحمہ ملک مغرب کے رہنے والے ہیں علم حدیث وغیرہ علوم دینیہ میں ساٹھ عظیم وجلیل کتابوں کے مصنف ہیں اور بڑے پائے کے محدث ہیں ۱۳۲۳ھ میں مکہ شریف حج وزیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے وہیں اعلیحضرت سے ملاقات کرکے اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔

(٦) حضرت مولانا شیخ اسعد دہان مکی (٧) حضرت مولانا شیخ
عبدالرحمٰن شیخ دہان مکی (٨) فاضل یگانہ مولانا علامہ شیخ محمد عابد بن حسین مکی
مفتی مالکیہ (٩) حضرت مولانا شیخ علی بن حسین مکی (١٠) حضرت مولانا شیخ
جمال بن محمد امیر مکی (١١) حضرت مولانا شیخ عبداللہ بن مولانا شیخ احمد
ابوالخیر میرداد مکی (١٢) حضرت مولینا سید عبداللہ دحلان مکی (١٣) حضرت
مولانا شیخ بحر رفیع مکی (١٤) حضرت مولانا شیخ حسن عجیمی (١٥) حضرت
مولانا سید سالم بن عیدروس بار علوی حضرمی (١٦) حضرت مولانا
سید علوی بن حسن الکاف حضرمی (١٧) حضرت مولانا سید ابوبکر بن سالم
بار علوی حضرمی۔ (١٨) حضرت مولانا سید محمد بن عثمان دحلان مکی (١٩)
حضرت مولانا شیخ محمد یوسف مدرس مدرسہ رحمت اللہ مہاجر مکی (٢٠)
حضرت مولانا شیخ عبدالقادر کردی مکی تلمیذ رئیس العلماء مولانا شیخ
صالح کمال (٢١) حضرت مولانا شیخ عبداللہ فرید بن مولانا عبدالقادر
کردی مکی (٢٢) حضرت مولانا سید عمر بن سید ابوبکر مکی (٢٣) حضرت
مولانا شیخ احمد حضراوی مکی (٢٤) حضرت مولانا سید مامون بری مدنی
(٢٥) شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مدنی (٢٦) حضرت مولانا شیخ
بن حمدان محرسی مدنی (٢٧) فاضل ربانی مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر
مدنی (٢٨) شاہزادہ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی۔
(٢٩) شاہزادۂ اصغر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (٣٠) حضرت
صدر الشریعہ خاتم الفقہاء مولانا امجد علی اعظمی (٣١) صدر الافاضل
استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (٣٢) شیخ المحدثین مولانا
سید دیدار علی محدث لاہوری (٣٣) مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی
میرٹھی۔ (٣٤) ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین فاضل بہاری (٣٥) فقیہ
اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی (پنجاب) (٣٥) حامی سنت

مولانا محمد عبدالسلام جبل پوری (۲۷) سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (۲۸) فاضل کامل مولانا رحیم بخش آروی شاہ آبادی (۲۹) مفتی سی، پی مولانا برہان الحق جبل پوری۔ (۳۰) عالم نبیل مولانا محمد شفیع احمد بیسلپوری (۳۱) فاضل جلیل مولانا حسنین رضا بریلوی (۳۲) ناشر سنیت قاطع وہابیت حضرت حاجی لعل محمد مدراسی (۳۳) مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی (۳۴) عالم حقانی مولانا سید فتح علی شاہ کھروڑ سیدان پنجاب (۳۵) مولانا ابو محمد امام الدین کوٹلی سیالکوٹ (پنجاب) رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرِضْوَانُہٗ عَلَی الْوَاصِلِیْنَ مِنْھُمْ اِلَی الْحَقِّ ط

قطب الوقت مظہر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ جل مجدہٗ نے اپنے برگزیدہ بندہ احمد رضا کو مقدس دین اسلام کی خدماتِ جلیلہ کے صلہ میں ولایتِ کاملہ کا منصبِ عظیم عطا فرمایا تھا اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی نے اعلیحضرت کو قطبیت کا تاجِ کرامت بخشا تھا۔ چنانچہ اگر ایک طرف آپ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف حضور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر بھی ہیں آپ نے جس شان سے احیائے دین و تجدید ملت کے فرائض منصبی کو انجام دیا وہ شاہد عدل ہے کہ یقیناً آپ کی ذات گرامی حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجلی گاہ تھی۔ خود

اعلیحضرت رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

• ـــــــ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجہ تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالی عنہ کی غلامی مراد ہے۔ ـــــــ (الملفوظ حصہ سوم ص ۶۱)

بیشک سرکار غوثیت کی یہی وہ خصوصی غلامی ہے جس کے پیش نظر ہم سرکار اعلیحضرت کو قطب الوقت سے یاد کرتے ہیں آپ کے منصب ولایت کی رفعت اور درجۂ قطبیت کی بلندی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حرمین مقدس کے بڑے بڑے مشائخ و عارفین نے آپ کو اپنا شیخ طریقت بنایا۔ آپ کو اپنا استاذ مانا آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ سے اجازتیں لکھوائیں اب رہے وہ مسافر جن کی تیغ طریقت کی منزل یا حقیقت کے زینے تک محدود ہو وہ بھلا اس احمد رضا کو کیا پہچان سکیں گے جو اپنے آقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی نیابت عظمٰی سے مشرف ہو کر معرفت و عرفان کی بلند منزل پر رونق افروز

سالکین تو سالکین مجاذیب حضرات بھی جو شرعاً مرفوع القلم ہوتے ہیں آپ کی عظمت و رفعت کے سامنے جبین احترام کو خم کر دیا کرتے تھے۔ ایک مجذوب[عہ] دینا میاں جن کی زبان پوربی تھی وہ صرف ایک لنگوٹی باندھے رہا کرتے تھے۔

انھوں نے ایک مرتبہ ٹرین کو اپنی کرامت سے روک دیا تھا۔ شہر بریلی کے ہندو مسلمان سبھی ان کے نام سے واقف ہیں ایک دن ان کا

عہ کرامات اعلیحضرت ص ۶۲

گزر محلہ سوداگران میں ہوا جب وہ اعلیٰحضرت کی مسجد کے سامنے پہنچے تو آپ کاشانۂ اقدس سے تشریف لا رہے تھے۔ دینامیاں آپ کو دیکھ کر بھاگے اور ایک گلی میں جا کر چھپ گئے لوگوں نے کہا میاں کیوں بھاگتے پھرتے ہو۔ انھوں نے فرمایا کہ یا ماؤنوا! آدت ہے لوگ بولے کہ مولوی صاحب آرہے ہیں تو کیا ہوا۔ تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا پھرج کھلے بھئے ہیں ـــــ یعنی قابل ستر جسم کا حصہ کھلا ہوا ہے لہذا ایسی حالت میں ایک عظیم المرتبت پیشوائے طریقت کے سامنے جانا اُس کے احترام کے خلاف ہے۔

بریلی میں ایک مجذوب حضرت بشیر الدین آخوندزادے کی مسجد میں رہا کرتے تھے اور جو شخص ان کے پاس جاتا تو کم سے کم پچاس گالیاں سُناتے خود اعلیٰحضرت بچپن ہی سے اولیائے کرام کے عاشق اور ان کی ملاقات کے شائق تھے چنانچہ آپ کو اپنی نوعمری کے زمانے میں حضرت بشیر الدین مجذوب کی ملاقات کا شوق ہوا ایک روز رات کے گیارہ بجے تنہا ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرش پر جا کر بیٹھ گئے حضرت بشیر الدین علیہ الرحمۃ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے آپ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے اور پوچھا کہ تم مولوی رضا علی صاحب کے کون ہو؟ اعلیٰحضرت نے جواب دیا کہ میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور آپ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ یہاں تشریف رکھئے پھر پوچھا کہ کیا آپ مقدمے کے لئے آئے ہیں اعلیٰحضرت نے فرمایا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لئے نہیں آیا۔ میں تو صرف دعائے مغفرت کے لئے حاضر ہوا ہوں قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے اللہ کرم کرے اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد اعلیٰحضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ ان کے پاس مقدمہ کی غرض

سے. حاضر ہوئے حضرت بشیرالدین علیہ الرحمہ نے ان سے خود ہی پوچھا کہ مقدمہ کے لئے آئے ہو. مولانا نے کہا جی ہاں فرمایا کہ مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ۔ بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہوگیا[۱]

ملفوظات شریف

غلاموں کو بنا در رہ شناس منزل عرفاں
کہ اس منزل کے اچھے راہبر احمد رضا تم ہو

جن صاحب کو مرشد عام، مرشد خاص، شیخ اتصال، شیخ ایصال اور ان دونوں کے شرائط، فلاحِ اول، فلاحِ دوم، فلاح تقوی، فلاح احسان، دعوت سلوک کا دائرہ، بیعت ارادت، بیعت برکت، وحدت مقصود، وحدت شہود، وحدت موجود کے درمیان فرق مراتب وغیرہ اہم مسائل سے متعلق تحقیقی ابحاث دیکھنے کا شوق ہو وہ اعلیحضرت کی تصانیف فتاوی افریقہ از صـ۱۲۴ تا صـ۱۴۵ اور دولت مکیہ صـ۲۲۴ کا مطالعہ فرمائیں نیز طریقت وسلوک کے دیگر کثیر مسائل کی معلومات کے لئے ملفوظات اعلیحضرت کا مطالعہ بھی از بس مفید ہے۔ ہم یہاں اعلیحضرت کے ملفوظات سے ان چند ارشادات مقدسہ کو نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں جن کا سلوک وطریقت کے مسائل سے گہرا تعلق ہے۔ آئندہ سطور میں عرض سے مراد استفادہ کرنے والوں کا سوال ہے اور ارشاد سے مراد اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہے۔

---

[۱] الملفوظ حصہ چہارم صـ۵۰

مُجاہدہ

عرض :۔ مجاہدہ کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد :۔ سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیا ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی ۔ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے ——— یہی جہاد اکبر ہے۔ حدیث میں ہے جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ورجعنا مِنَ الجِہَادِ الاَصْغَرِ اِلَی الجِہَادِ الاَکْبَرِ۔ ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے (الملفوظ حصہ اوّل ص ۸۹)

عرض :۔ حضور! مجاہدے میں عمر کی قید ہوتی ہے؟

ارشاد :۔ مجاہدے کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔

عرض :۔ ایک شخص اسّی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اسّی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد :۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقے پر چھوڑ دیں اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدقِ نیت کے ساتھ مشغولِ مجاہدہ ہو تو امدادِ الٰہی ضرور کار فرما ہوتی ہے اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ـــــ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے (الملفوظ حصہ اوّل ص۵)

عرض :- یہ تو اگر کسی کا ہو رہے تو ہوسکتا ہے۔ دنیوی ذرائع معاش اگر چھوڑ دیے جائیں تو یہ بھی دقت طلب ہے۔ اور دینی خدمت (مثلاً تعلیم دینا تبلیغ کرنا) جو اپنے ذمہ لی ہے اسے چھوڑنا پڑے گا۔

ارشاد :- اس کے لئے یہی خدمات (دینیہ) مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدات سے اعلیٰ امام ابو اسحٰق اسفرائنی (علیہ الرحمہ) جب ان کو مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کرکے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا یَا اَکَلَةَ الْحَشِیْشِ اَنْتُمْ هٰهُنَا وَاُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتَنِ ـــــ اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے انھوں نے جواب دیا کہ اے امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہو سکتا (حضرت امام ابو اسحٰق علیہ الرحمہ) وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین (بد مذہبوں) کے رد میں نہریں بہائیں ـــــ (الملفوظ حصہ اول ص۹)

عُزلت نشینی

مولانا عبدالکریم رضوی چتوڑی نے عزلت نشینی کے متعلق کچھ عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی تین قسم کے ہیں مفید، مستفید، منفرد

مفید وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ **مستفید** وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے **منفرد**: یہ وہ ہے کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔ مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام۔ سرکار نے فرمایا بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے لاکھ ریاضتیں لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے۔ اس کو کسی مجاہدے کسی ریاضت کی ضرورت نہیں اور اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزلت نشین ہو گیا۔ نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو۔ اس کا حال پوچھئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔ کئی ہزار کی تعداد میں وہ لوگ ہونگے جنھوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا اور روزانہ صبح اٹھ کر پہلے مجھ کو کوستے ہوں گے۔ اور بحمدہ اللہ تعالیٰ لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی نکلیں گے جنھوں نے نہ مجھ کو دیکھا اور نہ میں نے ان کو دیکھا روزانہ صبح اٹھ کر نماز کے بعد میرے لئے دعا کرتے ہوں گے۔

(الملفوظ حصہ سوم صـ ۲۳)

بیعت

عرض: حضور! طلب اور بیعت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے۔ اور بیعت کے معنی پورے طور سے بکنا۔ بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے جس میں یہ چار باتیں ہوں۔ ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔

اوّل سنی صحیح العقیدہ ہو (دیوبندی، وہابی، رافضی، نیچری، مودودی، ندوی وغیرہ سب فاسد العقیدہ بدمذہب ہیں پر ہونے کی پہلی ہی شرط ان کے اندر موجود نہیں)۔ دوم: کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔ سوم: اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔ چہارم: فاسق معلن نہ ہو — پھر اسی سلسلہ بیان میں ارشاد ہوا کہ لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں بیعت کے معنی نہیں جانتے بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال دوں ان کے مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسروں کو نہ دوں گا حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا

(الملفوظ حصہ دوم ص ۳۱)

عرض: زید (حضرت) محمد شیر میاں صاحب پیلی بھیتی سے بیعت ہوا تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کا وصال ہو گیا اب کسی اور کا مرید ہو سکتا ہے؟

ارشاد :۔ تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیئے اس سلسلۂ عالیہ میں بیعت کرے یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلۂ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ (الملفوظ اول ص۱۱)

فنا فی الشیخ کا مرتبہ

عرض :۔ حضور! فنا فی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد :۔ یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کرکے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجر و حجر، در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے۔ حافظ الحدیث سیّدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لئے جاتے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پڑ گئی یہ نظر اوّل تھی بلا قصد تھی دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیر و مرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں۔ احمد! عالم ہو کر — انھیں سیدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں چاہیئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا

سوتی نہ تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا فرمایا اس پر میں تھا ـــــ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔
(الملفوظ دوم ص ۴۶)

سیر الی اللہ و سیر فی اللہ

عارض:۔ درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کونسا؟
ارشاد:۔ صلحاء، سالکین، فانیین، واصلین۔ اب ان واصلوں کے مراتب ہیں۔ نجبار، نقبار، ابدال، بدلار، اوتاد، اتابین، غوث، صدیق، نبی، رسول، تین پہلے۔ سیر الی اللہ کے ہیں۔ باقی سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل۔ (الملفوظ چہارم ص ۲۲)

رجال الغیب

عرض:۔ حضور رجال الغیب ملائکہ سے ہیں؟
ارشاد:۔ نہیں۔ جنوں یا انسانوں میں سے ہوتے ہیں آپ نے رجال پر خیال نہیں کیا ملائکہ پاک ہیں رجال و نساء (مرد و عورت) ہونے سے۔

عرض:۔ رجال الغیب کیوں کہلاتے ہیں؟
ارشاد:۔ غائب رہتے ہیں (اس وجہ سے رجال الغیب کہے جاتے ہیں)۔
عرض:۔ رجال الغیب بھی سلسلے میں ہوتے ہیں؟
ارشاد:۔ ہاں یہ بھی سلسلے میں ہوتے ہیں البتہ افراد سوائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کسی کے ماتحت نہیں اسی واسطے فرد کہلاتے ہیں۔ سلسلے میں کسی کے نہیں لیکن حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع سے چارہ نہیں ــــــ
(الملفوظ حصہ چہارم ص۱۲ و ص۱۳)

مجذوب

عرض:۔ مجاذیب بھی کسی سلسلے میں ہوتے ہیں؟
ارشاد:۔ ہاں وہ خود سلسلے میں ہوتے ہیں ان کا کوئی سلسلہ نہیں۔ ان سے آگے پھر نہیں چلتا (الملفوظ چہارم صفحہ ۱۲)
عرض:۔ حضور! مجذوب کی کیا پہچان ہے؟
ارشاد:۔ سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔ حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب سے تھے۔ شہر احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ قاضی واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے (وہ) انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ وزاری حد سے گزر گئی ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان

کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا مینھ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیے ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انھیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں، زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لئے خطبہ سنا جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند حی لایموت ہے کبھی نہ مرے گا۔ اور یہ (لوگ) مجھے بیوہ کئے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں کڑے، جوشن پہنتے ہیں یہ گمراہی ہے صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق ——— (الملفوظ دوم ص۳ و ص۱۱)

غوث و افراد

عرض :۔ غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے ؟

ارشاد :۔ بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے لہذا غوث کا ہر زمانے میں ہونا ضروری ہے۔

عرض :۔ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں ؟

ارشاد :۔ نہیں بلکہ انھیں ہر حال یوہیں مثل آئینہ پیش نظر ہے اس کے بعد ارشاد فرمایا ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبداللہ

اور وزیر دست راست (کانام) عبدالرب اور وزیر دست چپ (کا نام عبدالملک ہے۔ اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنتِ دنیا کے اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے ـــــ اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر د غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر راست، پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیرالمومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی اور اس کے بعد امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔ پھر امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی۔ اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (غوثیت عطا ہوئی) اور امامین محترمین (حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سیدالافراد بھی حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوگی۔

(الملفوظ حصہ اول ص۱۰۳)

عرض :۔ غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

ارشاد :۔ غوث کی جگہ امامینؑ سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامینؑ کی جگہ اوتاد اربعہ سے اوتاد کی جگہ بدلا سے بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے اوران کی جگہ تین سونقباء سے پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کرکے بدلؑ کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے ـــــــــ (الملفوظ اوّل صـ۱۰۲)

عرض :۔ حضور! افراد کون اصحاب ہیں؟

ارشاد :۔ اجلۂ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیتؑ ہے۔ ایک صاحبؑ جو اجلۂ اولیاء کرام سے تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسّلام زندہ ہیں؟ فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی (حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے تھے کہ میںؑ نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جبؑ میں قریبؑ گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبلؑ کا نور ہے۔ ایک صاحبؑ اسے اوڑھے سو رہے ہیں میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا اٹھو مشغول بخدا ہو کہا آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے میں نے کہا کہ میںؑ مشہور کئے دیتا ہوںؑ کہ یہ ولی اللہ ہے (اس کمبل اوڑھنے والے نے) کہا کہ میں مشہور کر دوں گا کہ خضر ہیںؑ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔ میں نے کہا تمہیںؑ دعا کرنی ہوگی کہا۔ وَفَّرَاللّٰہُ حَظَّکَ مِنْہُ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میںؑ آپ کا نصیبہ زیادہ کرے اور کہا اگر میں غائبؑ ہو جاؤں تو آپؑ ملامتؑ نہ فرمائیے گا اور فوراً نظر سے غائبؑ ہو گئے۔ حالانکہ کسی ولیؑ کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے (میں) آگے بڑھا اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے قریبؑ گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایکؑ

عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔ وہ اس کے کمبل کا نور ہے میں نے پاؤں
ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا غیب سے ندا آئی اے خضر احتیاط کیجئے (اتنے
میں) اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت! (آپ) ذرا کے یہاں تک
کو رو کے گئے۔ میں نے کہا اٹھ مشغول بخدا ہو (اس بی بی نے) کہا حضرت
اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں میں نے کہا تو میں
مشہور کئے دیتا ہوں کہ یہ (بی بی) ولی اللہ ہے کہا میں مشہور کر دوں
گی۔ کہ یہ حضرت خضر ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو۔ کہا دعا تو آپ کا
حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ کہا۔ وفر اللّٰہ حظك
منہ، اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زیادہ کرے پھر (اس
بی بی نے) کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے
دیکھا یہ بھی جاتی ہے۔ (تو) کہا یہ تو بتائے جا کیا تو اسی کمبل پوش مرد
کی بیوی ہے؟ کہا ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا اس کی تجہیز
وتکفین کا ہمیں حکم تھا یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی ——— (وہ
صاحب جو اجلہ اولیائے کرام میں سے تھے انھوں نے (حضرت خضر علیہ السّلام
سے پوچھا کہ یہ (کمبل پوش مرد و عورت) کون لوگ ہیں۔ (حضرت خضر علیہ السّلام
نے فرمایا یہ لوگ افراد ہیں میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع
لاتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ (غوث اعظم) شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الملفوظ حصہ اوّل صـ۲۰۲)

دستِ غیب وکیمیا

عرض :۔ دست غیب وکیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد :۔ دستِ غیب کے لئے دعا کرنا محال عادی کے لئے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی وذاتی کے حرام ہے اور کیمیا تضییع مال ہے اور یہ حرام ہے آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے بنائی ہو کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَآءِ وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ ط (جیسے کوئی پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہو اور پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں) دستِ غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۝ (اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے نجات کی راہ نکالدیگا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو) اس آیت کریمہ پر عمل نہیں ورنہ حقیقۃً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ میرے ایک دوست مَدِیْنَۃُ طَیِّبَۃ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا جس میں پچاس روپے کی طلب تھی بدھ کے روز یہاں (بریلی) سے (عرب شریف کو) ڈاک جاتی تھی جو ہفتہ کو ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے بھی نہیں وہ دن بھی ختم ہوا نماز مغرب پڑھ کر اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپئے کی کوئی سبیل نہیں ہوئی میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں روپے عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسنین میاں (اعلیحضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا صاحب)

نے آواز دی "سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں" میں باہر آیا اور ملاقات کی چلتے وقت اکیاون روپیہ انھوں نے دیے حالانکہ ضرورت صرف پچاس کی تھی (لیکن) یہ اکیاون یوں تھے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا غرض صبح کو (بدھ کے دن) فوراً منی آرڈر کر دیا۔

(الملفوظ حصہ سوم ص۱۸)

ظہور امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عرض:۔ قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی کب؟

ارشاد:۔ قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے اور اس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت ہی کا ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ط اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی امام سیوطی نے اس کے انکار میں ایک رسالہ لکھا الکشف عن تجاوز ھذہ الامۃ الالف اس میں ثابت کیا کہ یہ امت سنہ ۱۰۰۰ ہجری سے ضرور آگے بڑھے گی امام جلال الدین کی وفات شریف سنہ ۹۱۱ھ میں ہے

اور آپ نے حساب سے خیال فرمایا کہ ۱۳۱۲ھ ہجری میں خاتمہ ہوگا بحمداللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گزر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔

امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۳۲۷ھ ہجری میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ ہجری میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (الملفوظ حصہ اول ص۸۸)

جٹا دھاری فقیر

عرض:- مرد کو چوٹی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقیر رکھتے ہیں۔

ارشاد:- حرام ہے حدیث میں فرمایا۔ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت رکھیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت پیدا کریں (الملفوظ حصہ دوم ص۹۲)

عرض:- اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔

ارشاد:- جہالت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے اور تشبہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جارہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر بھی یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والی عورتیں ملعون ہیں جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا۔ کہ وہ ایک خارجی چیز ہے اور یہ خاص جزو بدن تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مباف ڈالنا اس سے اور سخت تر۔

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہٗ نے تشبہ نہ کیا تھا۔ ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علماء و اجلۂ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز بلکہ سنّت سے ثابت ہے۔ ایک بار سر راہ بیٹھے تھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی انھوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ چراغ دہلی نے فرمایا سید فرو ترک یعنی اے سید اور نیچے بوسہ دو انھوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا فرمایا سید فرو ترک انھوں نے گھوڑے کی سم پر بوسہ دیا ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا حضرت چراغ دہلی نے فرمایا سید فرو ترک انھوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت چراغ دہلی تشریف لے گئے لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا انھوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا گھوڑے کی سم (کھر) پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت

سیدگیسو دراز نے سُنا تو فرمایا لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ چراغ دہلی نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمادیا جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہوگیا جب پائے اقدس پر بوسہ دیا۔ عالم ملکوت منکشف ہوا۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا جب زمین پر بوسہ دیا عالم لاہوت کاانکشاف ہوگیا اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اوراسے ایسی تجلی و رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا اسے نسبتہ سے کیا علاقہ عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا نہ اتنا دراز ________

(الملفوظ حصہ دوم صـ۹۵)

روح وجسم کی عام فہم تمثیل

عرض:۔ عذاب فقط روح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟

ارشاد:۔ روح وجسم دونوں پر یونہی ثواب بھی حدیث میں ہے ایک لنجھا کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا مگر اس تک جا نہ سکتا تھا اتفاقاً ایک اندھے کا اس طرف سے گذر ہوا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر میوے اسے نظر نہ آتے لنجھے نے اندھے سے کہا کہ تو مجھے باغ میں لے چل وہاں جاکر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں ــــ اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کرکے باغ میں لے گیا۔ لنجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے اس صورت میں کون مجرم ہوگا؟ دونوں ہی مجرم ہیں۔ اندھا جسم ہے اور لنجھا روح (الملفوظ حصہ اول صـ)

ہم قلتِ صفحات کے باعث انھیں چند ارشادات کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جس کو شریعت وطریقت کے مسائل، فلسفہ وکلام کے مباحث تیز ایمان افروز واقعات نصیحت آموز سچی حکایات ملاحظہ کرنے کا شوق ہو وہ ملفوظات چہار حصے کامل کا مطالعہ کرے۔

شہنشاہ اقلیم سخن

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم　　جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

اعلیحضرت کا یہ مقطع شاعرانہ تعلی نہیں بلکہ حقیقت واقعہ کا عکاس ہے۔ کیونکہ آپ نے ہزلیات اور لغویات سے بہت دور رہ کر فن سخن کے تمام اصناف میں طبع آزمائی فرمائی ہے غزل، قصیدہ، مثنوی مستزاد قطعات رباعیات وغیرہ جس میدان کی طرف آگئے ہیں سکے بٹھا دیے ہیں۔

فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحت، لطافت و نزاکت، تشبیہات و استعارات، حسن تعلیل، ندرت تخیل، جدت تمثیل، صنعت تلمیع و ترصیع صنعت تجنیس و تسجیع، قوافی کا زور، تسلسل بیان، تنوع مضامین، انتہائی جوش و جذبہ، والہانہ عقیدت و ارادت وغیرہ سب چیزیں آپ کے کلام میں پائی جاتیں ہیں۔

آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش[ه] حمد و نعت، دعا و التجا، سلام و منقبت، عشق و محبت، حقیقت و معرفت، معجزات و کرامات، شرح آیات و احادیث وغیرہ مضامین کا ایک ایسا بحر زخار ہے جس کی وسعت

ه　تفصیل کے لئے مولانا محمد وارث جمال کی تصنیف امام شعر و ادب ملاحظہ ہو۔

اورگہرائی کا اندازہ کرنا اہل بصیرت حضرات ہی کا کام ہے۔

جس طرح آپ امام اہل سنت ہیں اسی طرح آپ کا کلام بھی کلام وسخن کا امام ہے چنانچہ آپ کے دیوان حدائق بخشش پر کلام الامام امام الکلام کا مقولہ حرف بحرف صادق آتا ہے اور کیوں نہ صادق آئے کہ حدائق بخشش حسان العصر، خسرو اقلیم سخن، شہنشاہ نعت گویاں اعلیحضرت عبدالمصطفیٰ احمد رضا کے عشق بھرے دل کی آواز اور مداحان رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے شمع ہدایت ہے۔

آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور پھر یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں۔

آپ کا شعر وسخن سوز وگداز اور درد دل کا عکاس ہونیکے ساتھ ادب وزبان کا شاندار مرقع بھی ہے خصوصاً قصیدۂ رنگ علمی، قصیدۂ رنگ عشقی، قصیدۂ سلام، قصیدۂ درود، قصیدۂ معراج وغیرہ تو بلند پایۂ ادب کے آئینہ دار ہیں۔

آپ نے شعر وسخن کا سارا زور نعت کے میدان میں صرف کیا ہے آپ دنیا کے کسی تاجدار کو تاجدار کہنا غلامیٔ رسول کے لئے توہین سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی امیر، بادشاہ، نواب، حاکم وغیرہ کی مدح سرائی نہیں کی۔ ایک مرتبہ نواب ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ شریف یوپی) کی مدح میں شاعروں نے قصائد لکھے کچھ لوگوں نے آپ کی خدمت میں

گزارش کی کہ حضرت آپ بھی نواب کی مدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ ہے ۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مقطع میں "نانپارہ" کی بندش کتنے لطیف اشارے میں ادا کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

آپ کا کلام مجازی حسن وعشق کی شاعری اور دیگر سوقیانہ خیالات سے بالکل پاک ہے آپ کا ذوق سخن احترام شریعت کا آئینہ دار ہے۔ نعت گوئی کا درس آپ نے قرآن عظیم سے حاصل کیا چنانچہ ایک رباعی میں خود فرماتے ہیں۔

ہوں میں اپنے کلام سے نہایت محظوظ ۔ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی ۔ یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت گوئی حیاتِ مومن کا ایک بہترین مشغلہ ہے لیکن حدود شریعت میں رہتے ہوئے اس مشغلہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا صرف مؤید من اللہ کا کام ہے خود اعلیحضرت بیان فرماتے ہیں کہ

• ـــــ حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے ـــــ •

(الملفوظ حصہ دوم ص۳۰)

اعلیحضرت نے حدود شریعت میں رہ کر جس جوش اور جس خلوص سے اپنے آقا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت کے خطبے پڑھے ہیں اور جس ولولہ اور کیف کے ساتھ اپنے مولیٰ کی ثنا کے نغمے گائے ہیں وہ آپ اپنی مثال ہیں۔

میدانِ نعت ومنقبت میں آپ کا کوئی حریف ومقابل نہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

امتیازی خصوصیات

(۱) آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال کئے ہیں جو انتہائی ادب و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں تمام کلام شروع سے آخر تک پڑھ جائیے لفظ **یثرب** کہیں نہ پائیے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول دافع البلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدوم ناز سے تمام برائیوں اور بیماریوں کو دور فرما کر یثرب کو طیبہ بنا دیا ہے۔

(۲) حدود شریعت سے ناواقف شعراء جوش عقیدت میں اولیائے کرام کو صحابۂ عظام پر فضیلت دے جاتے ہیں یا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ دیگر انبیائے کرام سے اس طرح کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کا احترام باقی نہیں رہتا اعلیٰحضرت کے کلام میں اس قسم کی باتیں نہ ملیں گی۔

(۳) اکثر شعراء کعبہ، عرش، حرم، مسجد، جنت، رضوان وغیرہ کی حرمت پر ٹھیس لگاتے ہیں اور بت خانہ، میخانہ، کفر و زنار وغیرہ کی عظمت ثابت کرتے ہیں۔ یہ بہت معیوب چیز ہے اعلیٰحضرت کا کلام اس قسم کی لغویات سے بالکل پاک ہے۔

(۴) آپ کا کلام جھوٹ، مبالغہ، ریا، تصنع، تکلف سے بالکل منزہ ہے ہر جگہ خلوص عقیدت، صدق و حقانیت اور جذب دل کی ترجمانی ملے گی۔

(۵) عقائد اہلسنت کی تبلیغ، اطاعت و محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تلقین، باطل پرستوں کی تردید بھی آپ کے کلام کی خصوصیت ہے۔

(۶) سرکار غوثیت میں بے انتہا نیاز مندانہ عقیدت بھی آپ کی امتیازی شان ہے

(۷) آپ کے کلام میں کہیں تو قرآن و حدیث کے بعینہ کلمات و عبارات ہیں، کہیں ان کے ترجمے ہیں اور کہیں تلمیحات و اشارات ہیں غرضکہ آپ کے اشعار کے ماخذ کلام

الٰہی و حدیث نبوی کے مضامین ہیں۔

(۸) دشمنانِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقبیح و تفضیح میں آپ کا شعروسخن شاعرِ بارگاہِ رسالت سیدنا حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکیزہ کلام کا آئینہ ہے لہذا یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ اعلیحضرت حسّانُ العصر تھے باقی دوسرے شعراء جو تملق، چاپلوسی اور مداہنت فی الدین کی زندہ تصویر ہیں ان کو لسانُ الحسّان کہنا حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے۔

حدائقِ بخشش سے چند نعتوں کا انتخاب

ہم اس جگہ اعلیحضرت کی چند نعتوں کو پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین حضرات آپ کے شعر و سخن سے بھی محظوظ ہو سکیں لیکن قلّتِ صفحات کے باعث یہاں پورے اشعار نقل نہیں کیے جائیں گے۔

(١)

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شُد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی من بےکس و طوفاں ہوش رُبا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّا پار لگا جانا

یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ چو بطیبہ رسی عرضِ بکنی
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

وَاهًا لِسُوَیْعَاتٍ ذَهَبَتْ آں عہدِ حضورِ بارگہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

اَلْقَلْبُ شَجٍ وَالْهَمُّ شُجُوْنٌ دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

بس خامۂ خامِ نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ ڈھنگ مرا
اِرْشَادِ اَحِبَّا نَاطِقْ تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

جناب ارشاد صاحب و جناب ناطق صاحب جو اعلیٰحضرت کے احباب میں تھے ان دونوں حضرات نے ایک دن اعلیٰحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور ایک ایسی نعت شریف لکھ دیں جس میں عربی، فارسی، اردو، ہندی چاروں زبانیں جمع ہوجائیں۔ آپ نے ان دونوں کی فرمائش پر بغیر اہتمام وقت اور غور و فکر کے مذکورہ بالا نعت شریف لکھ دی۔ ناظرین مقطع کو ملاحظہ کریں ارشاد اور ناطق کی بندش کیسے لطیف انداز میں ادا کی ہے۔

---

(۲)

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خِلق[۱۲] کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا!
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم!

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رسا کی قسم

خُلق[۱۲] سیرت ۱۲ — خِلق صورت ۱۲

(۳)

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیِ دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک "نہیں" کہ وہاں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیان ہے جس کا بیاں نہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

کرے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جُرأتیں
"کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی" ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فُصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے مُنہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

(۴)

دوسری بار کی حاضری میں اعلیحضرت ۲۴ر صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء کو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے اس سفر مقدس میں جو قلبی تاثرات پیش آئے ان کی عکاسی آپ نے ذیل کے اشعار میں کی ہے۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے
ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے۔

کس خاک پاک کی تو بنی خاک پا شفا
تجھ کو قسم جناب مسیحا کے سر کی ہے

ہم کو تو اپنے سایہ میں آرام ہی سے لائے
حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے۔

لٹتے ہیں مارے جاتے ہیں یوں ہی سنا کئے
ہر بار دی وہ امن کہ غیرت حضر کی ہے۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے۔

ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے۔
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ
ان پر درود جن سے نوید ان بُشَر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے۔

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا .
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے .
ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ . .
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں . . .
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
شکلِ بشر میں نورِ الٰہی اگر نہ ہو . . . .
کیا قدر اس خمیرۂ ماؤ مدر کی ہے . .
نورِ الٰہ کیا ہے محبت حبیب کی . .
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے
ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو !
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے
آیہ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے !

(۵)

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے

ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
سونپا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے

ہم گرد کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے
اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے

کعبہ ہے بیشک انجمن آرا دولہن مگر
ساری بہار دولہنوں میں دولہا کے گھر کی ہے

کعبہ دولہن ہے تربت اطہر نئی دولہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

دونوں بنیں سجیلی انیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

سر سبز وصل یہ ہے سیہ پوشِ ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

(۶)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی نچھاور ،.

دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنیِ اوّل آخر!

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی

سواری دولہا کی دور پہونچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامین کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو

رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرورِ ممجّد!

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر

اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو

محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

نبیِ رحمت شفیعِ اُمت رضا پہ للہ ہو عنایت ،.

اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا ،.

نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے؟

(۷)

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا — مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا — نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا — بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا — رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا
شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا — نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانا نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

---

(۸)

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا — ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا
لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا — مرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا!
آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی — ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا — سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام — للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی — نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

(۹)

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول ذقن پھول بدن پھول.

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول ۔:۔

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا ۔:۔
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول ۔:۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دولہن پھول.

دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول.

دندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
ہیں دُرِّ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول ۔:۔

ہوں بار گنہ سے نہ خجلِ دوشِ عزیزاں
للہ مری نعش کرا اے جانِ چمن پھول ۔:۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اُس ناخنِ پا کا
اتنا بھی مہِ نو پہ نہ اے چرخِ کہن پھول ۔:۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی ۔:۔
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول
رضی اللہ تعالیٰ عنہا — رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کنزالایمان

ایک انسان اپنی دماغی کوشش سے بلند پایہ مصنف و قابل صد افتخار ادیب تو بن سکتا ہے۔ اپنی ذاتی قابلیت کے زور سے اُردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانوں کا ماہر تو ہو سکتا ہے۔ اپنے ذہن ثاقب کی تیزی سے نحو و صرف، معانی و بیان، تاریخ و فلسفہ کا محقق تو ہو سکتا ہے۔

—— لیکن قرآن حکیم کا مُترجِم بننا تو یہ اس کے اپنے بس کی بات نہیں قرآن مجید کی ترجمانی کرنا۔ کلام الٰہی کے اصل منشا و مراد کو سمجھنا، آیات ربانی کے انداز کو پہچاننا۔ آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا یہ صرف اس عالم دین کا کام ہے جس کا دماغ انوار ربانی سے روشن، اس کا قلب عشق مصطفےٰ کا مدینہ اور اس کا ذہن بصیرت دینیہ کا حامل ہو۔ رہے وہ لوگ جو زبان و ادب، نحو و صرف، فلسفہ تاریخ وغیرہ علوم کے فاضل ہونے کے باوجود باطل پرستی کے حامی و طرفدار ہیں تو انھیں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی ترجمانی کرنے کے لئے تائید ربانی کا کوئی حصہ نہ ملا کیوں کہ علم قرآن ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر ہوتا ہے قرآن فہمی ہی وہ معیار ہے جو علمائے حق و علمائے باطل کے درمیان خطِ امتیاز کھینچتا ہے تو اگر قرآن کے معارف و حقائق کا راز داں حامیان حق و طرفداران باطل دونوں ہی کو یکساں طور پر بنا دیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ معرکۂ حق و باطل کا شور و ہنگامہ ختم ہو گیا حالانکہ اس حقیقت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ کارزارِ حق و باطل کی گہما گہمی دُنیا کے آخری دن تک باقی رہے گی۔

تائید ربانی ہی وہ نعمت ہے جس سے محرومی کے باعث طرفداران باطل میں چوٹی کے اہل قلم سر سیّد احمد خاں علی گڈھی، مرزا حیرت دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، ابو الاعلیٰ

مودودی وغیرہ جو اُردو زبان کے محقق اور عربی ادب کے مُبَصِّر کہے جاتے ہیں قرآن حکیم کے ترجمہ میں ہچکولے کھا کھا کر چاروں شانے چت ہو گئے ہیں اور زبردستی ترجمہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے علم و قابلیت، استعداد و لیاقت کی بر سرِ بازار قلعی بھی کھُل گئی۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ اُردو ادب کے ان جدید معماروں نے قرآن کے عربی کلمات کو اردو میں ضرور تبدیل کر دیا لیکن اس تبدیل کو کلام الٰہی کا ترجمہ ہرگز نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

دورِ حاضر میں اُردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنز الایمان ہے جو "قرآن کا صحیح ترجمان" ہونے کے ساتھ (۱) تفاسیرِ معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے (۲) اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے (۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔ (۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے (۵) عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے (۶) قرآن حکیم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے (۷) آیات ربانی کے انداز خطاب کو پہچانتا ہے (۸) قرآن کے مخصوص محاورں کی نشان دہی کرتا ہے (۹) قادرِ مطلق کی ردائے عزت و جلال میں نقص و عیب کا دھبا لگانے والوں کیلئے شمشیر براں ہے (۱۰) حضرات انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے عامۂ مسلمین کیلئے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے (۱۲) لیکن علماء و مشائخ کیلئے حقائق و معرفت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے

بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادرِ مطلق جَلَّ جَلَالُہٗ کا مقدس کلام ہے اور کنز الایمان اس کا مُہَذَّب تَرْجُمَانُ ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ ترجمہ اس کا پیش کردہ ہے جو عظمتِ مصطفٰے عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالثَّنَاء کا علمبردار، تائید رحمانی کا سرمایہ دار، انوار ربانی کا حامل، حقائق قرآن کا ماہر، دقائق آیات کا عارف ہے جو ہمیشہ اپنے کو عبد المصطفٰے سمجھتا، کہتا اور لکھتا رہا اور جس کو ہم **اعلیحضرت احمد رضا** کہتے ہیں۔

یہ معلوم کر کے ناظرین کو سخت حیرت ہوگی کہ اتنی کثیر خوبیوں والا ترجمہ بغیر کسی کتاب کی مدد کے اور بغیر کسی تیاری کے عالم ظہور میں آیا ہے واقعہ یوں ہے کہ صدر الشریعہ حضرت مولٰنا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے

ہوئے اعلیحضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی، آپ نے وعدہ تو فرمالیا لیکن دوسرے مشاغل دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیحضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں چناں چہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیحضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے ـــــ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولُغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فر فر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیحضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیحضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیحضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرا لیا۔ اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سُنّیت کو کنز الایمان کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوئی جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ اَهْلِ السُّنَّةِ جَزَاءً كَثِيْرًا وَّاَجْرًا جَزِيْلًا۔

اس وقت کنز الایمان کے ساتھ ساتھ مولوی اشرف علی تھانوی، محمود حسن دیوبندی، فتح محمد جالندھری، سرسید علی گڈھی، نذیر احمد دہلوی، حیرت دہلوی وغیرہ کے بھی ترجمے ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان حضرات کے تراجم قرآن کا کنز الایمان سے موازنہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ جو لوگ تائید خداوندی سے

محروم ہو کر زبردستی قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ خود اپنے علم و دانش کا بھانڈا پھوڑتے ہیں اور عامۃ المسلمین کو نئی نئی گمراہیوں میں ڈھکیلتے ہیں۔ میں اس مقام پر ان حضرات کے چند ترجمے بطور نمونہ نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین بھی بخوبی اندازہ کرلیں کہ زبردستی کے یہ مترجمین قرآن کی ترجمانی میں کتنی بُری طرح ناکام ہیں۔

——— پارۂ اوّل سورۂ بقر میں قرآن کا ارشاد ہے اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اس آیت کا ترجمہ خود ساختہ معمار اردو سرسید نے یوں لکھا ہے "اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے" ڈپٹی نذیر احمد نے اس طرح لکھا ہے "اللہ ان کو بناتا ہے"، فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے "ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے" مرزا حیرت نے اس طرح لکھا ہے "اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی" شیخ دیوبند محمود حسن نے یوں لکھا ہے "اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے" نواب وحید الزماں غیر مقلد نے یوں لکھا ہے "اللہ جل شانہٗ ان سے دل لگی کرتا ہے"

دیکھئے اگر ان گنوار مترجمین کو تائید ربانی حاصل ہوتی۔ اور ان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا سچا تصور ہوتا تو وہ اس سُبُّوحٌ و قدوس کے حق میں دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا، بنانا، ہنسی اڑانا وغیرہ بازاری محاورے ہرگز استعمال نہ کرتے۔ یہ جانتا کہ رب العزۃ جل جلالہٗ کی بارگاہ عظمت ٹھٹھا کرنے ہنسی اڑانے وغیرہ عیوب سے پاک ہے صرف مرد مومن مؤیّد مِنَ اللّٰہ ہی کا کام ہے اب آئیے اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو معارف قرآن کا رازداں ہے۔ اعلیٰحضرت آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیساکہ اس کی شان کے لائق ہے۔"

——— پارہ دوم سورۂ بقر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ؕ

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں "اور جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس)

وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو (یعنی اللہ کو) معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے" آیت مذکور بالا میں لِنَعْلَمَ کا ترجمہ سر سید علی گڑھی نے اس طرح لکھا ہے" ہم جان لیں" ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے یوں لکھا ہے" ہم معلوم کرلیں" مرزا حیرت دہلوی نے اس طرح لکھا ہے" ہمیں معلوم ہو جائے"

دیکھئے ان نادار مترجمین نے عربی اردو ڈکشنری میں اَلْعِلْمُ کا ترجمہ" جاننا" پڑھا تھا بس اس کے مطابق آیت میں لِنَعْلَمَ کا ترجمہ" ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے" لکھ دیا لیکن بصیرت ایمانی سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ" معلوم ہو جائے" کا محاورہ اس کے لئے استعمال کیا جائے گا جس کو پہلے سے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازلی و ابدی طور پر عالم ہے تو پھر اس کے حق میں" معلوم ہو جائے" کا کیا معنی؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمۂ قرآن کے لئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی بلکہ اس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا۔ آیات محکم و متشابہ میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اعلیحضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے" اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے" سبحان اللہ کیسا پاکیزہ ایمان افروز ترجمہ ہے۔

پارہ چہارم سورۂ آل عمران میں قرآن مجید کا ارشاد ہے وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ اس آیت کریمہ کا ترجمہ شیخ دیوبند محمود حسن نے اس طرح لکھا ہے" اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو" فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے" حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے"

دیکھئے تائید ربانی سے محرومی کے باعث یہ نادار مترجمین کتنی بری طرح ہچکولے

لکھا رہے ہیں اب تو ناظرین کو بھی اچھی طرح اندازہ ہوگیا ہوگا کہ نااہلوں کے یہ ترجمے مسلمانوں کے ایمان کو غارت کر دینے والے ہیں۔ اب کنزالایمان کا ترجمہ پڑھیئے اور اپنے ایمان کو منور کیجئے۔ اعلیٰحضرت نے آیت مذکورہ بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔"

پارۂ نہم سورۂ اعراف میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے جو اُردو زبان کے ادیب کہے جاتے ہیں اپنی کتاب تفہیمات حصہ اول ص۱۳۲ میں اس طرح لکھا ہے "سو اللہ کی چال سے تو وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے۔"

اس مقام پر ہمیں صرف اتنی سی بات کہنی ہے کہ اللہ ربُّ العزّۃ جلَّ مجدہ کی شانِ پاک میں "چال" کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ مترجم بالکل غیر مہذب قسم کا وحشی آدمی ہے۔ اعلیٰحضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ "تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔"

قرآن مجید کا ارشاد ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط اس آیت کا ترجمہ ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیمات حصہ دوم ص۱۵۰ میں یوں لکھا ہے "اے محمد! کہدو کہ میں تو محض تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔"

ابوالاعلیٰ مودودی خواہ کٹر وہابی ہوں یا سخت قسم کے نیچری لیکن بہرحال وہ اپنی جماعت میں ایک ذمہ دار صاحب قلم کہے جاتے ہیں لہٰذا ان کا فرض ہے کہ وہ پہلے قرآن مجید کا صحیح ترجمہ کریں اس کے بعد آیت کی تشریح میں ان کا جی چاہے وہابیت کا رنگ بھریں یا جی چاہے نیچریت کی بنیاد رکھیں لیکن افسوس کہ مودودی صاحب نے دیانت کا گلا گھونٹ کر آیت کریمہ کے ترجمے ہی میں وہابیت کا انداز ٹھونس دیا تاکہ جو مسلمان ابوالاعلیٰ کی بے دینی سے ناواقف ہونے کے باعث ان کے ترجمہ پر اعتماد رکھتے ہوں وہ اپنے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں ہی جیسا "محض ایک"

انسان" تصور کریں یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی تصور خود قرآن پیش کر رہا ہے **معاذ اللہ** اب تو کھل گیا کہ باطل پرست خواہ وہ مفکر اسلام کہا جاتا ہو یا مبصر دین، مجاہد ملت بنتا ہو یا معمار قوم وہ ایمان و اسلام کے مسئلہ میں یا ترجمۂ قرآن کے معاملہ میں ہرگز ہرگز دیانت داری سے کام نہیں لے سکتا پھر جو شخص دیدہ و دانستہ اس کی دیانت پر بھروسا کرے وہ خود بھی ضرور باطل پرست ہوگا۔

پیشوائے وہابیہ شیخ ذیابنہ مولوی عبد الشکور کاکوروی ایڈیٹر النجم لکھنؤ نے اپنے اخبار **النجم** بابت ۱۱ جون ۱۹۳۷ء عیسوی مطابق یکم ربیع الآخر ۱۳۵۶ھ ہجری صفحہ پانچ میں ایک دیوبندی مولوی کا مقالہ شائع کیا جس کے کالم ۳ سطر ۱۵ تا سطر ۱۹ میں وہ دیوبندی مولوی سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے کے لئے لکھتا ہے۔

"نبی کریم نے فرمایا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ میں تمہاری طرح ایک "معمولی انسان" ہوں۔ اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں۔"

حضرات قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ اس گستاخ مترجم نے حضور سید العلمین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ایک معمولی انسان" قرار دینے کے لئے آیت قرآن کے ترجمہ میں کھلم کھلا تحریف کر ڈالی۔ **معاذ اللہ تعالیٰ منہ**

یہ ہے قرآن کا مسلمانوں پر احسان عظیم کہ اس نے علمائے باطل کو منظر عام پر کھڑا کر دیا تاکہ سب دیکھ لیں کہ یہ باطل پرست **مترجمین** مسلمانوں کے ایمان کے ڈاکو ہیں۔ ان ڈاکوؤں پر اعتماد کرنا ایمان کے لئے زہر ہلاہل ہے اب آئیے اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے جو دنیا میں عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا علمبردار اور تائید ربانی کا حامل اسرار قرآنی کا عارف ہے اعلیٰحضرت آیت کریمہ مذکور بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔" **(کنز الایمان ص ۳۶۴)**

——— پارۂ شانزدہم سورۂ طٰہٰ میں قرآن کا ارشاد ہے وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ

فغوی؛ اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولوی عاشق الٰہی دیوبندی نے اس طرح لکھا ہے"اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔"

دیکھیے عاشق الٰہی دیوبندی نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو گمراہ ٹھہرایا حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ایک معصوم نبی ہیں ان کی بارگاہ گمراہی سے پاک ہے۔ اصل میں اس طرح کا ترجمہ کرنے والے نااہل مترجمین ہی گمراہ ہیں۔ اعلیٰحضرت آیت مذکور بالا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (کنزالایمان ص۳۸۳)

——— • پارۂ ہفدہم سورۂ انبیاء میں قرآن مجید کا ارشاد ہے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ

اس آیت کریمہ کا ترجمہ شیخ دیوبند محمود حسن نے اس طرح لکھا ہے" پھر (یونس نے) سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو" فتح محمد جالندھری نے یوں لکھا ہے"اور (یونس نے) خیال کیا ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے" ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے اس طرح لکھا ہے انکو یونس کو ایسا واہمہ گذرا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے" دیکھیے ان نادار مترجمین نے آیت کریمہ کا باطل ترجمہ کرکے حضرت سیدنا یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ بہتان لگایا کہ انکا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو نہیں پاسکتا اور نہ میری پکڑ کی طاقت رکھتا ہے گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ معاذاللہ۔ ان ناداروں نے سمجھا کہ آیت میں نقدر۔ القدرۃ سے مشتق ہے بس بے سوچے سمجھے اس کی اردو بنادی حالانکہ یہ نَقْدِرَ۔ اَلْقَدْرُ سے مشتق ہے۔ اعلیٰحضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے" تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے" (کنزالایمان ص۲۹۳)

پارۂ بست و سوم سورۂ صٓ میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے ربانی علم وقدرت کو سراہتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ

اس آیت کریمہ کا ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے یوں لکھا ہے۔

"اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے

اور آنکھوں والے تھے ۔"

ناظرین ملاحظہ فرمائیں ۔اللہ تعالیٰ تو اپنے چہیتے نبیوں کے لئے امتیازی اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی مدح و ستائش کر رہا ہے مگر تھانوی صاحب نے آیت کریمہ کے عربی کلمات کی اردو بنا کر ان تینوں نبیوں کے خصوصی وصف کو اڑا دیا ۔قابل غور امر یہ ہے کہ کیا فرعون و نمرود، ابوجہل و ابولہب، اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں؟ کیا فرعون و نمرود، ابوجہل و ابولہب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے نہیں تھے؟ تو جو اوصاف کفار و مشرکین کو حاصل ہیں وہ حضرات انبیاء کے لئے باعث کمال کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

اب اعلیٰحضرت کا نورانی ترجمہ ملاحظہ ہو ۔

"اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو"۔ ——— (کنزالایمان ص ۷۶)

——— مولوی اشرف علی تھانوی نے قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے "آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو!" دیکھئے مولوی اشرف علی صاحب کے اس ترجمہ سے نہ تو اللہ رب العزۃ کی حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر برتری ظاہر ہوتی ہے اور نہ حضور کے مخاطبین پر حضور کی عظمت واضح ہوتی ہے ۔ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ تھانوی صاحب کلام الٰہی کا ترجمہ نہیں بلکہ عربی کلمات کی اردو بنانے بیٹھے ہیں ۔

اب اُس کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے جو مُؤَیَّدٌ مِّنَ اللہِ ہے اعلیٰحضرت نے آیت مذکور بالا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "تم فرماؤ اے کافرو!" سُبْحَانَ اللہِ کلام الٰہی کی یہ کتنی پاکیزہ ترجمانی ہے ۔ دیکھئے آمر اللہ تعالیٰ ہے اور مامور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ۔ترجمۂ رضویہ کا لفظ "تم" پتہ دے رہا ہے کہ آمر مامور سے برتر و اعلیٰ ہے اور لفظ "فرماؤ" واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام مخاطبین کے لئے فرمانروا بنا کر بھیجے گئے ہیں ۔ہمیں پوری امید ہے کہ ناظرین بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ "آپ کہہ دیجئے" یہ صرف تبدیل زبان اور "تم فرماؤ" یہ ترجمۂ قرآن ہے ۔

——— سورۂ فاتحہ میں قرآن کا ارشاد ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس طرح مجھ سے دعا مانگتے رہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے اس دعائیہ آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے "بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا" اور اعلیٰحضرت نے اس طرح ترجمہ کیا ہے "ہم کو سیدھا راستہ چلا۔"

گویا مولوی اشرف علی تھانوی یوں دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میاں[ع] ہمیں اب تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا لہذا آپ "بتلا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا" اور مؤید من اللہ اعلیٰحضرت بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دعا مانگ رہے ہیں کہ اے ربّ کریم! ہم تیرے فضل و کرم سے سیدھا راستہ پا چکے ہیں بس اب تو "ہم کو سیدھا راستہ چلا۔" اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ٥ اٰمِین بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ ط وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

ع یہ دعا تھانوی صاحب کے محاورہ سے ماخوذ ہے وہ اپنی زندگی میں "اللہ میاں" بولتے اور لکھتے رہے۔ ملاحظہ ہوں ان کے ملفوظات افاضات یومیہ حصہ اول صفحہ ۲۰۶ اور حصہ ہفتم صفحہ ۱۴۲ اور ان کی تصنیف بہشتی زیور۔ ہم اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ میاں کا لفظ ملانا یعنی اللہ میاں خدا میاں کہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ، اللہ پاک کہنا چاہیئے۔

شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کا ترجمہ

وہابیوں، نیچریوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں وغیرہ گمراہ گروں کے جس قدر ترجمے شائع ہوئے ہیں وہ سب خود قرآن عظیم کے خلاف اور مسلمانوں کے ایمان کے حق میں زہر ہلاہل ہیں ان لوگوں نے ترجمۂ قرآن میں اتنا زیادہ کفر و گمراہی کا ارتکاب کیا ہے کہ اس کے بیان کے لئے ایک دفتر عظیم چاہیئے۔ اندازہ کرنے کے لئے ہم نے ان کی گمراہی کے کچھ نمونے اوراق گزشتہ میں نقل کر دیئے ہیں جس کو اپنا دین وایمان عزیز ہوگا اس کے لئے ہمارا مختصر بیان ہی کافی ہے باقی جو ایمان کی دولت سے محروم ہے یا اس کو اپنا ایمان ہی عزیز نہیں وہ اگر ابلیس لعین کو اپنا رہنما بنالے تو ہمارا کیا بگڑے گا۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت مولینا رفیع الدین دہلوی علیہ الرحمہ کا شائع شدہ ترجمہ قابل اعتماد ہے یا نہیں ؟ تو جواب یہ ہے کہ مولینا مرحوم کا یہ ترجمہ چونکہ گمراہ گروں کی ترمیم وتصرف سے محفوظ نہ رہ سکا اس لئے یہ تصرف شدہ ترجمہ بھی قابل اعتماد نہیں رہ گیا۔ نور محمد دیوبندی مالک کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی نے اپنے شائع کردہ معجز نما متوسط قرآن شریف مترجم بلا وترجمہ کے ٹائیٹل پر لکھا ہے کہ "ترجمۂ اوّل رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی کا ہے جو سب سے پرانے مطبوعہ مترجم قرآن شریف سے نقل کیا گیا ہے جو بالکل اصلی ہے اور موجودہ زمانے کے کتب فروشوں کی ترمیم وتصرف سے پاک ہے" دیکھیے اس حوالہ نے صاف واضح کر دیا کہ حضرت شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں کتب فروش حضرات بہت کچھ گھٹا بڑھا چکے ہیں۔ اب رہا نور محمد کتب فروش کا اپنے شائع کردہ ترجمہ کو ترمیم وتصرف سے پاک بتانا تو یہ صرف اپنی تجارتی دکان چمکانے کے لئے ہے کیوں کہ نور محمد کا یہ شائع کردہ ترجمہ بھی ترمیم وتصرف سے پاک نہیں ہے۔

ہم تو مولینا مرحوم کی طرف منسوب شدہ مترجم قرآن کے انداز ترجمہ ہی سے سمجھ گئے تھے کہ یہ ترجمہ تصرف و ترمیم کی نذر ہو چکا ہے لیکن مخالفین کو منوانے کے لئے ہم نے ایک دیوبندی ناشر کی تحریری گواہی بھی پیش کردی۔ مولینا مرحوم کے برادر گرامی حضرت مولینا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی ترمیم و تصرف سے پاک نہیں رہ گیا لہذا مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ شائع شدہ ترجموں میں سچا اور صحیح ترجمہ کنزالایمان ہے باقی دوسرے ترجمے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

مُسافرِ عالمِ بَالا کی پیشین گوئی

اعلیحضرت ان اولیائے کاملین میں تھے جن کے قلوب پر فرائض الٰہیہ کی عظمت چھائی رہتی ہے چنانچہ جب ۱۳۳۹ھ کا ماہ رمضان شریف مئی و جون ۱۹۲۱ء میں پڑا اور مسلسل علالت و ضعف فراواں کے باعث اعلیحضرت نے اپنے اندر امسال کے موسم گرما میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ پائی تو اپنے حق میں فتویٰ دیا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھنا ممکن ہے لہذا روزہ رکھنے کے لئے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا پھر آپ روزہ رکھنے کے ارادے سے کوہ بھوالی ضلع نینی تال تشریف لے گئے۔ آپ کو اپنے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم سے معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے ۱۳۴۰ھ میں دنیائے فانی سے کوچ کرکے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہونا ہے چنانچہ بھوالی پہاڑ ہی پر ۳ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۱ء کو اپنی تاریخ وصال کی خبر دیتے ہوئے[عہ]

عہ وصایا شریف صد ۱۳

آپ نے اپنے قلم حق رقم سے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ ط

۴۰ ھ ۱۲

ســـــــــــــــــــہ

اللہ اللہ۔ سرکار مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم کا حامل اپنے انتقال سے چار ماہ بائیس دن پہلے اپنے وصال کی خبر دے رہا ہے حتیٰ کہ اس نے اپنی دنیوی زندگی ہی میں وہ آیت مقدسہ بھی تحریر کردی جو اس کے مادۂ تاریخ وفات پر مشتمل ہے اور پھر دنیا نے دیکھ بھی لیا کہ اپنا مادۂ تاریخ وصال پیش کرنے والا یہ مؤید من اللہ ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو عالم بالا کے سفر پر روانہ ہوگیا لیکن یہ سب دیکھنے اور سننے کے باوجود منکرین علم مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء ابھی تک یہی بکتے اور لکھتے جا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی موت کی بھی خبر نہ تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ

عہ یعنی اور خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو گھیرے ہیں۔

پند و نصیحت کی آخری مجلس

بھوالی پہاڑ کے دوران قیام میں اعلیحضرت کو درد پہلو کا دورہ پڑا جس کے باعث ضعف نے شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ اوائل محرم ۱۳۴۰ھ تک آپ کو وہیں رہنا پڑا۔ پھر ۱۴ محرم ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۷ ستمبر ۱۹۲۱ء کو آپ بھوالی پہاڑ سے بریلی تشریف لائے۔ آپ کی علالت شدید کی اطلاع چونکہ ہر طرف پہنچ چکی تھی اس لئے وطن اور بیرو نجات کے مسلمان عیادت و بیعت کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ باوجود نقاہت آپ کی ہر مجلس مواعظ و نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ اس دوران علالت میں آپ بکثرت ذکر شاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے حُسنِ خاتمہ کی دعا کرتے۔ تضرع اور خشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رقاق بیان فرماتے خود آپ کی اور حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے جس کا ایمان پر خاتمہ ہو گیا اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے اگر بخش دے تو اس کا فضل ہے نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔ ایک دن لوگوں کو کاشانۂ اقدس پر طلب فرمایا اور دین و ایمان کو بچانے کے سلسلے میں ان کو سخت تاکید اور نصیحت فرمائی۔ وعظ کی اس آخری مجلس میں آپ نے جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس کا اقتباسؔ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

پیارے بھائیو! لا ادری ما بقائی فیکم مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہرونگا۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی۔ جوانی گئی بڑھاپا آیا۔ اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں اور میں آپ لوگوں کو

عہ یہ اقتباس وصایا شریف سے ماخوذ ہے۔

سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں۔

اے لوگو! تم پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو اور بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں تمہیں فتنہ میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی، رافضی، نیچری، قادیانی چکڑالوی یہ سب فرقے بھیڑیے ہیں۔ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب العزۃ جل جلالہٗ کے نور ہیں حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے۔ صحابہ کرام سے تابعین عظام روشن ہوئے تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ "اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت" جس سے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو حُجّۃُ اللّٰہِ قائم ہو چکی۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت و ہلاکت ہے ——————۔

دستِ حق پرست کی آخری تحریر

آپ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ مبارکہ کو وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ پیشتر تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصایا جو چودہ اہم باتوں پر مشتمل ہے قلم بند کرائے اور آخر میں بارہ بج کر اکیس منٹ پر خود دستِ اقدس سے حمد و درود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے۔

• — وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ وَلَہُ الْحَمْدُ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی
شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَ
صَحْبِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ وَابْنِہٖ وَحِزْبِہٖ
اِلٰی اَبَدِ الْاٰبِدِیْنَ اٰمِیْنَ وَالْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط — •

شہید محبت کی دُنیا سے روانگی کا ایمان افروز منظر

اعلیٰحضرت نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء عیسوی کو جمعۂ مبارکہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذان جمعہ میں اُدھر حی علی الفلاح کی پکار سُنی ادھر روح پر فتوح نے دَاعِیْ اِلَی اللّٰہ کو لبیک کہا۔ فاضل جلیل حضرت مولٰینا حسنین رضا خاں صاحب جو بنفس نفیس وصال کے وقت اعلیٰحضرت کی بارگاہ میں حاضر تھے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

.——— (اعلیٰحضرت نے) وصیت نامہ تحریر کرایا پھر اس پر خود عمل کرایا۔ وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے (تو آپ نے) وقت پوچھا عرض کیا گیا (کہ اس وقت ایک بج کر چھپن منٹ ہو رہے ہیں) فرمایا گھڑی کھُلی سامنے رکھ دو۔ یکایک ارشاد فرمایا کہ تصاویر ہٹا دو (حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ) یہاں تصاویر کا کیا کام۔ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ، روپیہ، پیسہ۔ پھر ذرا وقفہ سے برادر معظم حضرت مولٰینا مولوی **محمد حامد رضا خاں** صاحب سے ارشاد فرمایا وضو کر آؤ قرآن عظیم لاؤ ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولٰینا مصطفٰے رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا اب بیٹھے کیا کر رہے ہو سورۂ یٰسٓ شریف اور سورۂ رعد شریف تلاوت کرو۔

اب (آپ کی) عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں (آپ نے) ایسے حضور قلب اور تیقّظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا خود تلاوت فرما کر بتادی۔

اس کے بعد سیّد محمود علی صاحب ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب

کو اپنے ہمراہ لائے ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر ہوئے اس وقت جو جو حضرات اندر گئے (آپ نے) سب کے سلام کے جواب دیئے اور سید محمود علی صاحب سے دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰحضرت قبلہ سے حال دریافت فرمانا چاہا مگر آپ اُس وقت حکیم مطلق جَلَّ مَجْدُہٗ کی طرف متوجہ تھے ڈاکٹر صاحب سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ نہ ارشاد فرمایا سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں پھر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت ذکر پاس انفاس کا ختم ہوتا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ میں لمعانِ خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جانِ نور جسم اطہر حضور سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا جنہیں (سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوقِ دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو ٹھیک نماز جمعہ کے وقت مجھے اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ محبوبانِ خدا بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں۔ جاں کنی کا وقت سخت ترین وقت ہے لوگوں کے چہروں پر وحشت چھا جاتی ہے ورنہ کم از کم شکن پڑ جاتی ہے اور کیوں نہ ہو یہ جسم و روح جیسے دو پرانے دوستوں کے فراق کی گھڑی ہے مگر اعلیٰحضرت کے چہرۂ مبارک پر میں نے بجائے کلفت مسرت دیکھی آپ وصالِ محبوب کی پہلے سے بشارت پا چکے تھے۔ وصالِ محبوب کا وقت قریب آگیا ہے عزیز و اقارب گرد و پیش حاضر ہیں مگر آپ کسی کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے یقیناً آپ ایسی ذات سے عنقریب ملا چاہتے ہیں جو آپ کو سب پیاروں سے کہیں زیادہ پیاری اور محبوب حقیقی ہے۔

(وصایا شریف ص۱۶، ص۱۷)

غسل شریف میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ عالی مقام شریک

تھے۔ جناب سیّد اظہر علی صاحب نے لحد کھودی۔ حسب وصیت حضرت صدر الشریعہ مولینا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے غسل دیا اور جناب حافظ امیر حسن صاحب مرادآبادی نے مدد دی۔ حضرت مولینا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، حضرت مولینا محمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما، حضرت مولینا حسنین رضا خاں صاحب، جناب سیّد محمود جان صاحب، سید ممتاز علی صاحب و دیگر حضرات پانی دینے میں مصروف رہے۔ حضرت مولینا مصطفےٰ رضا خاں صاحب مفتیٔ اعظم ہند علاوہ دیگر خدمات غسل کے وصیت نامہ کی دعائیں بھی یاد کراتے رہے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔

حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولینا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے کفن شریف بچھایا۔ الغرض غسل و تکفین سے فراغ حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ گھر میں عورتوں کی اور باہر مردوں کی بیحد کثرت تھی ایسا جوش کبھی نہ دیکھا گیا۔ کاندھا دینے کی آرزو میں آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ وجد و شوق نے لوگوں کو از خود رفتہ و بیخود بنادیا تھا۔ جو جنازہ تک پہونچ گئے وہ ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے وہابی رافضی، نیچری بکثرت شریک تھے۔ ایک رافضی المذہب انتہائی کوشش اور پوری قوت صرف کر کے جنازہ تک پہونچا اسے ایک سُنّی نے یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ مدت العمر اعلیحضرت کو تم لوگوں سے نفرت رہی اس لئے جنازہ کو کاندھا نہ دینے دوں گا۔ اس نے کہا کہ بھائی اب مجھے یہ کہاں ملیں گے للہ اب نہ روکو۔ جنازہ ہر وقت کم از کم بیس کاندھوں پر رہا پورے شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے عیدگاہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی۔ پہلے سے عیدگاہ کے کسی معین راستے کا اعلان نہ تھا مگر دو رویہ چھتیں عورتوں سے اور راستے مردوں سے بھرے ہوئے منتظر تھے کہ اِمَامِ اَهلسُنّت مُجَدِّدِ اَعْظَم کا یہ آخری جلوس ہے لاؤ نظارہ کر لیں۔ بعد نماز عیدگاہ میں زیارت کرائی گئی اور واپسی پر تمام راہ میں لوگوں نے دل کھول کر زیارت کی۔ حسب وصیت "کروروں درود" والی نظم نعت خواں پڑھ رہے تھے (ماخوذ از وصایا شریف صـ۱۸ ، صـ۱۹)

اعلیحضرت بارگاہِ رسالت میں

ادھر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں اعلیحضرت قبلہ دنیائے دنی سے روانہ ہو رہے ہیں اُدھر بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ ٹھیک ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **احمد رضا** کا انتظار ہے۔ انھوں نے عرض کی **احمد رضا** کون ہیں۔ حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انھوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیحضرت احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے جب بریلی پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو اس دنیا سے روانہ ہو چکا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ ضلع اعظم گڈھ کے عظیم المرتبت محدث حضرت مولٰینا عبد العزیز صاحب مراد آبادی واقعۂ مذکورہ بالا کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

۔۔۔۔۔۔ میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دار الخیر اجمیر شریف کی حاضری کا وہ دَور طالب علمی ہے جس میں نو سال تک **سلطان الھند** خواجہ غریب

نواز رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہُ کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی اور استاذ محترم حضرت صدر الشریعۃ قبلہ علیہ الرحمہ کی کفش برداری کا شرف حاصل رہا اس مبارک زمانہ میں اکثر علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی زیارت میسر آتی تھی انھیں بزرگوں میں حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی۔ وہ اکثر بزرگان دین کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کی خبر پاکر (میں نے) ان کی ملاقات کی بڑی شان وشوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا ہی استغنا رتھا مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان (شامی بزرگ) کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بِفَضْلِہٖ تعالیٰ میں فارغ البال ہوں، مجھے (روپیہ پیسے کی) ضرورت نہیں۔ (مجھے) ان کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت یہاں (ہندوستان میں) تشریف لانے کا سبب کیا ہے فرمایا مقصد تو بڑا ازریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ کس کا انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولینا احمد رضا خاں صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں مجھے مولینا کی ملاقات کا شوق ہوا میں

ہندوستان آیا بریلی پہونچا معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا اور وہی ۲۵؍صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۔

اس سے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقبولیت بارگاہِ رسالت میں معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو عاشقانِ رسول یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔۔

(ماہنامہ پاسبان الہ آباد شمارہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۶۲ء ص ۴)

انتباہ:۔ میں نے استاذ گرامی حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے براہِ راست واقعۂ مذکورہ بالا کی تصدیق حاصل کی ہے۔ ماہنامہ پاسبان میں ان شامی بزرگ کی جائے سکونت کا ذکر نہیں تھا۔ میں نے حضرت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ شہر بیت المقدس کے باشندہ تھے۔

مزارِ پُر انوار

شہر بریلی شریف محلہ سوداگران میں دار العلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک پیکرِ جلال وہیبت بلند عمارت کے اندر آپ کا مزار پاک ہے آپ کا عرس جو شریعت کا آئینہ دار ہے ہر سال ۲۴، ۲۵ صفر کو منعقد ہوتا ہے جس میں اکناف ہند کے مشاہیر علماء، خطباء، مشایخ شریک ہو کر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں۔

نادر روزگار تصانیف وحواشی

اجلّۂ علماء کا بیان[عہ] ہے کہ گزشتہ دو صدی سنہ ۱۲۰۰ ہجری و سنہ ۱۳۰۰ ہجری کے اندر اعلیٰحضرت جیسا کوئی متبحر جامع عالم نظر نہیں آیا چنانچہ تفسیر، حدیث، عقائد و کلام، فقہ، سلوک وتصوف، اذکار، اوفاق، تاریخ، سیر، مناقب، جفر، تکسیر ادب، نحو، لغت، عروض، زیجات، علم مثلث، جبر ومقابلہ، لوگارثم، ارثماطیقی، ہیئت ہندسہ، ریاضی، توقیت، نجوم، منطق، فلسفہ، حساب وغیرہ علوم وفنون میں آپ کی بے مثل تصانیف وحواشی آپ کے کمال تبحر وجامعیت پر شاہد عدل ہیں۔

حسن اتفاق سے ماہنامہ اعلیٰحضرت کے دو شمارے بابت اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء و دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء اس وقت ہمارے سامنے ہیں جن میں مدیر محترم نے اعلیٰحضرت کی تصانیف وحواشی کے چند قلمی نسخوں کی ایک فہرست شائع کی ہے۔ ہم ناظرین

عہ وصایا شریف ص۲۳

کی معلومات میں اضافہ کے لئے اعلیٰحضرت کی بعض تصانیف وحواشی کا ایک مختصر شمار اور بعض ان فنون کے اسماء جن میں اعلیٰحضرت نے متعدد قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں فہرست مذکور سے نقل کر کے ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

تَفسِیر

۱ الزلال الانقیٰ عن بحر سفینۃ اتقی (عربی) ۲ حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف (عربی) ۳ حاشیہ عنایت القاضی (عربی) ۴ حاشیہ معالم التنزیل (عربی) ۵ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ۶ حاشیہ الدر المنثور (عربی) ۷ حاشیہ تفسیر خازن (عربی)

حدیث

۱ منیر العین (اردو) ۲ الہاد الکاف لاحادیث الضعاف (اردو) ۳ الروض البہیج فی آداب التخریج (عربی) ۴ فصل القضاء فی رسم الافتاء (عربی) ۵ مدارج طبقات الحدیث (عربی) ۶ النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (عربی) ۷ حاشیہ الکشف عن تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف (عربی) ۸ حاشیہ بخاری شریف (عربی) ۹ حاشیہ صحیح مسلم شریف (عربی) ۱۰ حاشیہ ترمذی شریف (عربی) ۱۱ حاشیہ نسائی شریف (عربی) ۱۲ حاشیہ ابن ماجہ شریف (عربی) ۱۳ حاشیہ

عہ یہ کتاب ماہنامہ اعلیٰحضرت کی فہرست میں نہیں ہے۔ حزب الاحناف ہند لاہور کی مطبوعات سے منقول ہے۔

تیسیر شرح جامع صغیر (عربی) (۱۴) حاشیہ تقریب (عربی) (۱۵) حاشیہ مسند امام اعظم (عربی) (۱۶) حاشیہ کتاب الحج (عربی) (۱۷) حاشیہ کتاب الآثار (عربی) (۱۸) حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل (عربی) (۱۹) حاشیہ طحاوی شریف (عربی) (۲۰) حاشیہ سنن دارمی شریف (عربی) (۲۱) حاشیہ خصائص کبریٰ (عربی) (۲۲) حاشیہ کنز العمال (عربی) (۲۳) حاشیہ ترغیب وترہیب (عربی) (۲۴) حاشیہ کتاب الاسماء والصفات (عربی) (۲۵) حاشیہ القول البدیع (عربی) (۲۶) حاشیہ نیل الاوطار (عربی) (۲۷) حاشیہ المقاصد الحسنہ عربی (۲۸) حاشیہ اللآلی المصنوعہ (عربی) (۲۹) حاشیہ موضوعات کبیر (عربی) (۳۰) حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ (عربی) (۳۱) حاشیہ تذکرۃ الحفاظ عربی (۳۲) حاشیہ عمدۃ القاری (عربی) ۳۳ حاشیہ فتح الباری (عربی) (۳۴) حاشیہ ارشاد الساری (عربی) (۳۵) حاشیہ نصب الرایہ (عربی) (۳۶) حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل (عربی) (۳۷) حاشیہ فیض القدیر شرح جامع صغیر (عربی) (۳۸) حاشیہ مرقات المفاتیح (عربی) (۳۹) حاشیہ اشعۃ اللمعات (۴۰) حاشیہ مجمع بحار الانوار (عربی) (۴۱) حاشیہ فتح المغیث عربی (۴۲) حاشیہ میزان الاعتدال (عربی) (۴۳) حاشیہ العلل المتناہیہ عربی (۴۴) حاشیہ تہذیب التہذیب (عربی) ۴۵۔ حاشیہ خلاصۃ تہذیب الکمال (عربی)

عقائد و کلام

(۱) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (اردو) (۲) قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار (اردو) (۳) العقائد والکلام (اردو) (۴) الجرح الوالج فی بطن الخوارج (اردو) (۵) الصمصام الحیدری (اردو) (۶) السعی المشکور (عربی) (۷) مبین الہدیٰ فی نفی امکان المصطفیٰ (اردو) (۸) الفرق الوجیز بین السنی العزیز والوہابی الرجیز (اردو) (۹) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب (اردو)

۱۰۔ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (اردو) (۱۱) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (اردو) (۱۲) حاشیہ شرح فقہ اکبر (عربی) (۱۳) حاشیہ خیالی علی شرح العقائد (عربی) (۱۴) حاشیہ عقائد عضدیہ (عربی) (۱۵) حاشیہ شرح مواقف (عربی) (۱۶) حاشیہ شرح مقاصد (عربی) (۱۷) حاشیہ مسامرہ و مسایرہ (عربی) (۱۸) حاشیہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ (عربی) (۱۹) حاشیہ الیواقیت والجواہر (عربی) (۲۰) حاشیہ مفتاح السعادۃ (عربی) (۲۱) حاشیہ تحفۃ الاخوان (عربی) (۲۲) حاشیہ الصواعق المحرقہ (عربی)

فقہ، تجوید

(۱) جد الممتار کامل پانچ جلد (عربی) (۲) المنح الملیحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ (عربی) (۳) سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب (اردو) (۴) نور الادلہ للبدور الاجلہ (اردو) (۵) رفع العلہ عن نور الادلہ (اردو) (۶) الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا (عربی) (۷) صمصام حدید بر کولی عدو تقلید (اردو) (۸) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (عربی) (۹) الاسد الصول (اردو) (۱۰) نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار (اردو) (۱۱) قوانین العلماء (اردو) (۱۲) سد الفرار (اردو) (۱۳) النہی الاکید (اردو) (۱۴) الرد الاشد البہی (اردو) (۱۵) التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل (عربی) (۱۶) کفل الفقیہ الفاہم (عربی) (۱۷) نور عینی فی الانتصار للامام العینی (عربی) (۱۸) تویب الاشباہ والنظائر (عربی) (۱۹) سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (اردو) (۲۰) الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی (اردو) (۲۱) اجلی نجوم رجم بر ابڈیٹر النجم (اردو) (۲۲) السیف الصمدانی (اردو) (۲۳) الطلبۃ البدیعہ (اردو) (۲۴) اکمل البحث علی اہل الحدث (اردو) (۲۵) العبرۃ الوضیہ (اردو) (۲۶) الطرۃ الرضیہ (اردو) (۲۷) حاشیہ فواتح الرحموت (عربی) (۲۸) حاشیہ حموی شرح الاشباہ

والنظائر (عربی) (۲۹) حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف[عہ] (۳۰) حاشیہ اتحاف الابصار
۳۱۔ حاشیہ کشف الغمہ (۳۲) حاشیہ شفاء السقام (۳۳) حاشیہ کتاب الخراج (۳۴) حاشیہ
معین الحکام (۳۵) حاشیہ میزان الشریعۃ الکبری ۳۶۔ حاشیہ ہدایہ
اخیرین (۳۷) حاشیہ ہدایہ فتح القدیر عنایہ حلبی (۳۸) حاشیہ بدائع الصنائع (۳۹)
حاشیہ جوہرہ نیرہ (۴۰) حاشیہ جواہر اخلاطی (۴۱) حاشیہ مراقی الفلاح (۴۲) حاشیہ
مجمع الانہر (۴۳) حاشیہ جامع الفصولین (۴۴) حاشیہ جامع الرموز (۴۵) حاشیہ
بحر الرائق و منحۃ الخالق (۴۶) حاشیہ تبیین الحقائق (۴۷) حاشیہ رسائل الارکان
(۴۸) حاشیہ غنیۃ المستملی (۴۹) حاشیہ فوائد کتب عدیدہ (۵۰) حاشیہ کتاب الانوار
(۵۱) حاشیہ رسائل شامی (۵۲) حاشیہ فتح المعین (۵۳) حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام
(۵۴) حاشیہ شفاء الاسقام (۵۵) حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار (۵۶) حاشیہ فتاوی
عالمگیری (۵۷) حاشیہ فتاوی خانیہ (۵۸) حاشیہ فتاوی سراجیہ (۵۹) حاشیہ خلاصۃ
الفتاوی (۶۰) حاشیہ فتاوی خیریہ (۶۱) حاشیہ عقود الدریہ (۶۲) حاشیہ فتاوی حدیثیہ
(۶۳) حاشیہ فتاوی بزازیہ (۶۴) حاشیہ فتاوی زینبیہ (۶۵) حاشیہ فتاوی غیاثیہ
(۶۶) حاشیہ رسائل قاسم (۶۷) حاشیہ اصلاح شرح الفیاح (۶۸) حاشیہ منح
الغفار (۶۹) الجام الصاد عن سنن الضاد (اردو) (۷۰) حاشیہ فتاوی عزیزیہ
(فارسی)

عہ از نمبر ۲۹ تا نمبر ۶۸ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں۔

تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر

① ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار (عربی) ② الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ (اردو) ③ حاشیہ احیاء العلوم (عربی) ④ حاشیہ حدیقہ ندیہ (عربی) ⑤ حاشیہ مدخل جلد اول دوم سوم (عربی) ⑥ حاشیہ کتاب الابریز (عربی) ⑦ حاشیہ کتاب الزواجر (عربی) ⑧ الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال (عربی، اردو) ⑨ حاشیہ تعطیر الانام (عربی)

تاریخ، سیر، مناقب

① الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ (اردو) ② بحر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم (فارسی) ③ حاشیہ حاشیہ ہمزیہ (عربی) ④ حاشیہ شرح شفا لاعلی قاری (عربی) ⑤ حاشیہ زرقانی شرح مواہب (عربی) ⑥ حاشیہ بہجۃ الاسرار (عربی) ⑦ حاشیہ الفوائد البہیہ (عربی) ⑧ حاشیہ کشف الظنون (عربی) ⑨ حاشیہ عصر الشارد (عربی) ⑩ حاشیہ خلاصۃ الوفاء (عربی) ⑪ حاشیہ مقدمہ ابن خلدون (عربی)

ادب، نحو، لغت، عروض

① اتحاف الحلی لبکر فکر السنبلی (اردو) ② تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالۃ المصدر والافعال (عربی) ③ الزمزمۃ القمریہ (اردو) ④ حاشیہ صراح (عربی) ⑤ حاشیہ تاج العروس (عربی) ⑥ حاشیہ میزان الافکار (فارسی)

علمِ زیجات

(۱) جزء مسفر المطالع للتقویم والطالع (اردو) (۲) حاشیہ برجندی (عربی)
(۳) حاشیہ زلالات البرجندی (عربی) (۴) حاشیہ زیج بہادر خانی (فارسی)
(۵) حاشیہ فوائد بہادر خانی (فارسی) (۶) حاشیہ زیج الغخانی (عربی)
(۷) حاشیہ جامع بہادر خانی (فارسی)

علمِ جفر و تکسیر

(۱) اطائب الاکسیر (عربی) (۲) رسالہ در علم تکسیر فارسی (۳) ۱۵۲ مربعات اردو
(۴) حاشیہ الدر المکنون (عربی) (۵) الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ (عربی)
(۶) الداول الرضویہ للاعمال الجفریہ (عربی) (۷) الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ
(عربی) (۸) مجتلی العروس (اردو) (۹) الجفر الجامع (اردو) (۱۰) اسہل الکتب فی
جمیع المنازل (عربی) (۱۱) رسالہ فی علم الجفر (عربی)

جبر و مقابلہ

(۱) حل سادا نہائے درجہ سوم (فارسی) (۲) حل المعادلات لقوی المکعبات
(فارسی) (۳) رسالہ جبر و مقابلہ (فارسی) (۴) حاشیہ القواعد الجلیلہ (عربی)

علمِ مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم

(۱) رسالہ در علم مثلث (فارسی) (۲) تلخیص علم مثلث کروی (فارسی) (۳)
وجوہ زوایا مثلث کروی (فارسی) (۴) حاشیہ رسالہ علم مثلث (فارسی) (۵) الموہبات
فی المربعات (عربی) (۶) رسالہ در علم لوگارثم (اردو)

توقیت، نجوم، حساب

(۱) استنباط الاوقات (فارسی) (۲) رویت ہلال رمضان (فارسی) (۳) مستویات السہام (فارسی) (۴) البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی) (۵) الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (فارسی) (۶) تسہیل التعدیل (اردو) (۷) میل الکواکب و تعدیل الایام (اردو) (۸) استخراج تقویمات کواکب (فارسی) (۹) طلوع و غروب نیرین (اردو) (۱۰) حاشیہ زبدۃ المنتخب (عربی) (۱۱) تاج توقیت (اردو) (۱۲) ترجمہ قواعد تائیشکل المنک (اردو) (۱۳)۔ جدول اوقات (اردو) (۱۴)۔ حاشیہ جامع الافکار (عربی) (۱۵) حاشیہ حدائق النجوم (عربی) (۱۶) حاشیہ خزانۃ العلم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی

(۱) مقالہ مفردہ (اردو) (۲) معدن علومی در سنین ہجری، عیسوی و رومی (اردو) (۳) طلوع و غروب کواکب و قمر (اردو) (۴) قانون رویۃ اہلہ (اردو) (۵) کسور اعشاریہ (فارسی) (۶) المعنی المجلی للمغنی والظلی (فارسی) (۷) زاویۃ اختلاف المنظر (فارسی) (۸) الصراح الموجز فی تعدیل المرکز (فارسی) (۹) البدور فی اوج المحجذور (فارسی) (۱۰) عزم البازی فی جو الریاضی (فارسی) (۱۱) مبحث المعادلہ ذات الدرجۃ الثانیہ (عربی) (۱۲) کشف العلۃ عن سمت القبلۃ (اردو) (۱۳)۔ رویت الہلال (اردو) (۱۴) الکسر العشری (عربی) (۱۵) استخراج وصول قمر بر راس (فارسی) (۱۶) الانجب الانیق لطرق التعلیق (فارسی) (۱۷)۔ رسالہ العاد قمر (عربی) (۱۸) حاشیہ تصریح (عربی) (۱۹) حاشیہ شرح چغمینی (عربی) (۲۰) حاشیہ علم الہیئۃ (عربی) (۲۱) حاشیہ کتاب الصور (عربی) (۲۲) جدول برائے جنتری شصت سالہ

(فارسی) (۲۳) حاشیہ اصول الہندسہ (عربی) ۲۴۔ حاشیہ تحریر اقلیدس (عربی) (۲۵) حاشیہ رفع الخلاف (عربی) (۲۶) حاشیہ شرح باکورہ (عربی) (۲۷) حاشیہ طیب النفس (عربی) (۲۸) حاشیہ شرح تذکرہ (عربی)

فلسفہ منطق

(۱) فوز مبین در رد حرکت زمین (اردو) (۲) الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ (اردو) (۳) معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین (اردو) (۴) حاشیہ ملا جلال میرزاہد (عربی) (۵) حاشیہ شمس بازغہ (عربی) (۶) حاشیہ اصول طبعی (اردو)

اعلیٰحضرت کی جن بعض تصانیف وحواشی کی مختصر فہرست ہم نے یہاں پیش کی ہے وہ آپ کی جمیع تالیفات کے سامنے وہی نسبت رکھتی ہیں جو نہر کو سمندر سے ہے کیوں کہ آپ نے پچاس فنون میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور آپ کی تصنیفات ایک ہزار سے زائد ہیں جیسا کہ ملک العلماء مولینا سید ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰحضرت صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اعلیٰحضرت کو اتنے کثیر علوم کا جامع بنایا کہ آپ نے پچاس فنون میں تصنیفات فرمائیں" اور سلطان المناظرین شیر بیشۂ سنت مولینا حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ نے ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم ص۳ میں تحریر فرمایا ہے کہ "اعلیٰحضرت کی تصنیفات مبارکہ ایک ہزار سے بھی زائد ہیں" لیکن چونکہ اب تک اعلیٰحضرت کی جمیع تالیفات پر مشتمل کوئی جامع فہرست شائع نہ ہو سکی اور آپ کی تصنیفات کا بیش از بیش حصہ اب تک غیر مطبوع ہی رہا جس کے باعث عوام وخواص صرف انھیں تصنیفات پر مطلع ہو سکے جو عام کتب خانوں میں مطبوعہ موجود ہیں اس لیئے ہم نے ماہنامہ اعلیٰحضرت کے حوالے سے بعض ان تصانیف وحواشی کی ایک مختصر فہرست

پیش کر دینی مناسب سمجھی جن میں اکثر کتابیں غیر مطبوع ہیں اور بعض جو مطبوع بھی ہیں تو اس وقت نایاب ہیں۔

یہاں اس امر کو واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اعلیٰحضرت کے حواشی آپ کے ذہن رسا کی جودت وجدت کے آئینہ دار اور تحقیقات رفیعہ، تدقیقات بدیعہ تنقیحات جلیلہ، تشریحات جمیلہ پر مشتمل ہیں۔ عام مصنفین کے حواشی کی طرح متون وشروح سے ماخوذ نہیں بلکہ خود آپ کے افادات وافاضات ہیں لہذا آپ کے حواشی بھی ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آج بفضلہ تعالیٰ وَتَقَدَّسَ وبِعَوْنِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ ہجری مطابق ۷ جنوری ۱۹۶۳ء عیسوی دوشنبہ مبارکہ سوانح اعلیٰحضرت کی تبییض سے فراغت ہوئی وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ وقاسم رزقہ ونور عرشہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

عہ حیات اعلیٰحضرت ص۱۳۸ پر ملک العلماء فاضل بہاری کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ عالیہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین

یا الٰہی رحم فرما! مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے
یا رسول اللہ اکرم کیجئے خدا جل جلالہ کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا علیہ السلام کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

سیدِ سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صدقِ صادق کا تصدق صادق الاسلام
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہرِ معروف و سری معروف دے بیخود سری
جندِ حق میں گن جنیدِ باصفا کے واسطے

بہرِ شبلی شیرِ حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبدِ واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

قادری کر۔ قادری رکھ۔ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبد القادرِ قدرت نما کے واسطے

اَحسنَ اللہُ لَہٗ رِزقاً سے دے رزقِ حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصر ابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دیں محیِ جاں فزا کے واسطے

طورِ عرفان و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہرِ ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لئے روزی کر احمد کے لئے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشقِ حق دے عشقی عشقِ انتما کے واسطے

حُبِّ اہلِ بیت دے آلِ محمد کے لئے — کر شہیدِ عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پُر نور کو — اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے
دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر — حضرت آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے
کر عطا احمد رضائے احمدِ مُرسَل مجھے — میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے
صدقہ اِن اَعیاں کا دے چھ عَین عِزّ، علم و عمل
عفو و عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کے

مشائخ عظام کی تاریخ ہائے وصال

اور اُن کے مزاراتِ مقدّسہ

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۱	حضور پر نور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم	۱۲ ربیع الاول شریف سنہ ۱۱ھ	مدینہ طیبہ
۲	حضرت سیّدنا مولائے کائنات علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ	نجف اشرف
۳	حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ	کربلائے معلیٰ
۴	حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ محرم سنہ ۹۴ھ	مدینہ طیبہ

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۵	حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷؍ذی الحجہ سنہ ۱۱۴ھ	مدینہ طیبہ
۶	حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵؍رجب سنہ ۱۴۸ھ	مدینہ طیبہ
۷	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵؍رجب سنہ ۱۸۲ھ	بغداد شریف
۸	حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱؍رمضان شریف سنہ ۲۰۳ھ	مشہد شریف
۹	حضرت سیدنا شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲؍محرم سنہ ۲۰۰ھ	بغداد شریف
۱۰	حضرت سیدنا شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳؍رمضان المبارک سنہ ۲۵۳ھ	بغداد شریف
۱۱	حضرت سیدنا شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷؍رجب سنہ ۲۹۷ یا ۲۹۸ یا ۲۹۹ھ	بغداد شریف
۱۲	حضرت سیدنا شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۲۷؍ذی الحجہ سنہ ۳۳۴ھ	بغداد شریف
۱۳	حضرت سیدنا شیخ ابو الفضل عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶؍جمادی الاخریٰ سنہ ۴۲۵ھ	بغداد شریف
۱۴	حضرت سیدنا شیخ ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳؍شعبان سنہ ۴۴۷ھ	بغداد شریف
۱۵	حضرت سیدنا شیخ ابوالحسن علی ہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یکم محرم سنہ ۴۸۶ھ	بغداد شریف
۱۶	حضرت سیدنا شیخ ابوسعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷؍شعبان سنہ ۵۱۳ھ	بغداد شریف
۱۷	حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ یا ۱۷؍ربیع الآخر سنہ ۵۶۱ھ	بغداد شریف
۱۸	حضرت سیدنا سید عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶؍شوال سنہ ۶۲۳ھ	بغداد شریف
۱۹	حضرت سیدنا سید ابوصالح نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۲۷؍رجب سنہ ۶۳۲ھ	بغداد شریف
۲۰	حضرت سیدنا سید محی الدین ابونصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷؍ربیع الاول سنہ ۶۵۶ھ	بغداد شریف
۲۱	حضرت سیدنا سید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۳؍شوال سنہ ۷۳۹ھ	بغداد شریف

نمبر شمار	اسمائے طیبہ	تاریخ وصال	مدفن شریف
۲۲	حضرت سیدنا سید موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳؍ رجب سنہ ۷۶۳ھ	بغداد شریف
۲۳	حضرت سیدنا سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶؍ صفر سنہ ۷۸۱ھ	بغداد شریف
۲۴	حضرت سیدنا سید احمد جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹؍ محرم سنہ ۸۵۳ھ	بغداد شریف
۲۵	حضرت سیدنا شیخ بہاء الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱؍ ذی الحجہ سنہ ۹۲۱ھ	دولت آباد (دکن)
۲۶	حضرت سیدنا سید ابراہیم ایرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵؍ ربیع الآخر سنہ ۹۵۳ھ	درگاہ محبوب الٰہی دہلی
۲۷	حضرت سیدنا شیخ محمد بھکاری بادشاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۹؍ ذی القعدہ سنہ ۹۸۱ھ	کاکوری لکھنوی
۲۸	حضرت سیدنا شیخ قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱؍ رجب سنہ ۹۸۹ھ	قصبہ نیوتنی لکھنؤ
۲۹	حضرت سیدنا شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شب عید الفطر سنہ ۱۰۴۷ھ	کوڑہ جہان آباد فتحپور ہسوہ
۳۰	حضرت سیدنا سید محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶؍ شعبان سنہ ۱۰۷۱ھ	کالپی شریف
۳۱	حضرت سیدنا سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹؍ صفر سنہ ۱۰۸۴ھ	کالپی شریف
۳۲	حضرت سیدنا سید فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴؍ ذی القعدہ سنہ ۱۱۱۱ھ	کالپی شریف
۳۳	حضرت سیدنا سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰؍ محرم سنہ ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
۳۴	حضرت سیدنا سید شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶؍ رمضان المبارک سنہ ۱۱۶۴ھ	مارہرہ شریف
۳۵	حضرت سیدنا سید شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴؍ رمضان شریف سنہ ۱۱۹۸ھ	مارہرہ شریف
۳۶	حضرت سیدنا سید شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷؍ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۷ھ	مارہرہ شریف
۳۷	حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸؍ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ شریف
۳۸	اعلیٰحضرت مجدد اعظم شاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵؍ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ یوم جمعہ ۲ بجکر ۳۸ منٹ	بریلی شریف